تنظیم المدارس (اہلِ سُنّت)، پاکستان کے جدید نصاب کے عین مطابق

سوالیہ پرچہ کے ساتھ

برائے طلباء

نورانی گائیڈ

حل شُدہ پرچہ جات

درجہ عالمیہ

1

مفتی محمد احمد نورانی دامت برکاتہم عالیہ

شبیر برادرز

درس نظامی کے طلباء وطالبات کے لیے

خوشخبری

الحمدللہ نورانی گائیڈز اپڈیٹ کردی گئی ہیں

2014 سے 2019 تک کے تمام حل شدہ پرچہ جات





Read Online

Download PDF

پیشکش

حافظ محمد حسنین اسدی +923145879123

ترتیب

☆ عرضِ ناشر ____ ۴

﴿درجہ عالیہ (سال اول) برائے طالبات بابت 2014ء﴾

☆ پہلا پرچہ: علم الکلام ____ ۵
☆ دوسرا پرچہ: علم الفرائض ____ ۱۷
☆ تیسرا پرچہ: فقہ واصولِ فقہ ____ ۳۵
☆ چوتھا پرچہ: اصول الحدیث واصول التحقیق ____ ۵۱
☆ پانچواں پرچہ: شرح معانی الآثار ____ ۶۵
☆ چھٹا پرچہ: المؤطین ____ ۷۶

﴿درجہ عالیہ (سال اول) برائے طالبات بابت 2015ء﴾

☆ پہلا پرچہ: علم الکلام ____ ۹۳
☆ دوسرا پرچہ: علم الفرائض ____ ۱۰۳
☆ تیسرا پرچہ: فقہ واصولِ فقہ ____ ۱۱۲
☆ چوتھا پرچہ: اصول الحدیث واصول التحقیق ____ ۱۲۳
☆ پانچواں پرچہ: شرح معانی الآثار ____ ۱۴۱
☆ چھٹا پرچہ: المؤطین ____ ۱۵۰

﴿درجہ عالیہ (سال اول) برائے طالبات بابت 2016ء﴾

☆ پہلا پرچہ: علم الکلام ____ ۱۶۴
☆ دوسرا پرچہ: علم الفرائض ____ ۱۸۵
☆ تیسرا پرچہ: فقہ واصولِ فقہ ____ ۱۹۲
☆ چوتھا پرچہ: اصول الحدیث واصول التحقیق ____ ۲۰۱
☆ پانچواں پرچہ: شرح معانی الآثار ____ ۲۱۶
☆ چھٹا پرچہ: المؤطین ____ ۲۲۹

عرضِ ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

ہمارے ادارہ کے قیام کے بنیادی مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر، کتب احادیث نبوی کے تراجم وشروحات، کتب فقہ کے تراجم وشروحات، کتب درس نظامی کے تراجم وشروحات اور بالخصوص نصاب تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے تراجم وشروحات کو معیاری طباعت اور مناسب داموں میں خواص وعوام اور طلباء وطالبات کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ مختصر عرصہ کی مخلصانہ سعی سے اس مقصد میں ہم کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں؟ یہ بات ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ تاہم بطور فخر نہیں بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر ہم اس حقیقت کا اظہار ضرور کریں گے کہ وطن عزیز پاکستان کا کوئی جامعہ، کوئی لائبریری، کوئی مدرسہ اور کوئی ادارہ ایسا نہیں ہے جہاں ہماری مطبوعات موجود نہ ہوں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

علوم وفنون کی اشاعت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ طلباء وطالبات کی آسانی اور امتحان میں کامیابی کے لیے تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے سابقہ پرچہ جات حل کر کے پیش کیے جائیں۔ اس وقت ہم "نورانی گائیڈ (حل شدہ پرچہ جات)" کے نام سے تمام درجات کی طالبات کے لیے علمی تحفہ پیش کر رہے ہیں، جو ہمارے قلمی معاون جناب مفتی محمد احمد نورانی صاحب کے قلم کا شاہکار ہے۔ نصابی کتب کا درس لینے کے بعد اس حل شدہ پرچہ جات کا مطالعہ سونے پر سہاگہ کے مترادف ہے اور یقینی کامیابی کا ضامن ہے۔ اس کے مطالعہ سے ایک طرف تنظیم المدارس کے پرچہ جات کا خاکہ سامنے آئے گا اور دوسری طرف ان کے حل کرنے کی عملی مشق حاصل ہوگی۔ اگر آپ ہماری اس کاوش کے حوالے سے اپنی قیمتی آراء دینا پسند کریں، تو ہم ان آراء کا احترام کریں گے۔

آپ کا مخلص: شبیر حسین

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولىٰ"

الموافق سنة ۱۴۳۵ھ/2014ء

﴿الورقة الاولىٰ: علم الکلام﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: السوال الثانی اجباری ولك الخيار فی البواقی ان تجيب عن الاربعة منها

السوال الاول: (الف) اکتب مقالا موجزا عن ترجمة مصنفی العقائد النسفية وشرحها؟ (۱۵)

(ب) عرف علم الکلام (العقائد) وبين غرضه وموضوعه؟ (۵)

السوال الثانی: "ورؤية الله تعالىٰ جائزة فی العقل واجبة بالنقل وقد ورد الدليل السمعی بايجاب رؤية الله تعالىٰ فی دار الأخرة فيرى لافی مكان ولا علىٰ جهة"

(الف) شكل الكلمات بالحركات والسكنات، ثم ترجمها الى الاردية؟ (۱۰)

(ب) اذكر ثلاثة دلائل للمثبتين للرؤية فی الآخرة، ثم اذكر ثلاثة ردود للمنكرين مع اجوبتها؟ (۱۰)

السوال الثالث: الايمان والاسلام واحد لأن الاسلام هو الخضوع والانقياد بمعنی قبول الأحكام والاذعان بها، وذلك حقيقة التصديق . وبالجملة لايصح فی الشرع أن يحكم علىٰ أحد بأنه مؤمن وليس

بمسلم .

(الف)ترجم العبارة الى الاردية واشرحها باسلوبك الخاص؟ (۵)

(ب)وضح معنى الايمان والاسلام لغة واصطلاحا . ثم بين الاتحاد والتغاير بينهما؟ (۱۵)

السوال الرابع: وعذاب القبر للكافرين ولبعض عصاة المؤمنين وتنعيم أهل الطاعة فى القبر

(الف)شكل الكلمات وترجمها الى الاردية؟ (۱۰)

(ب)هات الدلائل عن اثبات عذاب القبر وسوال المنكرين فى ضوء شرح العقائد النسفية؟ (۱۰)

السوال الخامس: "وله صفات وهى لاهو ولاغيره"

(الف)بين الصفات الالهية واشرح مسئلة الصفات بالدلائل والبراهين العقلية والنقلية؟ (۱۰)

(ب)"وهى لا هو ولا غيره" وضح موقفك حسبما حكاه صاحب العقائد وشارحها؟ (۱۰)

السوال السادس: (الف)بين مسئلة "خلق القرآن" ووضح مدار الخلاف بين الفريقين؟ (۱۰)

(ب)بين دلائل الفريقين مع ترجيح مذهب أهل السنة والجماعة؟ (۱۰)

السوال السابع: (الف)ماهو برهان التطبيق؟ على اى مسئلة تقدم وتعرض هذا الدليل؟ (۱۰)

(ب)ماموقف اهل السنة عن وقعة معراج النبى صلى الله عليه وسلم وبين فوائدها للامة المسلمة؟ (۱۰)

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پہلا پرچہ: علم کلام (عقائد)﴾

سوال نمبر 1: (الف) اكتب مقالا موجزا عن ترجمة مصنفى العقائد النسفية وشرحها؟

(عقائد نسفیہ اوراس کی شرح کے مصنفین کے مختصر حالات تحریر کریں؟)

(ب)عرف علم الكلام (العقائد) وبين غرضه وموضوعه؟

(علم عقائد کی تعریف، موضوع اور غرض بیان کریں؟)

جواب: (الف) عقائد نسفیہ کے حالات:

مصنف کا نام ہے: امام نجم الدین عمر بن محمد نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ ۴۶۱ھ کو سمرقند میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلا کا حافظہ عنایت فرمایا تھا۔ وقت کے ممتاز ترین علماء اور فقہاء سے علوم وفنون کی تحصیل فرمائی۔ اپنی زندگی کا مقصد درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کو قرار دیا۔ تدریسی خدمات کے نتیجہ میں کثیر تعداد میں نامور علماء وفضلاء بطور یادگار چھوڑے۔ تصنیف وتالیف کے نتیجہ میں متعدد تصانیف یادگار ہیں، جن میں سے ایک "عقائد نسفیہ" ہے۔ یہ تصنیف اپنے موضوع کے اعتبار سے مختصر اور جامع ہے۔ ۵۳۷ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔

مصنف شرح عقائد کے حالات: مصنف کا اسم گرامی "سعد الدین مسعود بن عمر" تھا۔ بچپن میں نہایت درجہ کے غبی (کند ذہن) تھے مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ذہانت و فطانت کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ اپنے وقت کے امتیازی شان کے حامل فضلاء سے علوم و فنون حاصل کیے۔ آپ کے اساتذہ میں سے علامہ عضد الدین اور علامہ قطب رازی رحمہما اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد درس وتدریس کا آغاز کیا۔ آپ تاحیات درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مصروف رہے۔ بے شمار تلامذہ نے

آپ سے علمی استفادہ کیا۔ آپ کے نامور اور یادگار تلامذہ میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں: علامہ ابو الحسن برہان الدین حیدر، علامہ شیخ شمس الدین محمد بن احمد اور علامہ جلال الدین یوسف وغیرہ۔

علامہ نے تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ منطق، فلسفہ، فقہ، اصول فقہ اور علم کلام میں تصانیف مبارکہ یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ نے دیگر کتب کے علاوہ عقائد نسفیہ کی جامع شرح تصنیف فرمائی، جو ہر دور میں درس نظامی کے نصاب میں شامل رہی ہے۔ ہر زمانہ کے علماء، فضلاء، طلباء، محققین، مدرسین اور مصنفین اس سے استفادہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ آپ کا ۷۹۲ھ میں وصال ہوا۔

(ب) علم کلام کی تعریف، موضوع اور غرض

۱- علم کلام کی تعریف: اسلامی عقائد ونظریات کو دلائل وبراہین کی روشنی میں معلوم کرنا۔

۲- موضوع: اسلامی عقائد وافکار کی تفصیلات۔

۳- غرض: اسلامی عقائد ونظریات کو براہین ودلائل کی روشنی میں معلوم کرنا اور ان پر وارد ہونے والے شبہات واعتراضات کے جوابات فراہم کرنا۔

سوال نمبر2: "وَرُؤْيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى جَائِزَةٌ فِي الْعَقْلِ وَاجِبَةٌ بِالنَّقْلِ وَقَدْ وَرَدَ الدَّلِيْلُ السَّمْعِيُّ بِإِيْجَابِ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ دَارِ الْاٰخِرِ فَيُرٰى لَا فِيْ مَكَانٍ وَلَا عَلٰى جِهَةٍ"

(الف) شكل الكلمات بالحركات والسكنات، ثم ترجمها الى الاردية؟

(حرکات وسکنات لگا کر عبارت کا اُردو ترجمہ کریں؟)

(ب) اذكر ثلاثة دلائل للمثبتين للرؤية في الآخرة، ثم اذكر ثلاثة ردود للمنكرين مع اجوبتها؟

(آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کے قائلین کے تین دلائل بیان کرنے کے بعد

منکرین کے جوابات دینے کے ساتھ ان کارد کریں؟)

جواب: (الف) عبارت پر حرکات وسکنات اور ترجمہ:

حرکات وسکنات اور عبارت پر لگا دیے گئے ہیں۔ ترجمہ عبارت درج ذیل ہے:

عقل کے اعتبار سے رؤیت باری تعالیٰ جائز ہے اور نقل کے لحاظ سے واجب ہے۔ آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کے جائز ہونے پر دلیل سمعی موجود ہے۔ باری تعالیٰ کو دیکھا جائے گا مگر اس رؤیت میں مکان یا جہت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

(ب) رؤیت باری تعالیٰ کے جواز پر تین دلائل:

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کی دولت ہر مسلمان کو حاصل ہوگی، اس سلسلے میں تین دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

اول: رؤیت باری تعالیٰ کے عدم جواز پر تا حال کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔

دوم: حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے کوہ طور والے قصہ سے بھی رؤیت باری تعالیٰ کا جواز ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا تھا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے اور یہ نہیں فرمایا تھا کہ مجھے دیکھا نہیں جا سکتا۔

سوم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: عنقریب یقینی طور پر تم کو رؤیت باری تعالیٰ کی دولت حاصل ہوگی جس طرح اب تم مجھے دیکھ رہے ہو اور اس کے دیکھنے میں تمہیں دقت بھی محسوس نہیں ہوگی۔

منکرین رؤیت باری تعالیٰ کے دلائل:

رؤیت باری تعالیٰ کے منکرین کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

اول: فرمان خداوندی ہے: لا تدركه الابصار (آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں)

دوم: رؤیت کے لیے جہت ومکان کا ہونا ضروری ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے۔

سوم: رؤیت کے لیے جسم کا ہونا ضروری ہے جبکہ اللہ تعالیٰ جسم سے بھی پاک ہے۔

اہل سنت کی طرف سے جواب: اہل سنت کی طرف سے منکرین رؤیت کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کی دولت ہر مسلمان کو حاصل ہوگی مگر اس کے لیے مکان، جہت اور جسم کا ہونا ضروری نہیں ہوگا۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ برحق اور منکرین کا غلط ہے۔

سوال نمبر3: الایمان والاسلام واحد لأن الاسلام هو الخضوع والانقیاد بمعنی قبول الأحکام والاذعان بها، وذلك حقیقة التصدیق . وبالجملة لایصح فی الشرع أن یحکم علی احد بانه مؤمن ولیس بمسلم .

(الف) ترجم العبارة الی الاردیة واشرحها باسلوبك الخاص؟

(عبارت کا اردو میں ترجمہ کریں اور اپنے اسلوب کے مطابق اس کی تشریح کریں؟)

(ب) وضح معنی الایمان والاسلام لغة واصطلاحا . ثم بین الاتحاد والتغایر بینهما ؟

(ایمان اور اسلام کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ بیان کریں پھر ان کے درمیان اتحاد و مغائرت کی صورت واضح کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

ایمان اور اسلام دونوں ایک ہی چیز ہیں، کیونکہ اسلام کا معنیٰ ہے: عاجزی سے احکام کو تسلیم کرنا اور حقیقت میں یہی تصدیق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے یہ حکم لگانا درست نہیں ہے کہ فلاں آدمی مومن ہے مگر مسلمان نہیں ہے۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام دونوں مترادف اور ایک چیز کے دو نام ہیں، عاجزی سے احکام الٰہی کو تسلیم کرنے کا نام اسلام ہے، جو درحقیقت تصدیق قلب کا کام ہے۔ مصنف ایک مثال کے ذریعے بھی اس مسئلہ کی وضاحت کررہے ہیں کہ کسی مومن شخص پر غیر مسلم کا حکم لگانا درست نہیں ہے یعنی جو مومن ہوگا وہ مسلم بھی ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایمان اور اسلام دونوں باہم مغائر نہیں ہیں بلکہ

ایک ہیں۔

(ب) ایمان اور اسلام کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ

لفظ "ایمان" کا معنیٰ ہے: مان لینا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: اسلامی عقائد و افکار کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرلینا۔

لفظ "اسلام" کا لغوی معنیٰ ہے: اطاعت کرنا، پیروی کرنا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: اعمال حسنہ کو اپنانا اور انہیں معمول بہ بنانا۔

ایمان اور اسلام میں نسبت: ایمان اور اسلام باہم مغائر ہرگز نہیں ہیں بلکہ ان میں اتحاد ہے یعنی جو آدمی مومن ہوگا وہ مسلم بھی ہوگا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص اسلامی عقائد کی تصدیق تو کرتا ہو لیکن اعمال حسنہ پر عمل کرنے یا انہیں اپنانے سے گریز کرتا ہو۔

سوال نمبر4: وَعَذَابِ الْقَبْرِ لِلْكَافِرِيْنَ وَلِبَعْضِ عُصَاةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَتَنْعِيْمُ أَهْلِ الطَّاعَةِ فِي الْقَبْرِ

(الف) شکل الکلمات وترجمها الی الاردیة؟

(عبارت پر اعراب لگائیں اور اس کا اُردو ترجمہ کریں؟)

(ب) هات الدلائل عن اثبات عذاب القبر وسوال النکیرین فی ضوء شرح العقائد النسفیة ؟

(قائلین عذاب قبر کے دلائل اور نکیرین کے سوالات کی وضاحت شرح عقائد کی روشنی میں کریں؟)

جواب: (الف) عبارت پر اعراب اور ترجمہ:

اعراب اوپر لگادیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

کفار اور بعض گناہگار مسلمانوں کے لیے عذاب قبر حق ہے۔ اطاعت گزار لوگوں کے لیے قبر میں اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام بھی حق ہے۔

(ب) عذاب قبر کے حق ہونے کے دلائل:

اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر حق ہے، اس بارے میں چند دلائل درج ذیل ہیں:

ا۔قرآن کریم کا اعلان ہے: اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۔صبح وشام کے وقت لوگوں پر عذاب مسلط کیا جائے گا اور قیامت کے دن انہیں فرعون کے ساتھ شدید عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه۔ یعنی تم پیشاب کی چھینٹوں سے بچو، کیونکہ عذاب قبر عموماً اس وجہ سے ہوتا ہے۔

نکیرین کے سوالات:

میت سے قبر میں نکیرین کی طرف سے سوالات ہونا، حق ہے۔ نکیرین کی طرف سے میت سے تین سوالات کیے جاتے ہیں:

(۱)من ربك (تیرا رب کون ہے؟)۔(۲)ما دينك؟ (تیرا دین کیا ہے؟)۔

(۳)من نبيك؟ (تیرا نبی کون ہے؟)۔

مسلمان ان سوالات کے آسانی کے ساتھ یوں جواب دیتا ہے:

(۱)ربی الله (میرا رب اللہ ہے)(۲)دینی الاسلام (میرا دین اسلام ہے)۔

(۳)ونبیی محمد صلی الله علیه وسلم (اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)

اس کے برعکس کافر ہو تو وہ گھبراتا ہے، کانپتا ہے اور جواب دینے کی ہرگز سکت نہیں رکھتا۔

سوال نمبر5:"وله صفات وهي لاهو ولا غيره"

(الف) بين الصفات الالهية واشرح مسئلة الصفات بالدلائل والبراهين العقلية والنقلية؟

(صفات الٰہیہ بیان کریں اور مسئلہ صفات دلائل عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں بیان کریں؟)

(ب)"وهي لا هو ولا غيره" وضح مؤقفك حسبما حكاه صاحب

العقائد وشارحها؟

(عبارت "وهي لا هو ولا غيره" کے حوالے سے اپنا مؤقف واضح کریں جو مصنف عقائد اور مصنف شرح عقائد سے ملتا جلتا ہو؟)

جواب: (الف) صفات باری تعالیٰ:

صفات باری تعالیٰ تعداد میں آٹھ ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱)الحیات ۔(۲)العلم ۔(۳)القدرت ۔

(۴)الارادة ۔(۵)التکوین ۔(۶)السمع ۔

(۷)لبصر ۔(۸)الکلام ۔

یہ ماتریدیہ کا مؤقف ہے۔ اس کے برعکس اشاعرہ کے نزدیک صفات باری تعالیٰ سات ہیں، جو درج ذیل شعر میں بیان کی گئی ہیں:

حی علیم قدیر والکلام له   ارادة وكذالك السمع والبصر

تشریح: اہل سنت کے نزدیک صفات باری تعالیٰ نہ تو اللہ کا عین ہیں اور نہ اس سے جدا ہیں۔ تاہم ذات کی طرح یہ صفات بھی ازلی اور غیر حادث ہیں۔ یہ صفات باری تعالیٰ میں ذاتی طور پر پائی جاتی ہیں لیکن اس کے غیر میں ذاتی نہیں بلکہ عطائی طور پر پائی جاتی ہیں۔ یہ صفات دلائل عقلیہ ونقلیہ سے مزین ہیں۔

جواب: (ب) عبارت کے بارے میں مؤقف:

عبارت "وهی لاهو ولاغیره" کا مطلب یہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ خواہ ثبوتی ہوں یا سلبی سب کی سب نہ تو عین ذات باری تعالیٰ ہیں اور نہ اس سے جدا ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ ذاتی ہیں اور اس کے غیر میں پائے جانے کی صورت میں عطائی و عارضی متصور ہوں گی۔

سوال نمبر6: (الف) بين مسئلة "خلق القرآن" ووضح مدار الخلاف بين الفريقين؟

(مسئلہ "خلق القرآن" بیان کریں اور فریقین کے اختلاف کا مدار کون سی چیز ہے؟)

(ب) بين دلائل الفريقين مع ترجيح مذهب أهل السنة والجماعة؟ (۱۰)

(فریقین کے دلائل بیان کریں اور اہل سنت کے مذہب کو ترجیح دیں؟)

جواب: (الف) مسئلہ خلقِ قرآن

کلام اللہ (قرآن کریم) مخلوق ہے: یا نہیں؟ اس بارے میں مختلف مذاہب ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- معتزلہ اور اشاعرہ ''کلام اللہ'' کو اللہ تعالیٰ کی صفت تسلیم کرتے ہیں، ان کا مؤقف یہ ہے کہ دیگر صفات کی طرح اللہ کی صفت اور اس کی ذات کی طرح غیر مخلوق بھی ہے۔

۲- اہل سنت کا مؤقف یہ ہے کہ کلام کی دو اقسام ہیں: (۱) کلام لفظی: یہ وہ کلام ہے جس کے ساتھ مضامین و مفاہیم کو بیان کیا جاتا ہے، اس کو ہم بولتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ یہ ہماری صفت ہے، یہ حادث ہے اور مخلوق ہے۔ (۲) کلام نفسی: یہ وہ کلام ہے' جو اصل مضامین، مفاہیم اور مطالب پر مشتمل ہے۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت، اس کی ذات کی طرح غیر حادث اور غیر مخلوق ہے۔ الغرض کلام لفظی حادث اور مخلوق ہے جبکہ کلام نفسی غیر حادث اور غیر مخلوق ہے۔

فریقین کے اختلاف کا مدار:

اہل سنت اور پہلے دونوں گروہوں کے درمیان اختلاف کلام الٰہی کو مخلوق تسلیم کرنے یا نہ کرنے میں نہیں ہے بلکہ اصل اختلاف کا مدار ''کلام نفسی'' کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے میں ہے۔ چونکہ وہ ''کلام نفسی'' کو نہیں مانتے اور اسے تسلیم نہیں کرتے، اس لیے وہ کلام الٰہی (قرآن) کو ازلی، غیر حادث اور غیر مخلوق قرار دیتے ہیں۔ اہل سنت ''کلام نفسی'' کو تسلیم کرتے ہیں، تو ان کے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی، غیر حادث اور غیر مخلوق ہے۔ تاہم کلام لفظی حادث، مخلوق اور غیر ازلی ہے۔

(ب) فریقین کے دلائل اور مذہب اہل سنت کو ترجیح:

اہل سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ متکلم ہے، جس پر تواتر و اجماع ہے۔ اہل لغت نے اس

حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اشتقاق اس پر ہو سکتا ہے' جو ماخذ کی صفت واقع ہو رہا ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلام، کلام نفسی ہے' جو قدیم، ازلی، غیر حادث اور غیر مخلوق ہے۔ تاہم کلام لفظی وہ ہے جس کے ساتھ کلام نفسی کے مضامین و مفاہیم کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ غیر ازلی، حادث اور مخلوق ہے۔

اشاعرہ اور معتزلہ قرآن کے مخلوق ہونے پر یہ دلیل لاتے ہیں کہ قرآن کریم علامات حدوث اور آثار مخلوق پر مشتمل ہے یعنی مؤلف ہونا، منظم ہونا، عربی زبان میں ہونا، فصیح ہونا اور معجزہ ہونا۔

اہل سنت کی طرف سے اشاعرہ اور معتزلہ کی اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ دلیل تو ان لوگوں کے خلاف حجت ہو سکتی ہے' جو حروف، الفاظ اور نظم قرآن کو مخلوق تسلیم نہیں کرتے جبکہ ہم تو اسے مخلوق تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ ان کا تعلق کلام لفظی کے ساتھ ہے، جو حادث ہے۔ تاہم کلام نفسی کو ہم غیر حادث، قدیم اور غیر مخلوق تسلیم کرتے ہیں۔

سوال نمبر 7: (الف) ماهو برهان التطبيق؟ على اى مسئلة تقدم وتعرض هذا الدليل؟

(برہان تطبیق کیا ہے اور کس مسئلہ پر اسے پیش کیا جا سکتا ہے؟)

(ب) ما مؤقف اهل السنة عن وقعة معراج النبى صلى الله عليه وسلم وبين فوائدها للامة المسلمة؟

(واقعہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اہل سنت کا مؤقف اور امت مسلمہ کے لیے اس سے نکات بیان کریں؟)

جواب: (الف) برہان تطبیق پیش کرنا:

''برہان تطبیق''، تسلسل کے بطلان پر پیش کی جاتی ہے۔ جب تسلسل بالفعل موجود ہو تو ہمارے مؤقف کے مطابق یہ امر بھی ممکن ہو گا کہ معلوم ہونے کے باوجود کسی چیز کے لیے علت نہ ہو مثلاً آج کے یوم کو آئندہ (کل) کے لیے علت قرار دینا، حالانکہ اس وقت آئندہ یوم کے لیے علت نہیں ہے۔ تاہم زمانہ ماضی کے تصور سے یہ ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے

مثلاً نرسوں، ترسو، پرسوں، کل اور آج کا یوم۔

یہاں دو احتمال ممکن ہیں:

۱- پہلے سلسلہ کی ہر جز کے مقابلہ میں سلسلہ دوم میں کوئی جز ہو۔

۲- پہلے سلسلہ کی ہر جز کے مقابلہ میں سلسلہ دوم میں کوئی جز نہ ہو۔

یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔ پہلا احتمال اس لیے کہ کل و جز اور زائد و ناقص کے درمیان مساوات ضروری ہے۔ دوسرا احتمال اس لیے باطل ہے اس میں دو سلسلوں کے اجزاء کے بجائے متناہی ہونا لازم آرہا ہے۔

(ب) معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اہل سنت کا مؤقف و نکات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار معجزات سے نوازا گیا۔ ان میں سے ایک واقعہ معراج اور معجزہ معراج ہے۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا ذکر قرآن میں موجود ہے، جس کا انکار کفر ہے۔ مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک کا تذکرہ احادیث صحاح سے ثابت ہے، جس کا انکار گمراہی و بے دینی ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے لامکان تک کا سفر مشیت ایزدی سے آپ نے اکیلے طے کیا۔ مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ مختلف آسمانوں پر بھی مختلف انبیاء کرام سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، ملاقات ہوئی اور گفتگو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر پانچ نمازوں اور چھ ماہ کے روزے بطور تحفہ عنایت فرمائے۔ پھر روزوں میں کمی کر کے ایک ماہ کے باقی رکھے گئے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية "السنة الأولیٰ"

الموافق سنة ۱۴۳۵ھ/2014ء

﴿الورقة الثانية: علم الفرائض﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات **مجموع الأرقام: ۱۰۰**

نوٹ: آخری سوال لازمی ہے باقی کوئی سے چار سوال حل کریں۔

سوال نمبر1: درج ذیل اصطلاحات کی تعریفات لکھیں؟ (۲۰)

محروم، محجوب، عصبة، ذوی الفروض، مناسخة، تخارج، جد صحیح، جدة فاسدة، مخرج، ذوی الارحام

سوال نمبر2: (i) جد صحیح کے احوال لکھیں؟ (۵)

(ii) مقاسمۃ الجد سے کیا مراد ہے؟ مثالیں دے کر واضح کریں؟ (۱۰)

(iii) مخرج قائم کرنے کا طریقہ لکھیں؟ (۵)

سوال نمبر3: (i) اخوات علیہ کے احوال لکھیں اور ہر حالت کی مثال دیں؟ (۱۰)

(ii) احوال ام بمع امثلہ تحریر کریں؟ (۵)

سوال نمبر4: ترك ثلاث بنات ابن بعضهن أسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن أخر بعضهن أسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن ابن أخر بعضهن أسفل من بعض .

(i) عبارت کا ترجمہ لکھیں اور مفہوم بیان کریں؟ (۵)

(ii) علم میراث کے فنی انداز سے صورت مسئلہ بنا کر حل کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر5: ومحمد رحمه الله تعالى يأخذ الصفة من الأصل حال

القسمة عليه والعدد من الفروع كما اذا ترك ابنى بنت بنت بنت وبنت ابن بنت بنت وبنتى بنت ابن بنت .

(i) ترجمہ کریں اور مفہوم بیان کریں؟ (۵)

(ii) صورت مسئلہ بنا کر حل کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر 6: درج ذیل میں سے چار کے احوال لکھیں:

زوجہ، خنثیٰ، مفقود، مرتد، حمل، بنت الابن (۲۰)

سوال نمبر 7: درج ذیل میں سے چار صورتوں کی تصحیح کریں؟

میت	(۵)
زوجات ۲، جدات ۶، بنات ۱۰، اعمام ۷	

میت	(۵)
زوجات ۴، بنات ۹، جدات ۶	

میت	(۵)
زوجہ، جدہ ،ام، بنت، اخت عینیہ، عم	

میت	(۵)
اب ام بنات ۵	

میت	(۵)
زوجہ، ام، ابن قاتل، اخت عینیہ ۲، اخت علیہ ۲، اخت خیفیہ ۲	

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿دوسرا پرچہ: علم الفرائض﴾

سوال نمبر 1: درج ذیل اصطلاحات کی تعریفات لکھیں:

(۱) محروم۔ (۲) محجوب۔ (۳) عصبة۔ (۴) ذوی الفروض۔ (۵) مناسخة۔ (۶) تخارج۔ (۷) جد صحیح۔ (۸) جدة فاسدة۔ (۹) مخرج۔ (۱۰) ذوی الارحام۔

جواب: اصطلاحات علم میراث کی تعریفات:

۱- محروم: وہ آدمی ہے، جو مورث کو قتل کرنے یا کفر اختیار کرنے کے سبب وراثت سے محروم رہے۔

۲- محجوب: وہ آدمی ہے، جو دوسرے وارث کے موجود ہوتے ہوئے وراثت سے حصہ نہ پائے یا کم مقدار میں وراثت پائے لیکن دوسرے وارث کے فوت ہو جانے پر وراثت کا حقدار بن جائے۔

۳- عصبہ: وہ شخص ہے جس کا میت کے ساتھ رشتہ ظاہر کرنے کے لیے درمیان میں مؤنث (عورت) واسطہ نہ بنے مثلاً اولاد ام ذوات فروض۔

۴- ذوی الفروض: وہ ورثاء ہیں جن کے حصص قرآن کریم، احادیث مبارکہ یا اجماع امت میں مقرر کیے گئے ہوں۔

۵- مناسخہ: میت کے ورثاء میں سے جو تقسیم وراثت سے پہلے وفات پا جائے۔ اس کی وراثت بھی دوسرے ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔

۶- تخارج: وہ آدمی ہے، جس کو ورثاء میت تقسیم میراث سے پہلے کچھ مقدار میں رقم فراہم کر کے فارغ کر دیں اور تمام مال وراثت آپس میں تقسیم کر لیں۔

۷- **جد صحیح:** وہ آدمی ہے جب اسے میت کی طرف منسوب کیا جائے تو درمیان میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے جیسے: دادا اور پوتا کے درمیان کسی عورت کا واسطہ موجود نہیں ہے۔

۸- **جدہ فاسدہ:** یہ ایسی جدہ (دادی) ہے کہ اس کی نسبت میت کی طرف کرنے سے درمیان میں جد فاسد کا واسطہ آئے۔

۹- **مخرج:** اس کا لغوی معنیٰ ہے: جائے خروج۔ علم الفرائض کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ سب سے چھوٹا عدد ہے، جس کے سبب کسی کسر کے بغیر تمام ورثاء کے حصص ان میں پورے پورے تقسیم ہو سکتے ہوں۔

۱۰- **ذوی الارحام:** میت کے وہ اعزاء و اقارب ہیں جو ذوی الفروض اور عصبات کے سوا ہوں جیسے: نواسی، نواسہ اور پھوپھی۔

سوال نمبر 2: (الف) جد صحیح کے احوال لکھیں؟

(ب) مقاسمۃ الجد سے کیا مراد ہے؟ مثالیں دے کر واضح کریں؟

(ج) مخرج قائم کرنے کا طریقہ لکھیں؟

جواب: (الف) جد صحیح کے احوال:

جد صحیح کے چار احوال ہیں:

1- چھٹا حصہ ملتا ہے بشرطیکہ میت نے بیٹا۔ یا پوتا چھوڑا ہو مثال:

میت

دادا	بیٹا/پوتا
چھٹا حصہ (1/6)	بقیہ 5

2- چھٹا حصہ ملتا ہے۔ ذوی الفروض کو حصص دینے کے بعد باقی ماندہ وراثت سے بھی حصہ پائے گا۔ مثال:

میت

دادا	بیٹا/پوتا
چھٹا حصہ (1/6) + بقیہ	نصف حصہ (½)
2+1=3	3

3- ذوی الفروض کو حصص دینے کے بعد باقی ماندہ سب ملتا ہے جبکہ میت نے بیٹا، بیٹی، پوتا یا پوتی نہ چھوڑی ہو۔ مثال:

میت

دادا	بیٹا/پوتا
بقیہ	نصف حصہ (½)
1	1

4- باپ موجود ہونے کی صورت میں محروم رہے، اس لیے کہ میت کا رشتہ باپ سے زیادہ قریب ہے بنسبت دادا کے۔ مثال:

میت

باپ	بیٹا	دادا
چھٹا حصہ (1/6)	بقیہ	محروم

جواب: (ب) مقاسمۃ الجد کی تعریف اور حکم:

لفظ "جد" کا معنیٰ ہے: دادا۔ مقاسمہ کا مطلب ہے مال وراثت تقسیم کرتے وقت دادا کو بھائی کی حیثیت پر لانا تا کہ اس کا حصہ قلیل ہو بشرطیکہ دوسرے بہن بھائی بھی موجود ہوں۔ وراثت میں علاتی بہن بھائیوں اور دوسرے ورثاء کو شامل کیا جائے گا۔ دادا کو بھائی کے قائمقام کرنے کی وجہ سے علاتی بھائی خود بخود فارغ قرار پائیں گے اور وہ حصہ کے حقدار نہیں رہیں گے۔ اس صورت میں دادا کو حصہ دے کر باقی ماندہ وراثت حقیقی بہن بھائیوں میں تقسیم کی جائے گی۔

(ج) مخرج قائم کرنے کا طریقہ:

وراثت تقسیم کرتے وقت مخارج الفروض بنانے کے بعد تقسیم وراثت کی جائے گی۔ اس کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے:

قرآن کریم میں مقرر کردہ کل حصص چھ ہیں۔ وہ دو حصوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ تین ایک قسم میں شامل ہیں اور تین دوسری قسم میں داخل ہیں۔ پہلی قسم میں: نصف، ربع اور ثمن ہیں۔ دوسری قسم میں تین یہ ہیں: دو ثلث، ایک ثلث اور سدس۔ ان میں تضعیف کا حساب کیا جائے گا' تضعیف کا حساب یوں ہو سکتا ہے کہ ثمن کا دو چند ربع اور ربع کا دو چند نصف ہو جائے گا۔ سدس کا دو چند ثلث اور ثلث کا دو چند دو ثلث کی صورت ہو گی۔ تنصیف کے اعتبار سے یوں کہا جا سکتا ہے نصف کو نصف کرنے سے ربع اور ربع کو نصف کرنے سے ثمن ہو گا۔ علی ھذا القیاس دو ثلث کو نصف کرنے سے ایک ثلث اور ثلث کو نصف کرنے سے سدس ہو جائے گا۔

سوال نمبر 3: (الف) اخوات علیہ کے احوال لکھیں اور ہر حالت کی مثال دیں؟

(ب) احوال ام مع امثلہ تحریر کریں؟

جواب: اخوات علیہ کے احوال:

اخوات علیہ کے کل سات احوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- نصف ملتا ہے جبکہ باپ شریک بہن اکیلی ہو اور اس کے ساتھ کوئی حقیقی بہن نہ ہو مثال:

میت

باپ شریک بہن	چچا
آدھا حصہ (½)	بقیہ 1

۲- دو تہائی حصہ ملتا ہے جبکہ باپ شریک بہن دو یا زائد ہوں اور ان کے ساتھ حقیقی بہن نہ ہو مثال:

میت

باپ شریک بہن+باپ شریک بہن	چچا
دو تہائی حصہ (2/3)	بقیہ 1

۳- چھٹا حصہ ملتا ہے جب باپ شریک بہن ایک یا ایک سے زائد ہوں بشرطیکہ ان کے ساتھ ایک حقیقی بہن بھی موجود ہو مثال:

میت

حقیقی بہن	باپ شریک بہن	چچا
آدھا حصہ (½)	چھٹا حصہ (1/6)	بقیہ
3	1	2

۴- میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا جب باپ شریک بہن ایک یا ایک سے زائد ہوں جبکہ ان کے ساتھ دو حقیقی بہنیں ہوں یا ایک حقیقی بھائی بشرطیکہ باپ شریک بھائی نہ ہو مثال:

میت

حقیقی بہن+حقیقی بہن	باپ شریک بہن	چچا
دو تہائی حصہ (2/3)	محروم	بقیہ
1-2-1		1

۵- ذوی الفروض میں تقسیم کے بعد باقی ماندہ سب ملتا ہے جبکہ باپ شریک بہن کے ساتھ باپ شریک بھائی بھی موجود ہو۔ میت کی حقیقی بہن موجود ہو یا موجود نہ ہو مثال:

میت

حقیقی بہن+حقیقی بہن	باپ شریک بہن+باپ شریک بہن
دو تہائی حصہ 2/3	بقیہ۔
1-2-1	1
3,3	2-3-1

۶- ذوی الفروض میں تقسیم کرنے کے بعد باقی ماندہ رقم سب ملتی ہے جبکہ باپ شریک

بہن کے ساتھ میت کی بیٹی، پوتی یا پڑپوتی بھی ہو۔ مثال:

میت

بیٹی	باپ شریک بہن
آدھا حصہ (½)	بقیہ 1

۷- میت کی وراثت سے کچھ نہیں ملتا جبکہ اس کے ساتھ میت کا باپ، دادا، بیٹا، پوتا یا پڑپوتا موجود ہو مثال:

میت

باپ	حقیقی بہن	باپ شریک بہن	باپ شریک بھائی
کل ترکہ 1	محروم	محروم	محروم

(ب) ماں کے احوال مع امثلہ:

ماں کے کل احوال تین ہیں، جو درج ذیل ہیں:

1-(i) چھٹا حصہ ملے گا جبکہ میت کی ماں کے ساتھ میت کا بیٹا، بیٹی، پوتی، پڑپوتی، پڑپوتا موجود ہو مثال:

میت

ماں	بیٹا
چھٹا حصہ (1/6)	بقیہ
1	5

(ii) میت کی ماں کے ساتھ میت کے دو بہن بھائی ہوں، وہ خواہ حقیقی باپ شریک یا ماں شریک ہوں مثال:

میت

ماں	بہن+بھائی
چھٹا حصہ (1/6)	بقیہ
1	5

3 5-15-10

2-(i) خاوند یا بیوی کا حصہ نکال کر باقی ماندہ ترکہ سے ایک تہائی حصہ ملتا ہے۔ جب شوہر فوت ہو جائے اور اس کے دیگر ورثاء کے علاوہ اس کی زوجہ، باپ، چچا اور ماں موجود ہوں مثال:

میت

بیوی	ماں	باپ	چچا
چوتھا حصہ (1/4)	ایک تہائی حصہ (1/3)	بقیہ 6	محروم
3	3		

(ii) بیوی فوت ہو جانے کی صورت میں اس کے دیگر ورثاء کے علاوہ اس کا شوہر، باپ، چچا اور ماں سب موجود ہوں مثال:

میت

شوہر	ماں	باپ	چچا
آدھا حصہ (½)	ایک تہائی حصہ (1/3)	بقیہ 1	محروم
3	1		

3- کل مال کا ایک تہائی ملتا ہے۔

(i) جب میت کا بیٹا، بیٹی، پوتی/ پڑپوتا یا پڑپوتی موجود نہ ہو مثال:

میت

ماں	باپ
ایک تہائی حصہ (1/3)	بقیہ
1	2

(ii) جب میت کے دو یا دو سے زیادہ کسی بھی طرح کے بہن بھائی موجود نہ ہوں مثال:

میت

ماں	بہن	چچا
ایک تہائی حصہ (1/3)	آدھا حصہ (½)	بقیہ 1

(iii) جب شوہر فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کے ساتھ اس کی زوجہ اور باپ/ چچا دونوں میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو مثال:

میت

ماں	بہن	چچا
ایک تہائی حصہ (1/3)	چوتھائی حصہ (1/4)	بقیہ 5

(iv) جب زوجہ فوت ہو جائے تو اس کے دوسرے ورثاء کے ساتھ اس کا شوہر اور باپ/ چچا میں سے کوئی موجود نہ ہو مثال:

میت

ماں	شوہر	بھائی
ایک تہائی حصہ (1/3)	نصف حصہ (1/4)	بقیہ
2	3	1

سوال نمبر 4: ترك ثلاث بنات ابن بعضهن أسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن أخر بعضهن أسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن ابن أخر بعضهن أسفل من بعض .

(i) عبارت کا ترجمہ لکھیں اور مفہوم بیان کریں؟

(ii) علم میراث کے فنی انداز سے صورت مسئلہ بنا کر حل کریں؟

جواب: (i) ترجمہ عبارت:

جب کسی نے تین پوتیاں اس طرح چھوڑی ہوں کہ بعض بعض سے نیچے ہوں۔ پھر دوسرے بیٹے نے بھی تین پوتیاں چھوڑی ہوں جن میں سے بعض بعض سے نیچے ہوں۔ تیسرے بیٹے کے بیٹے نے بھی تین پوتیاں چھوڑی ہوں

جن میں سے بعض بعض سے نیچے ہوں۔

مفہوم عبارت: اس عبارت میں تین فریقوں کا ذکر ہے۔ اس کی تفصیل قدرے یوں ہے کہ فریق اوّل کی علیا کے مقابلے میں کوئی نہیں ہے، فریق اوّل کے وسطٰی کے مقابلہ میں فریق ثانی کی علیا ہے اور فریق اوّل کی وسطٰی کے مقابل فریق ثانی کی وسطٰی اور فریق ثالث کی علیا ہے۔ فریق ثانی کی سفلیٰ اس کے مقابلہ میں فریق ثالث کی وسطٰی ہے جبکہ فریق ثالث کی سفلیٰ کا کوئی مقابل موجود نہیں ہے۔

(ii) صورت مسئلہ کی تفصیل:

مندرجہ بالا عبارت کی صورت مسئلہ یوں ہو گی کہ زید کے تین بیٹے تھے: (۱) عمر۔ (۲) بکر۔ (۳) خالد۔ ان تینوں کا زید کی حیات میں انتقال ہو گیا جبکہ تینوں کی اولاد سے تین بیٹیاں ہیں۔ عمر کی ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک پڑپوتی ہے۔ بکر کی ایک پوتی اور ایک پڑپوتی جبکہ ایک سکڑ پوتی موجود تھی۔ خالد کی ایک پڑپوتی، ایک سکڑ پوتی اور ایک لکڑ پوتی موجود تھی۔

جب زید کا انتقال ہوا تو اس نے عمر کی اولاد سے تین پوتیاں چھوڑیں اور ان میں سے بعض، بعض سے نیچے تھیں۔ وہ اس طرح کہ عمر کی اولاد میں تین بیٹیاں موجود تھیں یعنی ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک پڑپوتی۔ زید کی رشتہ میں ایک پوتی، ایک پڑپوتی اور ایک سکڑ پوتی ہے۔ چونکہ پہلی لڑکی پوتی بنتی ہے، اس لیے مصنف کتاب نے یوں بیان کر دیا کہ میت نے تین پوتیاں چھوڑی ہیں؛ جن میں سے بعض بعض سے نیچے ہیں۔ زید نے تین پڑپوتیاں چھوڑی تھیں، کیونکہ اس کی اولاد سے جو تین لڑکیاں ہیں ان میں سے پہلی اس کی پڑپوتی ہے۔ زید نے سکڑ پوتیاں چھوڑی ہیں، اس لیے کہ بکر کی اولاد میں سے جو تین لڑکیاں تھیں ان میں سے سب سے پہلی اس کی سکڑ پوتی ہے۔ اس طرح یہ کل تین ہو گئے۔

۱- عمر کی اولاد

۲- بکر کی اولاد

۳- خالد کی اولاد

تینوں میں سے ہر فریق کی تین تین بنات ہیں: (۱) علیا۔ (۲) وسطیٰ۔ (۳) سفلیٰ۔ پہلے فریق کی علیا کے مقابل دوسرے اور تیسرے فریق سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ پہلے فریق کی وسطیٰ کے مقابل میں دوسرے فریق کی وسطیٰ ہے جبکہ تیسرے فریق کی علیا ہے۔ دوسرے فریق کی وسطیٰ کے مقابل تیسرے فریق کی وسطیٰ ہے۔ تیسرے فریق کی وسطیٰ کے مقابل کوئی بھی موجود نہیں ہے۔

سوال نمبر5: ومحمد رحمه الله تعالى يأخذ الصفة من الأصل حال القسمة عليه والعدد من الفروع كما اذا ترك ابنى بنت بنت بنت وبنت ابن بنت بنت وبنتي بنت ابن بنت .

(i) ترجمہ کریں اور مفہوم بیان کریں؟

(ii) صورت مسئلہ بنا کر حل کریں؟

جواب: (i) ترجمہ عبارت:

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اصول پر تقسیم کرنے کی صورت میں اصل کی صفت تسلیم کرتے ہیں اور فرع کا عدد بھی لیتے ہیں مثلاً جب میت نے نواسی کے دو بیٹوں، نواسی کے بیٹے کی بیٹی کو اور نواسے کی بیٹی کی دو بیٹیوں کو چھوڑا ہو۔

مفہوم عبارت: مندرجہ بالا عبارت کا مفہوم درج ذیل ہے:

میت کی میراث سے حصہ دیتے وقت دو امور کو مدنظر رکھا جاتا ہے:

۱۔ وہ مرد ہے یا عورت؟

۲۔ حصہ داروں کی تعداد کتنی ہے؟

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میراث (ترکہ) تقسیم کرتے وقت تذکیر و تانیث کو اصل حالت میں رکھتے ہیں مگر اصل میں تعداد فروع کو بھی مدنظر رکھتے ہیں اور اصل کی تعداد کا لحاظ بالکل نہیں کرتے۔

(ii) صورت مسئلہ کی تفصیل:

علم الفرائض کی فنی حیثیت سے صورت مسئلہ یوں ہے کہ میت نے نواسی کی بیٹی کے دو

بیٹے، نواسی کے بیٹے کی بیٹی اور نواسے کی بیٹی کی دو بیٹیاں چھوڑی ہوں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے کے مطابق ترکہ ابدان فروع کے اعتبار سے تقسیم ہوگا۔ بطن رابع میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ لہٰذا دو بیٹے چار بیٹیوں کے قائمقام ہیں۔ اس طرح سات بیٹیاں ہوئیں، جن میں سات حصص تقسیم ہوں گے۔ جن میں سے دو دو بیٹوں کو اور ایک ایک بیٹیوں کو ملیں گے۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تقسیم وراثت اس طرح ہوگی کہ بطن اول میں تین بیٹیاں ہیں، جن میں اختلاف نہیں ہے۔ لہٰذا ان میں تقسیم کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ بطن ثانی میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ بیٹا ہونے میں اس کا اعتراف کریں گے مگر اصل میں فروع کی تعداد کو پیش نظر رکھا جائے۔ ایک بیٹی کی اولاد سے دو بیٹے ہیں تو وہ دو بیٹیاں تصور کی جائیں گی۔ دوسری بیٹی کے فروع میں ایک بیٹی ہے، لہٰذا اسے ایک ہی تصور کیا جائے گا۔ بطن ثانی سے تین بیٹیاں ہیں اور لڑکے کے فروع میں دو بیٹیاں ہیں۔ اس طرح ایک بیٹے کو دو بیٹے قرار دیں گے جو چار بیٹیوں کے قائمقام ہوں گے۔ علیٰ هذا القياس ساتوں بیٹیاں ہوں گی، پھر انہیں دو حصہ میں تقسیم کیا گیا، ایک بیٹوں کا گروپ جو چار کے قائمقام ہے اور دوسرا گروپ بیٹیوں کا ہے، جو تین کے برابر ہے۔ اس طرح کل مال وراثت کو سات حصوں میں تقسیم کریں گے۔ ان میں سے تین حصے بیٹوں جبکہ چار حصص بیٹیوں کو دیے جائیں گے۔ بیٹے کے چار حصص، بطن ثالث کی بیٹی کو دیے جائیں گے۔ پھر بطن رابع کی دو بیٹیوں کو دیے جائیں گے۔

سوال نمبر6: درج ذیل میں سے چار کے احوال لکھیں؟

(۱) زوجه . (۲) خنثى . (۳) مفقود . (۴) مرتد . (۵) حمل . (۶) بنت الابن .

جواب: اصطلاحات کی تعریفات:

مندرجہ بالا کے احوال درج ذیل ہیں:

۱-زوجہ کے احوال:

(i) چوتھا حصہ ملتا ہے جبکہ میت نے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی نہ چھوڑا ہو مثال:

میت

بیوی	بھائی
چوتھا حصہ (1/4)	بقیہ
1	3

(ii) آٹھواں حصہ ملتا ہے جبکہ میت نے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی نہ چھوڑا ہو مثال:

میت

آٹھواں حصہ (1/8)	بقیہ 7

۲-خنثیٰ کے احوال

خنثیٰ سے مراد وہ انسانی جنس ہے جس میں تذکیر و تانیث دونوں کی علامات موجود ہوں یا دونوں کی علامات نہ ہوں۔ اگر خنثیٰ اگر مرد کی طرح پیشاب کرتا ہو تو اسے مذکر اور اگر عورت کی طرح پیشاب کرتا ہو تو اسے مؤنث قرار دیا جائے گا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق حصہ دیا جائے گا۔ اگر وہ مرد اور عورت دونوں کی طرح پیشاب کرتا ہو تو اسے مؤنث قرار دیا جائے گا اور مؤنث والا حصہ دیا جائے گا۔ مثال:

میت

شوہر	باپ	خنثیٰ (بھائی)
نصف حصہ (½)	بقیہ	محروم
1	1	-

۳-مفقود کی وراثت:

جب کوئی شخص گم ہو جائے اور اس کی موت یا حیات کا علم نہ ہو سکے تو ذاتی دولت کے اعتبار سے اسے زندہ قرار دیا جائے اور غیر کے مال کے اعتبار سے اسے مردہ قرار دیا جائے گا یعنی اسے دوسرے کے مال سے وراثت نہیں ملے گی، تاہم جب اس کی عمر سات سال کی ہو تو اسے مردہ قرار دیا جائے گا اور اس کی دولت بطور ترکہ ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔

۴-مرتد کی وراثت کا مسئلہ:

جب کوئی شخص اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لے، تو اسے مرتد کہا جاتا ہے۔ وہ کسی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اس کے مرنے پر اس کا وہ مال جو حالت ایمان میں کمایا تھا، سے اس کا قرضہ ادا کیا جائے گا اور باقی ماندہ ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ مرتد ہونے کے بعد اس کی کمائی ہوئی دولت سے اس کا قرضہ ادا کرنے کے بعد باقیماندہ دولت غرباء و فقراء میں تقسیم کی جائے گی۔

۵-حمل کی وراثت:

کسی خاتون کے بطن میں ایسا بچہ موجود ہو جو کسی کا وارث ہو سکتا ہو، تو ورثاء کے لیے بہترین صورت یہ ہے کہ تقسیم وراثت کے مسئلہ میں اس کی پیدائش تک انتظار کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حمل مذکر ہو سکتا ہے اور مؤنث بھی۔ مذکر و مؤنث کا حصہ وراثت الگ الگ ہے۔ وضع حمل سے قبل اس ترکہ کی تقسیم شرعی نہیں ہو سکتی۔

۶-بنت الابن کے احوال:

بنت الابن کے چھ احوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

1-نصف حصہ ملتا ہے جبکہ پوتی ایک ہو اور میت کا بیٹا و بیٹی نہ ہو۔ مثال:

میت

شوہر	پوتی	چچا
چوتھا حصہ (1/4)	نصف حصہ (½)	بقیہ
1	2	1

2-چھٹا حصہ ملتا ہے بشرطیکہ پوتی ایک ہو یا ایک سے زائد ہوں اور اس کے ساتھ میت کی ایک بیٹی ہو۔مثال:

میت

بیوی	بیٹی	پوتی + پوتی	چچا
آٹھواں حصہ (1/8)	نصف (½)	چھٹا حصہ (1/6)	بقیہ
3	12	2-4-2	5

3-دو تہائی حصہ ملتا ہے بشرطیکہ پوتیاں دو یا دو سے زائد ہوں اور ان کے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی بھی نہ ہو۔مثال:

میت

بیوی	چچا	پوتی + پوتی
آٹھواں حصہ (1/8)	بقیہ	دو تہائی حصہ (2/3)
3	5	8-6-8

4-ذوی الفرض کو دینے کے بعد جو کچھ بچے وہ سب ملتا ہے بشرطیکہ پوتیوں کے ساتھ میت کی دو بیٹیوں کے علاوہ پوتا یا پڑپوتا بھی ہو۔مثال:

میت

باپ	بیٹی	پوتی + پوتا
چھٹا حصہ (1/6)	نصف (½)	بقیہ
1	3	2
3	9	4-6-2

5-میت کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملتا بشرطیکہ پوتیوں کے ساتھ میت کی دو بیٹیاں بھی ہوں جبکہ میت کا پوتا یا پڑپوتا نہ ہو۔مثال:

میت

بیوی	بیٹی + بیٹی	پوتی	چچا
آٹھواں حصہ (1/8)	نصف (2/3)	محروم	بقیہ
3	8-16-8	-	5

6-میت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملتا بشرطیکہ میت کا بیٹا موجود ہو۔مثال:

میت

باپ	پوتی	پوتی	بیٹا
چھٹا حصہ (1/6)	محروم	محروم	بقیہ
1	-	-	5

سوال نمبر 7: درج ذیل میں سے چار صورتوں کی تصحیح کریں؟

میت
زوجات ۲، جدات ۶، بنات ۱۰، اعمام ۷

(۵) میت
زوجات ۴، بنات ۹، جدات ۶

(۵) میت
زوجه جده ام بنت اخت عینیه عم

(۵) میت
اب ام بناتْ ۵

(۵) میت
زوجه، ام، ابن قاتل، اخت عینیه ۲، اخت علیه ۲، اخت خیفیه ۲

جواب:

1-میت

زوجات 2	جدات 6	بنات 10	اعمام 7
1/6	1/6	1/3	بقیہ

2-میت

زوجات4	بنات9	جدات6
1/6	1/3	بقیہ

3-میت

زوجہ	جدہ	ام	بنت	اخت عینیہ	عم
1/6	1/6	1/6	1/2	×	بقیہ

4-میت

اب	ام	بنات5
بقیہ	×	1/5

5-میت

زوجہ	ام	ابن قاتل	اخت عینیہ 2	اخت علیہ 2	اخت خفیہ 2
1/8	×	کل جائیداد کاوارث	×	×	×

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولىٰ"

الموافق سنة ۱۴۳۵ھ/2014ء

﴿الورقة الثالثة: فقه و اصول فقه﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی ہر حصہ سے دو دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: (i) هدایه و صاحب هدایه پر کم از کم بیس سطروں پر مشتمل تعارفی نوٹ لکھیں؟ (۱۰)

(ii) توضیح و تلویح کا تعارف اس انداز سے کریں کہ مصنف و مصنَّف اور شارح کا بیان آجائے؟ (۱۰)

القسم الاوّل...... فقه

سوال نمبر 2: "یکره لحوم الاتن والبانها وابوال الابل۔"

(الف) ابوال الابل کی کراہیت وعدم کراہیت کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں؟ (۱۰)

(ب) کیا سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا جائز ہے یا ناجائز؟ اپنا موقف مع الدلیل تحریر کریں؟ (۵)

(ج) کیا قول فاسق معاملات و دیانات میں قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ مع الدلیل تحریر کریں؟ (۵)

سوال نمبر 3: (i) جنایات کا لغوی وشرعی معنی تحریر کریں؟ (۵)

(ii) قتل کی اقسام مع تعریفات سپردِ قلم کریں؟ (۱۰)

(iii) قصاص فیما دون النفس کی وضاحت وموجبات لکھیں؟ (۵)

سوال نمبر 4: وان ترك الذابح التسمية عمدا فالذبيحة ميتة لا تؤكل وان تركها ناسيا أكل .

(i) مذکورہ عبارت کا ترجمہ وتشریح لکھیں؟ (۵)

(ii) مذکورہ مسائل میں اختلاف آئمہ مع الدلائل تحریر کریں؟ (۱۰)

(iii) ذبائح اور اضحیہ کا لغوی واصطلاحی معنی لکھیں؟ (۵)

القسم الثانی...... اصول الفقه

سوال نمبر 5: درج ذیل میں سے ہر ایک کا لغوی واصطلاحی معنی لکھیں اوران میں فرق واضح کرتے ہوئے ذیلی اقسام لکھیں:

مصلی، خبر، مجلی، نسخ، استثناء، مسئله، طرد، عکس، الحمل، الاستقراء (۲۰)

سوال نمبر 6: "ثم اعلم انه لايراد بالاحكام الكل لان الحوادث لاتكاد تتناهى، ولا يجمع احكامها، ولا يراد كل واحد لثبوت لا ادرى، ولا بعض له نسبة معينة بالكل كالنصف او الا اكثر للجهل به، ولا التهيؤ للكل اذ التهيؤ البعيد قد يوجد لغير الفقيه ."

(i) عبارت کس کی ہے؟ کس مسئلے کا بیان ہے؟ کل کتنے مذاہب ہیں؟ مذہب مختار کیا ہے؟ (۱۰)

(ii) لا ادری کس نے کہا تھا جس سے استدلال کیا گیا ہے؟ تهیؤ سے کیا مراد ہے؟ (۱۰)

سوال نمبر 7: (i) کیا شے واحد کئی علوم کا موضوع بن سکتی ہے؟ شارح نے اس پر کیا بحث فرمائی ہے؟ تفصیلاً بحث کریں؟ (۱۰)

(ii) برهان کی کتنی قسمیں ہیں؟ تعریف ومثال دیں۔ تطبیق وتمانع کا استعمال کہاں اور کیسے کیا جاتا ہے؟ (۱۰)

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پرچہ سوم: فقہ واصول فقہ﴾

سوال نمبر 1: (الف) هدایه و صاحب هدایه پر کم از کم بیس سطروں پر مشتمل تعارفی نوٹ لکھیں؟

(ب) توضیح و تلویح کا تعارف اس انداز سے کریں کہ مصنِف و مصنَف اور شارح کا بیان آجائے۔؟

جواب: (الف) هدایه و صاحب هدایه کا تعارف:

صاحب ہدایہ کا نام: علی، کنیت: ابوالحسن، باپ کا نام: ابوبکر، دادا کا نام: عبدالجلیل اور نسبت: المرغینانی ہے۔ پورا نام یوں ہوا: "ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ" ۵۱۱ھ کو فرغانہ کے مشہور شہر "مرغینان" میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر ماوراء النہر میں واقع ہے، جس کے مشرق میں کاشغر اور مغرب کی سمت میں سمرقند واقع ہے۔ علامہ مرغینانی کا شجرہ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سن شعور کو پہنچتے ہی حصول تعلیم کا آغاز کر دیا اور وقت کے ممتاز فضلاء سے علوم وفنون کی تکمیل کی۔ صاحب ہدایہ کے اساتذہ میں علامہ حسام الدین عمر بن عبدالعزیز، مفتی ثقلین نجم الدین ابوحفص عمر نسفی، علامہ ضیاء الدین محمد بن حسین، علامہ ابوعثمان عمرو بیکندی اور علامہ احمد بن عبدالرشید بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ تاحیات درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مصروف رہے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ بالخصوص فقہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علامہ محمود بن احمد، امام قاضی خاں، علامہ ظہیر الدین بن محمد اور علامہ ابونصر احمد بن مہدی وغیرہ فقہاء آپ کے ہمعصر تھے۔ آپ نے تدریس کے نتیجہ میں ایک طرف کثیر تعداد میں مفسرین، محدثین اور فقہاء کی شکل میں یادگار ممتاز فضلاء چھوڑے اور دوسری طرف کثیر تعداد میں تصانیف چھوڑی ہیں۔ آپ کی چند مشہور تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) بدوية المبتدي۔ (۲) كفاية المنتهى۔ (۳) ہداية المنتقى۔ (۴) التجنيس والمزيد (۵) مناسک حج۔ (۶) مختارات النوازل۔ (۷) نشر المذہب۔ (۸) کتاب الفرائض (۹) الہدایہ۔

آپ تاحیات علوم وفنون کی تدریس اور تصنیف میں مشغول رہے۔ بالآخر ۵۹۳ھ میں وصال فرمایا۔

خصوصیات ہدایہ:

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مایہ ناز کتاب "فقہ حنفی" کا عظیم اور بے مثال خزانہ ہے جس نے مصنف کو ہمیشہ کے لیے زندہ رکھا ہے۔ اس لازوال تصنیف لطیف کی چند ایک خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱- ہدایہ کو فقہ حنفی کا عظیم خزینہ اور اولین ماخذ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

۲- اس کی افادیت واہمیت کے پیش نظر مختلف زبانوں میں اس کے تراجم، حواشی اور شروحات لکھی جا چکی ہیں۔

۳- اس کے زمانہ تصنیف سے لے کر تا عصر حاضر محققین، اساتذہ اور طلباء اس سے استفادہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔

۴- ہدایہ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ ابتداء مصنف نے اسے اسی جلدوں میں مکمل کیا تھا۔ پھر اس کی تلخیص چار جلدوں میں کی، جو ہدایہ اولین اور ہدایہ آخرین کے نام سے مشہور ہیں۔

۵- زمانہ تصنیف سے لے کر تا دور حاضر "ہدایہ" نامی کتاب دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصاب کی زینت بنی ہوئی ہے۔

۶- یہ کتاب فقہ حنفی کا وہ سرمایہ ہے جس میں زندگی بھر کے تمام مسائل مع عقلی ونقلی دلائل کے موجود ہیں۔

۱- مصنف تنقیح وتوضیح کا تعارف

تنقیح اور توضیح الگ الگ دو کتب ہیں، تنقیح اصل کتاب ہے جبکہ توضیح اس کی شرح

ہے۔ دونوں کتب کے مصنف علامہ صدر الشریعہ الاصغر عبید اللہ بن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ انہوں نے ابتدائی عمر میں حصول علوم اسلامیہ کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے ممتاز فقہاء اور شیوخ سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی۔ آپ کے علمی جلالت واستحکام کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ایک دفعہ علامہ قطب رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی اہم مسئلہ پر آپ سے مباحثہ کرنے کا قصد کیا تو علامہ مبارک علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ پر ان سے مباحثہ نہ کیا۔ اس بات سے ان کے علمی مقام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آپ تاحیات تدریس وتصنیف میں مشغول رہے۔ بالآخر ۶۸۰ھ میں وصال کیا۔ شارع آباد میں اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آپ سے کثیر تصانیف یادگار ہیں، جن میں زیادہ مشہور تنقیح وتوضیح ہے۔

اصول فقہ میں آپ کی یہ تصنیف حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کتب کی افادیت واہمیت کے باعث ان کے حواشی اور شروحات لکھی گئی ہیں۔

۲- تلویح اور صاحب تلویح کا تعارف

علامہ سعد الدین مسعود تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ "تلویح" کے مصنف ہیں اور یہ کتاب اصول فقہ کی مشہور کتاب توضیح کی شرح ہے جبکہ توضیح "تنقیح" کی شرح ہے۔ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ ۷۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں انتہائی درجہ کے غبی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بے مثل ذہانت وفطانت سے نوازا۔ آپ نے اپنے وقت کے ممتاز فقہاء وفضلاء سے علوم وفنون کی تحصیل فرمائی جن میں علامہ عضد اور علامہ قطب رازی رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ تاحیات تدریس میں مشغول رہے۔ تدریس کے نتیجہ میں آپ سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

علامہ شمس الدین محمد بن احمد خصومی، علامہ عبد الواقع بن خضر، علامہ برہان الدین حیدر بن احمد اور علامہ جلال الدین یوسف وغیرہ۔

آپ نے ۷۹۲ھ میں وصال فرمایا۔

آپ کی یادگار اور مشہور تصانیف میں سے ایک ''تلویح'' ہے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور اصول حدیث وغیرہ میں کتب تصنیف فرمائی ہیں لیکن سب سے زیادہ شہرت ''تلویح'' کو حاصل ہوئی۔ یہ کتاب اپنی فنی اہمیت کے باعث مدارس دینیہ کے نصاب میں شامل ہے۔

قسم اوّل: فقہ

سوال نمبر2: ''یکرہ لحوم الاتن والبانھا وابوال الابل۔''

(الف) ابوال الابل کی کراہیت وعدم کراہیت کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں؟

(ب) کیا سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا جائز ہے یا ناجائز؟ اپنا مؤقف مع الدلیل تحریر کریں؟

(ج) کیا قول فاسق معاملات ودیانات میں قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ مع الدلیل تحریر کریں؟

جواب: (الف) ابوال الابل کی کراہت وعدم کراہت میں مذاہب آئمہ:

تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پلید ہے اور اہل ظاہر اسے پاک قرار دیتے ہیں۔ تاہم ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب بھی دیگر جانوروں کی طرح پلید ہے۔ ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

اول: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ویحرم علیھم الخبائث۔'' یعنی مسلمانوں پر خبیث اشیاء حرام قرار دی گئی ہیں۔ خبیث ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے طبیعت نفرت کرتی ہے! یہ ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کو بھی شامل ہے۔

ثانی: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتقوا البول فانہ اوّل ما یحاسب بہ العبد فی القبر۔ تم پیشاب سے احتراز کرو، کیونکہ قبر میں سب سے پہلے اس بارے میں پوچھا جائے گا۔

ثالث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استنزھوا عن البول فان عامۃ عذاب القبر منہ۔ تم پیشاب سے بچو، کیونکہ عموماً یہ عذاب قبر کا سبب بنتا ہے۔

۲- صاحبین اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ پیشاب پاک ہے۔ اس بارے میں ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

اول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے: ان فی ابوال الابل شفاء للذروۃ بطونھم۔ تمہارے اونٹوں کے پیشاب میں پیٹ کے امراض کا علاج ہے۔

ثانی: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اشربوا من البانھا وابوالھا۔'' تم جانوروں کا دودھ اور پیشاب نوش کرو۔''

ثالث: حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: لاباس ببول ما اکل لحمہ۔ ''یعنی ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ کی طرف سے صاحبین اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

۱- یہ احادیث مبارکہ منسوخ ہیں۔

۲- یہ روایات ''الا ما اضطررتم الیہ'' پر محمول ہیں۔

(ب) سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت:

جس طرح مرد کے لیے سونا حرام ہے، اسی طرح سونے اور چاندی کے برتنوں کو کھانے پینے کے لیے استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ ہمارے اس مؤقف کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے چاندی کے برتن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشروب پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انما یجرجر فی بطنه نار جهنم. بیشک وہ اپنے شکم میں آگ بھرتا ہے۔"

۳- سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے پینے کی حرمت وممانعت پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع کر دیا تھا کہ ہم سونے اور چاندی کے برتن میں کھائیں یا پئیں۔

(ج) قول فاسق کا حکم:

فاسق اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا عمل شریعت کے خلاف ہو مثلاً وہ کبائر کا مرتکب ہوتا ہو۔ اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

اول: فاسق تغابی: ایسا فاسق ہے' جو کبائر سے احتراز کرتا ہے مگر کبھی کبھار ان کا ارتکاب کر لیتا ہے۔

ثانی: فاسق الہام: وہ شخص ہے' جو نتائج اور انجام کی پرواہ کیے بغیر مسلسل کبائر کا ارتکاب کرتا ہے۔

ثالث: فاسق جحود: وہ شخص ہے' جو کبائر کو جائز تصور کر کے ان کا ارتکاب کرتا ہے۔ ایسا شخص ایمان سے فارغ ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

معاملات اور دیانات میں فاسق کا قول ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ البتہ کسی ضرورت شدیدہ کے تحت تسلیم کیا جا سکتا ہے جس کے انکار کی وجہ سے معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو سکتا ہو اور اضطراری حالت میں احکام میں گنجائش پیدا کرنا جائز ہے۔ مثلاً ضرورت اور مجبوری کی بنا پر لقمہ حرام کھانا جائز ہے لیکن عام حالت میں حرام ہے۔

سوال نمبر 3: (الف) جنایات کا لغوی وشرعی معنیٰ تحریر کریں؟

(ب) قتل کی اقسام مع تعریفات سپرد قلم کریں؟

(ج) قصاص فیما دون النفس کی وضاحت وموجبات لکھیں؟

جواب: (الف) جنایات کا لغوی وشرعی معنیٰ:

لفظ "جنایات" جنایۃ کی جمع ہے، اس کا لغوی معنیٰ ہے: نافرمانی کرنا، برائی کرنا۔ اس کا شرعی معنیٰ ہے: ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جو (شرعی طور پر) حرام ہو۔ اس کا تعلق اعضاء سے ہو یا نفوس سے۔ مثلاً کسی شخص کو اعضاء سے محروم کر دینا یا جان سے۔

(ب) اقسام قتل اور ان کا حکم:

قتل کی پانچ اقسام ہیں، ان کی تعریفات اور حکم درج ذیل ہے:

۱- قتل عمد: کسی تیز دھار آلہ مثلاً چھری اور چاقو وغیرہ سے کسی کو قتل کر دینا۔

حکم: یہ قتل بہت بڑا جرم ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔ بلکہ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ قرآن میں اس کی وعید یوں بیان کی گئی ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا (القرآن)

"جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔"

۲- قتل شبہ عمد: ایسا قتل ہے جس میں لاٹھی، کوڑا، پتھر یا ہاتھ استعمال کیا جائے۔

حکم: ایسے قتل کا مرتکب بھی نہایت گناہگار ہے، اس پر کفارہ واجب ہے۔ یعنی ایک غلام آزاد کرنا یا دو ماہ کے روزے رکھنا۔ علاوہ ازیں عصبہ پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے۔ وہ ایک سو اونٹ ہے' جو تین سال کی مدت میں ادا کیے جائیں گے۔ قاتل میراث سے محروم بھی رہے گا۔

۳- قتل خطاء: قاتل کے گمان میں غلطی ہوئی کہ اس نے شکار کو نشانہ بنایا لیکن انسان زد میں آ گیا یا اس کا ارادہ مرتد کے قتل کا تھا لیکن مسلم نشانہ کا شکار ہو گیا۔

حکم: اس قتل میں قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور عصبہ (خاندان) پر دیت واجب ہوتی ہے' جو تین سال میں ادا کریں گے۔ قاتل میراث سے محروم رہے گا۔

۴-قائمقام خطاء: جو شخص سوتے میں کسی پر گر گیا اور وہ ہلاک ہو گیا یا چھت سے کسی پر گرا اور وہ مر گیا۔

حکم: اس کا حکم بھی "قتل خطاء" والا ہے۔

۵-قتل بالسبب: جب کسی شخص نے دوسرے کی زمین میں کنواں کھودا یا پتھر رکھ دیا یا راستہ میں لکڑی رکھ دی تو کوئی شخص کنویں میں گرا یا پتھر وغیرہ سے ٹکرا کر ہلاک ہو گیا۔

حکم: اس صورت میں قاتل کے عصبہ پر دیت واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہوگا۔

(ج) "قصاص فیمادون النفس" کی وضاحت:

نفس سے کم (جان کو ضائع کرنے کے علاوہ) قصاص سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے قتل کے علاوہ کوئی نقصان پہنچا ہو، اس کی مناسبت سے اس سے بدلہ لیا جائے گا' مثلاً کسی کی آنکھ پھوڑ ڈالی جس سے اس کی بینائی ختم ہو گئی یا کسی کی ناک کاٹ ڈالی یا دانت توڑ ڈالا یا ہاتھ کاٹ دیا یا انگلی توڑ دی۔ گویا کسی بھی عضو کو ضائع کرنے سے قصاص ضرور لیا جائے گا مگر قصاص میں دیانتداری کو مدنظر رکھا جائے گا۔

احناف کے نزدیک کسی کے قتل یا عضو کاٹنے کے علاوہ قصاص نہیں لیا جائے گا یعنی زخمی کرنے سے قصاص واجب نہیں ہوگا۔ دانت کے علاوہ کوئی ہڈی توڑنے میں بھی قصاص نہیں ہے۔ اس بارے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "ہڈی میں قصاص نہیں ہے۔"

سوال نمبر4: وان ترك الذابح التسمية عمدا فالذبيحة ميتة لا تؤكل وان تركها ناسيا أكل .

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ وتشریح لکھیں؟

(ب) مذکورہ مسائل میں اختلاف آئمہ مع الدلائل تحریر کریں؟

(ج) ذبائح اور اضحیہ کا لغوی واصطلاحی معنی لکھیں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

اور اگر ذبح کرنے والے نے عمداً بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دی تو ذبح شدہ جانور حرام تصور

کیا جائے گا جو کھایا نہیں جائے گا اور اگر کسی نے بھول کر تسمیہ ترک کر دی تو وہ جانور (گوشت) کھایا جائے گا۔

تشریح: صاحب ہدایہ نے اس عبارت میں ذبح سے متعلق دو مسائل بیان کیے ہیں' جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

اول: جب ذابح کوئی جانور ذبح کرتے وقت عمداً (جان بوجھ کر) بسم اللہ نہ پڑھے اور جانور ذبح کر ڈالے تو ذبح شدہ جانور حرام قرار پائے گا اور اس کا کھانا منع (حرام) ہے۔ اس جانور کا گوشت پرندوں وغیرہ کو کھلا دیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھنا، ذبح کا رکن اعظم تھا، جو اس نے عمداً ترک کر دیا۔

ثانی: جب کسی جانور کو ذبح کرتے وقت قصداً نہیں بلکہ بھول کر بسم اللہ پڑھنا چھوٹ گئی اور جانور ذبح کر دیا گیا، تو وہ حرام نہیں ہوگا۔ وہ جانور (گوشت) کھایا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ذبح کا رکن اعظم (تسمیہ) قصداً نہیں چھوٹا اور بھول کر اس کا رہ جانا پڑھنے کے حکم میں ہے۔

(ب) مذکورہ مسائل میں مذاہب آئمہ:

مندرجہ بالا مسائل میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف بالتفصیل صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے کہ اگر کسی جانور کو ذبح کے وقت تسمیہ قصداً چھوڑ دی گئی تو ذبح شدہ جانور حرام ہوگا اور اس کا کھانا جائز نہیں ہوگا۔ آپ کی دلیل وہ مشہور حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان کے دل میں تسمیہ موجود ہے۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی خواہ عمداً نہ پڑھی یا بھول کر نہ پڑھی، تو وہ جانور حرام قرار پائے گا اور اس کا گوشت کھانا بھی حرام ہے، کیونکہ ذبح کا رکن اعظم فوت ہو گیا ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کیا کرو۔

(ج) ''ذبائح'' اور ''اضحیہ'' کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

۱- ذبائح: لفظ ''ذبائح'' ذبح کی جمع ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: ختم کرنا، کاٹنا۔ اس کا شرعی یا اصطلاحی معنیٰ ہے: بسم اللہ پڑھ کر کسی جانور کے حلقوم کو تیز دھار آلہ کے ساتھ اس طرح کاٹ دینا جس سے کم از کم حلقوم کی چار رگیں کٹ جائیں۔ ایسا جانور حلال قرار پائے گا اور اس کا کھانا بھی حلال ہوگا۔

۲- اضحیہ: لفظ ''اضحیۃ'' دراصل ''اضحویۃ'' تھا۔ واؤ اور یاء دونوں ایک کلمہ میں جمع ہوئیں، واؤ کو یاء سے تبدیل کیا اور یاء کو یاء میں ادغام کیا تو ''اضحیۃ'' ہوگیا اور اس کی جمع ''اضاحی'' ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: الگ کرنا، کاٹنا۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنیٰ ہے: مخصوص جانور کو مخصوص دنوں میں مخصوص طریقہ کے مطابق ذبح کرنا۔

قسم ثانی: اصول فقہ

سوال نمبر5: درج ذیل میں سے ہر ایک کا لغوی واصطلاحی معنی لکھیں اور ان میں فرق واضح کرتے ہوئے ذیلی اقسام لکھیں:

(۱) مصلی۔ (۲) خبر۔ (۳) مجلی۔ (۴) نسخ۔ (۵) استثناء۔ (۶) مسئلہ۔ (۷) طرد۔ (۸) عکس۔ (۹) الحمل۔ (۱۰) الاستقرار۔

جواب: اصطلاحات کے مفاہیم اور ان کی ذیلی اقسام:

۱- مصلی: صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ثلاثی مزید فیہ: اس کا لغوی معنی ہے: دعا کرنے والا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: حصول طہارت کے بعد تمام شرائط وفرائض کے ساتھ عبادت وریاضت کرنے والا۔ وہ عبادت فرض ہوسکتی ہے، واجب بھی اور نوافل بھی۔

۲- خبر: لغوی معنیٰ اطلاع دینا ہے اور اصطلاحی معنیٰ ہے: کسی مسئلہ کی وضاحت کرنا ہے۔ اس کا اطلاق حدیث نبوی پر بھی ہوتا ہے۔

۳- مجلی: صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ثلاثی مزید فیہ۔ لغوی معنی ہے: کھولنے والا۔ شرعی معنیٰ ہے: کسی مسئلہ کی توضیح وتشریح کرنے والا۔

۴- نسخ: یہ ثلاثی مجرد کا مصدر ہے، جس کا لغوی معنیٰ ہے: ختم کرنا اور شرعی معنیٰ ہے: ایک حکم کو ختم کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم نافذ کرنا۔

۵- استثناء: یہ باب استفعال ثلاثی مزید فیہ کا مصدر ہے، جس کا لغوی معنیٰ علیحدہ کرنا، الگ کرنا۔ اصطلاح میں اس سے مراد ایسا کلام ہے' جو دو حکموں پر مشتمل ہو۔ کلام کے پہلے حصے کا حکم الگ اور استثناء کے بعد والے حصہ کا حکم الگ ہو۔

۶- مسئلہ: اس کا لغوی معنیٰ دریافت کرنا، پوچھنا ہے اور اصطلاحی معنیٰ ہے کسی شرعی حکم کو دلیل سے ثابت کرنا۔

۷- طرد: اس کا لغوی معنیٰ ہے: زیادہ واقع ہونا۔ شرعی معنیٰ ہے: حد سچی ہونے کی بنا پر محدود کا بھی سچا ہونا۔

۸- عکس: اس کا لغوی معنیٰ ہے: الٹ۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: حد کے منتفی ہونے پر محدود کا بھی منتفی ہونا۔

۹- الحمل: یہ مصدر ہے، جس کا لغوی معنیٰ ہے: اٹھانا۔ اصطلاحی وشرعی معنیٰ ہے: وہ بچہ جو ابھی شکم مادر میں موجود ہو۔

۱۰- الاستقراء: یہ ثلاثی مزید فیہ باب استفعال کا مصدر ہے جس کا لغوی معنیٰ ہے ٹھہرنا ہے۔ اصطلاحی معنیٰ ہے: شوہر کے نطفہ کا زوجہ کے رحم میں قرار پکڑنا۔

سوال نمبر6: ''**ثم اعلم انه لایراد بالاحکام الکل لان الحوادث لاتکاد تتناهی، ولا یجمع احکامها، ولا یراد کل واحد لثبوت لا ادری، ولا بعض له نسبة معینة بالکل کالنصف او الاکثر للجهل به، ولا التهیؤ للکل اذا التهیؤ البعید قد یوجد لغیر الفقیه.**''

(الف) عبارت کس کی ہے؟ کس مسئلے کا بیان ہے؟ کل کتنے مذاہب ہیں۔ مذہب مختار کیا ہے؟

(ب) **لا ادری** کس نے کہا: تھا جس سے استدلال کیا گیا ہے؟ **تهیؤ** سے کیا مراد ہے؟

جواب: (الف) عبارت کی نشاندہی:

یہ عبارت تنقیح اور توضیح کے مصنف علامہ عبیداللہ بن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے۔

عبارت مذکورہ کا موضوع: علامہ عبیداللہ بن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''توضیح'' میں فقہ کی تعریف کے ضمن میں لفظ ''احکام'' کا اضافہ کیا تھا، اب اس عبارت میں اس لفظ کے اضافہ کی وجہ اور اس کا مفہوم متعین فرما رہے ہیں۔

مذاہب کی تعداد: فقہ کی تعریف کے ضمن میں مصنف نے تین مذاہب کا ذکر کر کے ان کا رد بلیغ کیا تھا، وہ تین مذاہب درج ذیل ہیں:

اول: معتزلہ

دوم: اشاعرہ

سوم: امام رازی

مذہب مختار: مصنف موصوف نے تین مذاہب بیان کرنے کے بعد ان کا رد کیا۔ پھر اس کے بعد اہل سنت کے مذہب کو، مذہب مختار قرار دیا ہے۔

جواب: (ب) لَا اَدْرِیْ کس نے کہا

ایک دفعہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں چالیس احکام (مسائل) پیش کیے گئے تھے، جن میں سے چار کا آپ نے جواب دیا۔ پھر چھتیس (36) کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا: لا ادری (یعنی میں نہیں جانتا)

تفیہ کا مفہوم: معروف سکالر علامہ میر سید شریف علی جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ ''تفیہ'' کی تعریف بایں الفاظ کرتے ہیں:

وھو کون الشخص بحیث یعلم بالاجتھاد وحکم کل واحد من الحوادث۔

''کسی آدمی کا اس اعتبار پر ہونا کہ پیش آنے والے حوادثات کا حل اپنے اجتہاد کی بنا پر نکال سکے۔''

سوال نمبر 7: (الف) کیا شے واحد کئی علوم کا موضوع بن سکتی ہے؟ شارح نے اس پر کیا بحث فرمائی ہے؟ تفصیلاً بحث کریں۔

(ب) برھان کی کتنی قسمیں ہیں؟ تعریف و مثال دیں۔ تطبیق و تمانع کا استعمال کہاں اور کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب: (الف) شیء واحد کا دو علوم کا موضوع ہونا:

احکام کے عوارض کے ضمن میں مصنف نے ایک علمی بحث کا آغاز کیا ہے۔ وہ بحث یہ ہے کہ کیا شیئ واحد دو مختلف علوم کا موضوع ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ ایک شیء دو مختلف علوم کا موضوع نہیں بن سکتی' کیونکہ اس سے اجتماع ضدین لازم آئے گا اور اجتماع ضدین محال ہے۔ مصنف موصوف کا نقطہ نظر جمہور کے مؤقف کے خلاف ہے، وہ ان کا رد کر کے واضح کرنا چاہتے ہیں کہ شیء واحد دو علوم کا موضوع بن سکتے ہے۔ جن لوگوں کا نقطہ نظر اس کے منافی ہے، وہ غلط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیء واحد کے مختلف مقاصد و اغراض ہو سکتی ہیں۔ اس طرح ہر علم کے عوارض کی بحث الگ الگ ہو گی۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ شیء واحد دو علوم کا موضوع بن سکتی ہے۔

جواب: (ب) تعریف برہان:

وہ قیاس ہے' جو قضائے یقینیہ سے مرکب ہو خواہ بدیہیہ ہوں یا نظریہ ہوں جو بدیہیہ پر منتہی ہو سکتے ہوں۔ بدیہیات چھ اشیاء ہیں، جو یہ ہیں:

(۱) اولیات۔ (۲) فطریات۔ (۳) حدسیات۔ (۴) مشاہدات۔ (۵) تجربات۔ (۶) متواترات۔

اقسام برہان: اقسام برہان دو ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- برہان لمی: وہ برہان ہے، جس میں حد اوسط ذہن اور خارج میں حکم کے لیے علت بنے مثلاً زید متعفن الاخلاط و کل متعفن الاخلاط محموم، اس کا نتیجہ آئے ہو گا: زید محموم۔

۲- برہان انی: وہ برہان ہے جس میں حد اوسط ذہن میں حکم کے لیے علت بن سکتی ہو اور خارج میں نہ بن سکتی ہو مثلاً زید محموم و کل محموم متعفن الاخلاط تو نتیجہ آئے ہوگا: زید متعفن الاخلاط۔

تطبیق وتمانع کی وضاحت:

تطبیق: جب دو دلائل میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہو۔ ان میں ایسی صورت پیدا کر کہ وہ تعارض باقی نہ رہے مثلاً ارشاد خداوندی ہے: "فاقرء وا ما تیسر من القرآن" قرآن سے جو تمہیں آسان معلوم ہو (زبانی یاد ہو) وہ پڑھو۔ حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: لا صلٰوۃ الا بفاتحۃ الکتاب (یعنی سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی) قرآن کا حکم عام ہے اور حدیث کا حکم خاص ہے۔ دونوں سے تعارض اس طرح ختم کیا جائے گا کہ نماز میں مطلق قرآن کا پڑھنا فرض ہے اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

تمانع: مخالف نے حکم کی جو علت بیان کی ہو، اس کی علت سے اس طرح منع کرنا کہ معلل کہے کہ میرے حکم کی علت یہ ہو سکتی ہے۔ اس کے برعکس سائل یوں کہہ دے کہ اس حکم کی علت یہ نہیں جو آپ نے بیان کی ہے یا یوں کہے کہ یہی علت فلاں جگہ موجود ہے مگر حکم نہیں پایا جا رہا۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولٰى"

الموافق سنة ۱۴۳۵ھ/2014ء

﴿الورقة الرابعة: اصول الحديث واصول التحقيق﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے باقی دونوں قسموں سے دو، دو سوال حل کریں۔

القسم الاوّل...... اصول الحديث

سوال نمبر 1: (الف) مدلس کے لغوی معنیٰ، خبر مدلس کی تعریف، وجہ تسمیہ اور حکم بیان کریں؟ (۱۵)

(ب) خفی اور خبر مدلس میں فرق واضح کریں؟ (۵)

سوال نمبر 2: خبر معلق کی تعریف اور اس کی چار صورتیں بیان کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر 3: مسند کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور تعریف کے فوائد قیود تحریر کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر 4: صحابی، تابعی اور مخضرم کی تعریف کریں؟ نیز ابن حجر کے نزدیک وہ کون سی واحد صورت ہے جس کے تحت مخضرم کو صحابہ کرام میں شمار کیا جا سکتا ہے؟ (۱۵)

القسم الثانی...... اصول التحقيق

سوال نمبر 5: (۱) علمی بحث و تحقیق کے مناہج پر نوٹ تحریر کریں؟ (۱۵)

(۲) معیار کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام بیان کریں؟ (۱۰)

سوال نمبر 6: (الف) لائبریری میں حاصل شدہ سہولیات پر نوٹ تحریر کریں؟ (۱۰)

(ب) آپ لائبریری میں کتاب کیسے تلاش کر سکتے ہیں؟ تفصیلاً بیان کریں؟ (۱۰)

(ج) کم از کم پانچ لائبریریوں کے نام مع مقامات تحریر کریں؟ (۵)

سوال نمبر 7: (الف) کتابوں کی ترتیب اور اصناف بندی کے نظام کو تفصیلاً بیان کریں؟ (۱۵)

(ب) عربی واسلامی تحقیق کے جدید ذرائع مختصراً بیان کریں؟ (۱۰)

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2014ء

پرچہ چہارم: اصول الحدیث والتحقیق

القسم الاول...... اصول الحدیث

سوال نمبر 1: (الف) مدلس کے لغوی معنیٰ، خبر مدلس کی تعریف، وجہ تسمیہ اور حکم بیان کریں؟

(ب) خفی اور خبر مدلس میں فرق واضح کریں؟

جواب: (الف) مدلس کا لغوی معنیٰ:

لفظ "مدلس" ثلاثی مزید فیہ، باب تفعیل سے، واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: کسی چیز کے عیب کو مشتری کی نظر سے پوشیدہ رکھنا۔

خبر مدلس کی تعریف: کسی روایت کے سلسلہ سند میں راوی اپنے اوپر کا راوی چھوڑ دے اور اس کے اوپر کے راوی سے روایت بیان کر دے۔ اس عمل کو "تدلیس"، ایسا کرنے والے کو مدلّس اور جس روایت میں ایسا ہوا ہو، اسے مدلَّس کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ اور حکم: روایت کا راوی اپنے اوپر سے راوی کو فارغ کر کے اس سے اوپر والے راوی کے حوالے سے روایت کو نقل کر دیتا ہے۔

تدلیس ایک معیوب اور قابل نفرت عمل ہے مگر متروک من السند راوی اگر نابالغ، عدم شہرت اور عدم جاہ وجلال والا ہو تو معیوب نہیں تصور کیا جائے گا بلکہ خوب تر ہو گا۔

(ب) خفی اور خبر مدلس میں فرق:

خفی اور مدلس کی صورت درج ذیل ہے:

خفی: اس سے مراد وہ روایت ہے جس کی سند سے الفاظ حذف شدہ ہوں۔ اسے ماہر

فن اور اسناد کی علل میں مہارت تامہ رکھنے والے لوگ معلوم کر سکتے ہیں۔

مدلس: اس سے مراد وہ روایت ہے: راوی اس کے سلسلہ سند میں اپنے اوپر والے راوی کو حذف کر کے اس سے اوپر والے راوی کے حوالے سے روایت بیان کرے۔ دونوں کی تعریفوں سے دونوں میں فرق عیاں ہے۔

سوال نمبر2: خبر معلق کی تعریف اور اس کی چار صورتیں بیان کریں؟

جواب: خبر معلق کی تعریف:

معلق کا لغوی معنیٰ ہے: لٹکانا۔ اس کی اصطلاحی تعریف یوں کی جاتی ہے: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آغاز سے ایک یا زیادہ راوی مسلسل حذف کیے گئے ہوں۔

خبر معلق کی صورتیں:

خبر معلق کی چار صورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

اول: روایت کی پوری سند کو حذف کر دینا اور یوں کہنا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا و کذا۔

دوم: روایت کی سند حذف کی جائے صرف تابعی یا صحابی کے حوالے سے روایت بیان کی جائے۔

سوم: حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یوں نقل فرماتے ہیں: وقال ابو موسیٰ غَطّی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکبتیہ حین دخل عثمان۔

چہارم: وہ روایت ہے جس کے سلسلہ کے آغاز سے کسی راوی کو حذف کیا جائے۔

سوال نمبر3: مسند کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور تعریف کے فوائد قیود تحریر کریں؟

جواب: مسند کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ:

"مسند" ثلاثی مزید فیہ باب افعال سے اسم مفعول واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: بیان کرنا، نسبت کرنا، منسوب کرنا۔ اس کا شرعی اور اصطلاحی مطلب ہے: وہ روایت ہے جس کا سلسلہ سند حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہو۔

قیود کے فوائد: راوی، روایت براہ راست حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتا ہے جبکہ درمیان سے تابعی اور صحابی کو ترک کر دیتا ہے۔

سوال نمبر4: صحابی، تابعی اور مخضرم کی تعریف کریں نیز ابن حجر کے نزدیک وہ کون سی واحد صورت ہے، جس کے تحت مخضرم کو صحابہ کرام میں شمار کیا جا سکتا ہے؟

جواب: صحابی، تابعی اور مخضرم کی تعریفات:

۱-صحابی: وہ آدمی ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا ہو اور حالت ایمان میں وہ دنیا سے رخصت ہوا ہو جیسے: حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۲-تابعی: وہ آدمی ہے جس نے حالت ایمان میں صحابی کی مجلس کو پایا ہو اور حالت ایمان میں وہ دنیا سے رخصت ہوا ہو مثلاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۳-مخضرم: وہ آدمی ہے جس نے زمانہ جاہلیت پایا ہو پھر اعلان نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس صحبت میں بیٹھنے کا اعزاز حاصل کیا ہو اور ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا ہو جیسے: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

القسم الثانی ...... اصول التحقیق

سوال نمبر5: (الف) علمی بحث و تحقیق کے مناہج پر نوٹ تحریر کریں؟

(ب) معیار کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام بیان کریں؟

جواب: (الف) علمی بحث اور تحقیق کے مناہج:

علمی بحث اور تحقیق کے مناہج کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- تقابلی تحقیق: اس میں دو زمانوں، دو ریاستوں، دو شخصیات، دو کتابوں، دو اسالیب، دو فلسفوں یا ایک ہی نوعیت کے دو امور کے درمیان موازنہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

i-صورت مشابہت

ii-صورت اختلاف

محقق ان دونوں صورتوں میں سے ایک کو اختیار کر سکتا ہے۔

2-بیانیہ تحقیق: اس میں کسی چیز کی حقیقت کو بیان کرنے کی جدوجہد کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر علاقائی سکول کی عمارت، معیشت کے معیار اور درآمدات و برآمدات کی تفصیلات بیان کرنا۔

3-تقییمی تحقیق: اس قسم میں کسی چیز کے مثبت یا منفی پہلو کا تحقیقی جائزہ لے کر اس کی بہتر کے لیے تجاویز مرتب کی جاتی ہیں۔

4-تاریخی تحقیق: اس قسم میں کسی چیز کی صورتحال یا متعین زمانہ کا تاریخی جائزہ لے کر تحقیق کی جاتی ہے۔

5-شماریاتی تحقیق: اس قسم میں بنیادی معلومات کو اکٹھا کرنے اور ان کا شماریاتی انداز میں تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

6-ترابطی تحقیق: اس قسم میں مختلف اشیاء کے درمیان تعلق و ربط اور درجہ بندی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

i-مثبت ربط

ii-منفی ربط

7-تجرباتی تحقیق: اس قسم میں تجربہ وعمل کے لحاظ سے تحقیق کی جاتی ہے۔ پھر تجربات کی بنیاد پر مفید ومثبت تجاویز ترتیب دی جاتی ہیں۔

8-تجزیاتی تحقیق: اس میں مختلف امور میں تحقیق کر کے محقق ان کے بارے میں تجزیہ پیش کرتا ہے۔

9-تحقیق حال: اس قسم میں کسی ایک حالت پر تحقیق کی جاتی ہے اور محقق اسے معیار و مدار بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

10-تعریفی تحقیق: اس قسم کی تحقیق میں کسی چیز کی اصطلاحی تعریف کو پیش نظر رکھ کر تحقیق کی جاتی ہے اور کسی اہم مسئلہ پر پوری توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔

11-سببی تحقیق: اس قسم میں اشیاء کی علل واسباب معلوم کرنے کی جدوجہد کی جاتی ہے اور اس پر تحقیق کی جاتی ہے مثلاً کینسر کے اسباب وغیرہ۔

12-حاصلاتی تحقیق: اس قسم میں عامل کے نتائج وعواقب کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اور ان کی شناسائی پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔

(ب) معیار کے اعتبار سے اقسام تحقیق:

معیار کے لحاظ سے اقسام تحقیق درج ذیل ہیں:

1-دوران کلاس تحقیق: یہ تحقیق کالج یا یونیورسٹی میں لیکچرز یا تدریس کے دوران طلباء کو کروائی جاتی ہے۔ ہر معلم اپنے مضمون کے حوالے سے طلباء کو تحقیق کا موقع فراہم کرتا ہے تا کہ ان کی پوشیدہ صلاحیتوں میں نکھار آ جائے۔

2-ایم اے کا مقالہ: ایم اے کا مقالہ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ منتہی طلباء میں تحقیق کا مقصد نئی جہتوں اور جدید علوم کو سیکھنا ہے جن کی بنیاد پر آئندہ زمانہ میں کام کرنے کا طلباء میں ذوق پیدا ہو جائے۔

3-ایم فل کا مقالہ: ایم اے کے طلباء کو مزید تعلیمی ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے مختلف موضوعات پر تحقیقی مقالہ لکھنے کا کہا جاتا ہے تا کہ وہ اپنے اس مقالہ کو بنیاد بنا کر پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی لکھ سکیں۔

4-پی ایچ ڈی کا مقالہ: تحقیق کے معیار کو قائم رکھتے ہوئے محقق اساتذہ اپنی نگرانی میں اعلیٰ معیار پر مبنی طلباء کو مقالہ لکھاتے ہیں جس کا مقصد آئندہ عملی زندگی میں کسی بھی موضوع پر تحقیقی خدمات سرانجام دے سکے۔

سوال نمبر6: (الف) لائبریری میں حاصل شدہ سہولیات پر نوٹ تحریر کریں؟

(ب) آپ لائبریری میں کتاب کیسے تلاش کر سکتے ہیں تفصیلاً بیان کریں؟

(ج) کم از کم پانچ لائبریریوں کے نام مع مقامات تحریر کریں؟

جواب: (الف) لائبریری میں حاصل شدہ سہولیات:

ذخیرہ کتب کو ''لائبریری'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ طلباء کو اس میں مختلف موضوعات پر

مطلوبہ کتب عاریتاً پیش کی جاتی ہیں۔ لائبریرین طلباء کو کتب مہیا کرنے کا پابند ہوتا ہے یا ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ لائبریری میں طلباء کو جدید دور کے مطابق ہر ممکن سہولیات موجود ہوتی ہیں؛ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1-مراجع کا سیکشن: لائبریری کے اس حصہ میں بطور حوالہ استعمال ہونے والی معیاری اور متعدد مجلدات پر مشتمل کتب ہوتی ہیں۔

2-رسائل ومجلات کا مخصوص حصہ: ملک بھر سے شائع ہونے والے ماہنامہ اور سہ ماہی رسائل ومجلات کے لیے حصہ مخصوص کیا جاتا ہے۔

3-اخبارات کے لیے مخصوص حصہ: لائبریری میں مختلف ملکی اخبارات کے لیے بھی ایک حصہ مخصوص کیا جاتا ہے تا کہ طلباء ومحققین ان سے بآسانی استفادہ کر سکیں۔

4-انتظارگاہ: لائبریری میں طلباء، محققین اور دیگر اہل ذوق کے بیٹھنے کے لیے کمرے مخصوص ہوتے ہیں۔

5-نادرونایاب کتب کا شعبہ: لائبریری کے ایک حصہ میں نادرونایاب کتب رکھی جاتی ہیں تا کہ ان کی نگرانی وحفاظت کی طرف خصوصی توجہ دی جا سکے۔

6-مطالعہ کی جگہ: لائبریری میں اہل ذوق، طلباء اور محققین کے مطالعہ کے لیے کمرے مخصوص ہوتے ہیں تا کہ وہ انہماک کے ساتھ اپنا کام کر سکیں۔

7-مخطوطات کا شعبہ: لائبریری میں ایک شعبہ مخطوطات کے لیے مخصوص کیا جاتا ہے تا کہ اہل تحقیق ان سے ہر ممکن استفادہ کر سکیں۔

8-اجراء کتب کا شعبہ: لائبریری میں اجراء کتب کا شعبہ قائم ہوتا ہے تا کہ اہل ذوق اور اہل تحقیق کو گھر لے جانے کے لیے کتب کی سہولت بھی میسر ہو۔

9-فوٹو کاپی کی سہولت: طلباء، اہل ذوق اور محققین کی سہولت کے لیے لائبریری میں فوٹو کاپی کی سہولت بھی میسر ہوتی ہے۔

10-کتب رکھنے کے لیے الماریاں: لائبریری کا ذخیرہ کتب نہایت اہتمام واحتیاط کے ساتھ الماریوں میں رکھا جاتا ہے تا کہ ایک طرف وہ خراب ہونے سے محفوظ رہ سکے اور

دوسری طرف ان کا تلاش کرنا بھی آسان ہو۔

11-لائبریری کے شعبہ جات: لائبریری میں بیک وقت کئی شعبہ جات کام کرتے ہیں مثلاً اجراء کتب، اضافہ کتب، حفاظت کتب، تبادلہ کتب اور فوٹو کاپی وغیرہ کا شعبہ۔

12-مخصوص کمروں کی سہولت: دیگر سہولیات کے علاوہ لائبریری میں مخصوص کمروں کی بھی سہولت موجود ہوتی ہے تا کہ اہل تحقیق، اہل ذوق اور طلباء وغیرہ وہاں بیٹھ کر انہماک کے ساتھ مطالعہ کتب کر سکیں۔

(ب) لائبریری سے کتاب تلاش کرنے کا طریقہ:

لائبریریوں میں کتاب تلاش کرنے کے طریقہ کار مختلف ہوتے ہیں۔ اس حوالہ سے مشترکہ عناصر درج ذیل ہیں:

1-حصول کتاب کی شرائط: لائبریری سے حصول کتاب کے لیے کارڈ بنوانا یعنی لائبریری کی رکنیت حاصل کرنا شرط ہے۔

2-حصول کتاب کے اوقات: لائبریری سے حصول کتاب کے لیے اوقات مقرر ہیں۔ ان اوقات سے قبل یا بعد کتاب کا حصول ممکن نہیں ہے' کیونکہ لائبریری بند ہو گی۔

3-لائبریری سے حاصل کردہ کتب کی تعداد: لائبریری سے حاصل کردہ کتب کی تعداد متعین ہوتی ہے۔ لہٰذا اس تعداد سے زیادہ کتب کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔

4-کتاب واپس کرنے کی مدت: لائبریری کے اصول وضوابط کے مطابق کتاب واپس کرنے کی مدت کا تعین ہوتا ہے۔ اس مدت کے اندر جب چاہیں کتاب واپس کی جا سکتی ہے۔

5-وہ کتب جن کا اجراء نہیں ہو سکتا: لائبریری میں کچھ کتب ایسی ہوتی ہیں' جن سے اس کے اندر بیٹھ کر تو استفادہ کیا جاتا ہے لیکن ان کا اجراء ممکن نہیں ہوتا۔ وہ حوالہ جاتی، کئی مجلدات اور مخطوطات پر مشتمل کتب ہیں۔

6-محتاط انداز میں مہیا کی جانے والی کتب: لائبریری میں کچھ کتب ایسی ہوتی ہیں' جن کے اجراء کے لیے نہایت احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔ عموماً وہ کتب لائبریری کے آخری

وقت میں جاری کی جاتی ہیں اور اگلے دن صبح جمع کرانے کی شرط عائد کی جاتی ہے۔

7-کتاب تاخیر سے جمع کرانے کا جرمانہ: لائبریری کی طرف سے اجراء کی تاریخ سے مقررایام تک کتب اپنے پاس رکھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ مقررہ تاریخ کے بعد کتب جمع کرانے کی صورت میں جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

8-کتب ضائع ہو جانے کا جرمانہ: لائبریری سے حاصل کردہ کتب اگر ضائع ہو جائیں تو کتب کی موجودہ قیمت کی شکل میں ان کا جرمانہ جمع کرانا پڑتا ہے۔

(ج) چند لائبریریوں کے نام:

چند ایسی لائبریریوں کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں جن کا تعلق داتا کی نگری لاہور سے ہے۔

1-نعمانیہ لائبریری، جامعہ نعمانیہ، اندرون بھاٹی دروازہ، لاہور
2-رضا لائبریری، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
3-مرکز اہل سنت لائبریری، دارالعلوم حزب الاحناف، گنج بخش روڈ، لاہور
4-قائداعظم لائبریری، باغ جناح، مال روڈ، لاہور
5-دیال سنگھ لائبریری، نزد دیال سنگھ کالج، نسبت روڈ، لاہور

سوال نمبر 7: (الف) کتابوں کی ترتیب اور اصناف بندی کے نظام کو تفصیلاً بیان کریں؟

(ب) عربی واسلامی تحقیق کے جدید ذرائع مختصراً بیان کریں؟

جواب: (الف) کتب کی ترتیب اور اصناف بندی کے طریقے:

کتب کی ترتیب واصناف بندی کے حوالہ سے دو طریقے مروج ہیں:

1-کانگریس لائبریری کی کتب: اس نظام کے تحت لاکھوں کتب حروف تہجی کی ترتیب سے الماریوں میں لگائی جاتی ہیں۔ اس سے تلاش کتب آسان ہو جاتی ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

عام کتابیں	A	فلسفہ ودین	B
تاریخ ومعاون	C	غیر ملکی تاریخ	D
امریکی تاریخ	E-F	جغرافیہ اور انسانیت	G
عمرانیات	H	علم سیاست	J
قانون	K	تعلیم وتربیت	L
موسیقی	M	فنون لطیفہ	N
لغت وادب	P	سائنس	Q
میڈیکل	R	زراعت	S
فنی اصطلاحات	T	جنگی علوم	U
بحری علوم	V		

2-اشاری نظام: آج کے دور جدید میں دنیا بھر میں اشاری نظام زیادہ رائج ہے اور اسے پسند کیا جاتا ہے۔ اس نظام کے تحت لائبریری کی کتب الماریوں میں لگائی جاتی ہیں جس کا مختصر خاکہ درج ذیل ہے:

00	99	عام مراجع
100	199	فلسفہ
200	299	دین
300	399	عمرانیات
400	499	لغت
500	599	علم مجرد وعلم غیر مخلوط
600	699	اطلاقی علم
700	799	فنون وتفریحی علوم
800	899	ادب
900	999	تاریخ

(ب) عربی واسلامی تحقیق کے جدید ذرائع:

وہ علماء، محققین اور مصنفین جن سے ملاقات کے لیے طویل سفر، افراط زر اور قیمتی وقت خرچ کرنے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، انٹرنیٹ کے ذریعے ان سے رابطہ آسان ہو گیا ہے۔ سطور ذیل میں اسلامی وعربی سافٹ ویئر اور سرچ انجن کا تعارف پیش کرتے ہیں:

1- المصحف الرقمی: قرآن مجید کی آیات تلاش کرنے کے لیے ایک سافٹ ویئر تیار کیا گیا ہے اس کے ذریعے آیت تلاش کرنے کے دو طریقے ہیں:

۱- بحث

۲- تصفح

کمپیوٹر کے ذریعے اس سے مطلوبہ آیات تلاش کی جا سکتی ہیں۔ مدینہ منورہ سے ایک قرآن مجید شائع ہوا جو 604 صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے حاشیہ پر دو تفاسیر ہیں۔

۱- تفسیر جلالین

۲- تفسیر المیسر

اس سے بھی ترتیب صفحات کے اعتبار سے آیات بآسانی تلاش کی جا سکتی ہیں۔

2- مکتبہ تفسیر وعلوم القرآن: التراث کمپنی کی طرف سے تیار کردہ سافٹ ویئر ہے، جو قرآن مجید اور اس کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ جس میں آیات، لغات اور تفاسیر کا ذخیرہ موجود ہے۔

3- موسوعۃ الحدیث الشریف: مصر کی مشہور کمپنی "شرکت صخر لبرامج الحاسب" کا تیار کردہ ہے۔ اس میں حدیث کے حوالہ سے کام کیا گیا ہے، جو صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث پر مشتمل ہے۔ اس سافٹ ویئر کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱- الفاظ یا عبارت سے تلاش حدیث

۲- راویوں کی مکمل فہرست

۳- موضوع کے اعتبار سے ترتیب احادیث

۴- تخریج ذخیرہ احادیث

۵- اصول حدیث کا مکمل تعارف

۶- کتب کے مصنفین کا تعارف

۷- مطلوبہ حدیث کا پرنٹ حاصل کرنے کی سہولت

4- جامع الاحادیث: یہ سافٹ ویئر مشہور ایرانی کمپنی "مرکز البحوث الکمپیوترية للعلوم الاسلامية" کی طرف سے تیار کیا گیا ہے۔ یہ پروگرام 442 جلدوں، مصنفین اور 187 کتب پر مشتمل ہے۔ اس میں قرآن کے علاوہ نہج البلاغہ، صحیفہ سجادیہ، وسائل شیعہ اور کتب اربعہ وغیرہ کتب کا ذخیرہ بھی موجود ہے۔

5- المکتبۃ الالفیۃ للسنۃ النبویۃ: یہ سافٹ ویئر "التراث" کمپنی کا تیار کردہ ہے۔ اس میں کتب احادیث کو فنی اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔

6- مکتبۃ السیرۃ النبویۃ: یہ سافٹ ویئر بھی "التراث" کمپنی کی طرف سے تیار کیا گیا ہے، جس میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے کتب شامل کی گئی ہیں، ان کی ترتیب میں فن کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

7- مکتبۃ الاعلام والرجال: یہ سافٹ ویئر "العریس" کمپنی کی طرف سے تیار کیا گیا ہے، جس میں احوال رواۃ اور اسماء الرجال کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس حوالے سے یہ معلوماتی اور دلچسپ بھی ہے۔

8- مکتبۃ فقہ واصولہ: یہ سافٹ ویئر بھی "التراث" کمپنی نے تیار کیا ہے، جس میں فقہ اور اصول فقہ کو اصل موضوع بنایا گیا ہے۔ اسے اسلامی فقہ کا انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جا سکتا ہے۔

9- مکتبۃ التاریخ والحضارۃ الاسلامیۃ: یہ سافٹ ویئر تاریخ اسلام کے موضوع پر ہے، جو ایک سو پچاس مجلدات پر مشتمل ہے۔ اس میں نام کتاب، صفحات اور مقام اشاعت کی تفصیل بھی دی گئی ہے۔

10- مکتبۃ النحو والصرف: یہ سافٹ ویئر علم صرف اور فن نحو کے حوالے سے تیار کیا گیا ہے، جس میں صرف ونحو کی کتب کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

11- سبع معلقات: عربی ادب کی قدیم اور معیاری کتاب "سبع معلقات" کے حوالہ سے یہ سافٹ ویئر تیار کیا گیا ہے۔

12- مکتبة الاخلاق والزهد: یہ سافٹ ویئر اسلام کی بنیادی اور بامقصد تعلیمات پر مشتمل ہے۔ جس کی دور حاضر میں نوجوان نسل کو ضرورت تھی۔ اس میں موضوعاتی اعتبار سے ذخیرہ کتب جمع کیا گیا ہے۔

13- دیگر: علاوہ ازیں المتحرجم الکافی، عربی زبان وادب اور المکتبة الشاملة وغیرہ کے نام سے بھی سافٹ ویئر تیار کیے گئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولىٰ"

الموافق سنة ۱۴۳۵ھ/2014ء

﴿الورقة الخامسة: لشرح معانی الآثار﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظه: علیك ان تجیب عن اربعة فقط .

السوال الأول: عن سالم عن ابیه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان بلا لاینادی بلیل فکلوا واشربوا حتی ینادی ابن ام مکتوم .

(الف) ترجم الحدیث الی الاردیة؟ 5

(ب) اذکر مذاهب الأئمة الأربعة علیهم الرحمة مع دلائلهم فی التاذین للفجر ای وقت هو بعد طلوع الفجر ام قبل ذلك؟ 12

(ج) بین نظر الامام الطحاوی فی هذه المسئلة؟ 8

السوال الثانی: عن ابی الطفیلؓ ان معاذ بن جبل اخبره انهم خرجوا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم عام تبوك فکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یجمع بین الظهر والعصر والمغرب والعشاء .

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة؟ 5

(ب) اذکر اختلاف الائمة الاربعة فی الجمع بین الصلوتین مع دلائلهم ورجح مذهب الاحناف بطریق النظر؟ 20

السوال الثالث: حدثنا عبدالرحمٰن بن الاسود عن ابیه عن عائشة قالت رکعتان لم یکن رسول الله صلی الله علیه وسلم یدعهما سراً

ولاعلانية ركعتان قبل الصبح وركعتان بعد العصر .

(الف)ترجم الحديث الى الأردية؟ 5

(ب)اذكر مذاهب الأئمة الأربعة عليهم الرحمة دلائلهم فى الركعتين بعد العصر؟ 20

السوال الرابع: عن زرعة بن عبدالرحمٰن بن جرهد عن ابيه وكان من اصحاب الصفة انه قال جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم عندى وفخذى منكشفة فقال خمر عليك . اما علمت ان الفخذ عورة؟

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟ 10

(ب)بين مذاهب الأئمة الأربعة عليهم الرحمة مع دلائلهم فى ان الفخذ عورة؟ 15

السوال الخامس: عن زياد بن نعيم انه سمع زياد بن الحارث الصدائى قال اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما كان اوّل الصبح امرنى فاذنت ثم قام الى الصلوة فجاء بلال ليقيم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اخاصداء اذن ومن اذن فهو يقيم .

(الف)ترجم الحديث الى الاردية؟ 5

(ب)هل يجوزان يوذن رجل ويقيم الآخر؟ اذكر اختلاف الفقهاء الكرام عليهم الرحمة مع دلائلهم فى هذه المسئلة؟12

(ج)بين نظر الامام الطحاوى فى هذه المسئلة؟ 8

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پانچواں پرچہ: شرح معانی الآثار﴾

سوال نمبر1: عن سالم عن ابيه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان بلالا ينادى بليل فكلوا واشربوا حتى ينادى ابن ام مكتوم .

(الف)ترجم الحديث الى الاردية؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب)اذكر مذاهب الأئمة الأربعة عليهم الرحمة مع دلائلهم فى التاذين للفجر اى وقت هو؟ بعد طلوع الفجر ام قبل ذلك؟

(فجر کی اذان کا وقت طلوع فجر سے پہلے ہے یا بعد میں؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ اربعہ مع دلائل بیان کریں؟)

(ج)بين نظر الامام الطحاوى فى هذه المسئلة؟

(اس مسئلہ کے بارے میں نظر طحاوی بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک بلال رات کے وقت اذان کہتا ہے، تم کھاؤ اور پیو ابن ام مکتوم کے اذان کہنے تک۔

(ب) فجر کی اذان کے وقت کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

فجر کی اذان کا وقت طلوع فجر سے قبل ہے یا بعد میں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور دیگر آئمہ فقہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ فجر کی اذان کا وقت طلوع فجر سے قبل ہے۔ انہوں نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ اس میں صراحت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ طلوع فجر سے قبل اذان فجر پڑھا کرتے تھے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اذان فجر کا وقت طلوع فجر کے بعد اور نماز فجر کا وقت ہے۔ آپ نے بھی حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، اس روایت کے آخری حصہ میں موجود ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی تھے۔ لوگوں کے بتانے پر وہ طلوع فجر کے بعد اذان فجر پڑھا کرتے تھے اور یہ وقت نماز فجر کا ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیگر آئمہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لیے اذان نہیں پڑھتے تھے بلکہ نماز تہجد کے لیے لوگوں کو بیدار کرنے کے لیے پڑھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ نماز تہجد کا وقت طلوع فجر سے قبل ہے نہ کہ بعد میں۔ تاہم حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ نماز فجر کے لیے اذان پڑھتے تھے جو طلوع فجر کے بعد اور نماز فجر کا وقت ہوتا تھا۔

(ج) نظر طحاوی:

مسئلہ مذکورہ کے حوالے سے نظر امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ درج ذیل ہے:

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دیگر معلومات اربعہ کی طرح نماز فجر کی اذان بھی نماز فجر کے وقت میں پڑھی جاتی تھی۔ اس بات کی تائید حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت سے ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو طلوع فجر سے قبل اذان فجر پڑھنے سے منع کر دیا تھا۔

سوال نمبر 2: **عن ابی الطفیل ان معاذ بن جبل اخبرہ انھم خرجوا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام تبوک فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الظھر والعصر والمغرب والعشاء۔**

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذکر اختلاف الائمة الاربعة فی الجمع بین الصلوتین مع دلائلھم ورجح مذھب الاحناف بطریق النظر؟

(دو نمازوں کو جمع کرنے کے حوالے سے مذاہب مع دلائل بیان کریں؟ نظر طحاوی کے اسلوب پر مذہب احناف کو ترجیح دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے انہیں بیان کیا کہ غزوہ تبوک کے موقع پر وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ نے نماز ظہر اور نماز عصر جمع کر کے ادا فرمائیں اور اسی طرح نماز مغرب اور نماز عشاء ایک ساتھ پڑھی تھیں۔

(ب) دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے میں مذاہب آئمہ:

دریافت طلب یہ بات ہے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ نے اس ارشاد خداوندی سے استدلال کیا ہے: **ان الصلوٰة کانت علی المؤمنین کتابًا موقوتًا۔** "بیشک نماز اپنے اپنے وقت میں فرض کی گئی ہے۔" اس نص سے معلوم ہوا کہ کوئی نماز قبل از وقت ادا کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے ادا کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

۲- آئمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر ہے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے ادا کرنا جائز ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر نماز ظہر اور نماز عصر دونوں جمع کر کے ایک وقت میں ادا فرمائیں۔

اسی طرح آپ نے نماز مغرب اور نماز عشاء جمع کر کے ادا فرمائیں۔ اس سے جمع صلوٰتین کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) آئمہ ثلاثہ کی دلیل خبر واحد ہے اور ہماری دلیل نص قرآنی ہے، دونوں کا مقابلہ ہونے پر نص قطعی کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ (۲) اس روایت سے مراد جمع حقیقی نہیں بلکہ جمع صوری ہے یعنی نماز ظہر اس کے انتہائی آخری وقت میں اور نماز عصر اس کے ابتدائی وقت میں ادا فرمائی۔ اسی طرح نماز مغرب کو آخری وقت اور نماز عشاء کو اس کے ابتدائی وقت میں ادا فرمایا۔ یہ سب نمازیں اپنے اپنے وقت میں ادا ہوئیں۔

نظر طحاوی سے مذہب حنفی کو ترجیح

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ امام ابو اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یزید کو یوں فرماتے ہوئے سنا: دوران حج میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا، وہ نماز ظہر تاخیر سے اور نماز عصر جلدی ادا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ نماز مغرب تاخیر سے اور نماز عشاء کو جلدی ادا کرتے تھے اور نماز فجر اجالے میں ادا کرتے تھے۔

سوال نمبر 3: حدثنا عبدالرحمن بن الاسود عن ابيه عن عائشة قالت ركعتان لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعهما سراً ولا علانية ركعتان قبل الصبح وركعتان بعد العصر .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية .

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذكر مذاهب الأئمة الأربعة عليهم الرحمة دلائلهم في الركعتين بعد العصر؟

(نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا کرنے کے حوالے سے مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز ہرگز ترک نہیں کرتے تھے، نہ خفی طور پر اور نہ ظاہری طور پر۔ وہ دو رکعت نماز فجر سے قبل کی اور دو رکعت نماز عصر کے بعد کی ہیں۔

(ب) نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ نماز عصر کے بعد دو رکعت نماز ادا کرنا جائز ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا کرنا درست نہیں ہے۔ آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا کیں تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ دو رکعت کون سی ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ''یہ دو رکعت میں نماز ظہر کے بعد پڑھتا تھا مگر آج مال آ گیا جس کے تقسیم کرنے میں مصروفیت کی وجہ سے ادا نہ کر سکا اور اب وہ ادا کر رہا ہوں۔'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ مسلسل یہ دو رکعت ادا نہیں کرتے تھے بلکہ یہ نماز ظہر کے بعد ادا کرنے کی عادت مبارکہ تھی اور دولت کے تقسیم کرنے کی وجہ سے ادا نہ کر سکے تو عصر کی نماز کے بعد ادا فرمائیں۔

احناف کی طرف سے حضرات آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ نماز عصر کے بعد دو رکعت ادا کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شامل تھا۔

سوال نمبر 4: عَنْ زُرْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَرْهَدٍ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ مِنْ

اَصْحَابِ الصُّفَّةِ اَنَّهُ قَالَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِىْ وَفَخِذِىْ مُنْكَشِفَةٌ فَقَالَ خَمِّرْ عَلَيْكَ . اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ؟

(الف)شکل الحدیث ثم ترجمه الی الأردية؟

(حدیث پراعراب لگائیں اوراس کا اردو ترجمہ کریں؟)

(ب)بین مذاهب الأئمة الأربعة عليهم الرحمة مع دلائلهم في ان الفخذ عورة؟

(ران کے عورت ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ اربعہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پراعراب اورترجمہ:

اعراب اوپر لگادیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن جرہد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جو اصحاب صفہ سے تھے، بیشک انہوں نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف فرما تھے اوراس وقت میری ران سے کپڑا اٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی ران پر کپڑا ڈال لو، کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ران عورت (چھپانے کی جگہ) ہے۔

(ب) ران کے عورت ہونے میں مذاہب آئمہ:

کیا ران عورت ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ران عورت نہیں ہے، لہٰذا اس کا چھپانا بھی ضروری ولازم نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں رانوں کے درمیان کپڑا رکھا ہوا تھا۔ اس دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اجازت طلب کی؟ آپ اسی حالت میں تشریف فرما رہے اور انہیں آنے کی اجازت عنایت فرمادی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اجازت کے طالب ہوئے تو آپ نے اسی حالت میں انہیں بھی

اجازت دے دی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اجازت کے طالب ہوئے۔ آپ نے پہلے اپنی ران پر کپڑا ڈالا اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے پھر انہیں آنے کی اجازت دی۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ ران عورت نہیں ورنہ ابتداءً اسے چھپا کر بیٹھتے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ران عورت ہے اور اس کا چھپانا ضروری ہے۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے جو یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، آپ کی نظر کسی شخص کی ران پر پڑی تو فوراً فرمایا: ران عورت ہے (اس کا چھپانا واجب ہے۔)

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں: وہ آثار جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، ان میں صراحت ہے: ''ران عورت ہے۔'' اس کے برخلاف کوئی روایت موجود نہیں ہے جس میں ران کو عورت قرار نہ دیا گیا ہو۔

سوال نمبر5: عن زیاد بن نعیم انه سمع زیاد بن الحارث الصدائی قال اتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما کان اوّل الصبح امرنی فاذنت ثم قام الی الصلوٰة فجاء بلال لیقیم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اخاصداء اذن ومن اذن فهو یقیم۔

(الف)ترجم الحدیث الی الاردیة؟

(حدیث مبارکہ کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب)هل یجوز ان یوذن رجل ویقیم الآخر؟ اذکر اختلاف الفقهاء الکرام علیهم الرحمة مع دلائلهم فی هذه المسئلة؟

(کیا ایک شخص اذان پڑھے تو دوسرا اقامت کہہ سکتا ہے؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(ج)بین نظر الامام الطحاوی فی هذه المسئلة؟

(اس مسئلہ کے بارے میں نظر طحاوی نقل کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا، فجر کا وقت ہونے پر میں نے آپ کی اجازت سے اذان پڑھی۔ آپ نے نماز کا قصد کیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہنے کے لیے آگے بڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے صدائی بھائی نے اذان پڑھی ہے اور جو اذان پڑھے وہی اقامت کہے۔

(ب) غیر مؤذن کے اقامت کہنے میں مذاہب آئمہ:

کیا مؤذن ہی اقامت کہے گا یا اس کا غیر بھی کہہ سکتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ مؤذن ہی اقامت کہے گا اور اس کا غیر اقامت نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اقامت کہنا مؤذن کا حق ہے۔ انہوں نے حضرت زیاد بن الحارث صدائی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ مؤذن ہی اقامت کہہ سکتا ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خواہ اقامت مؤذن کا حق ہے لیکن وہ اپنا حق دوسرے کو بھی منتقل کر سکتا ہے، لہٰذا اس کی اجازت سے دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ وہ روایت یوں ہے: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے خواب میں اذان دینے کی کیفیت عرض کی تو آپ نے فرمایا: یہ کلمات بلال کو سناؤ، کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی تو ان کے دل میں قدرے رنجش پیدا ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کرتے ہوئے انہیں اقامت کہنے کی اجازت دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ غیر مؤذن بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔

(ج) مسئلہ کی مناسبت سے نظر طحاوی:

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص اسلوب سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ

رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کی تائید وحمایت کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں: جب روایات میں تعارض ہے تو ہم غور وفکر سے اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دو شخص ایک ہی اذان پڑھیں، یہ جائز نہیں ہے کہ اذان کا کچھ حصہ ایک شخص پڑھے اور کچھ حصہ دوسرا شخص پڑھے۔ اس سے یہ تصور ابھرتا ہے کہ اذان اور اقامت بھی ایک شخص کہے گا۔ درست نہیں ہے کہ اذان ایک پڑھے اور اقامت دوسرا۔ تاہم اس میں ایک احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ اذان و اقامت دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اذان ایک پڑھے اور اقامت دوسرا پڑھے۔ ہم نے دیکھا کہ نماز سے پہلے اذان ہے اور اقامت ہے، یہ تمام نمازوں کے لیے ہیں۔ پھر ہم جمعہ کی نماز کو دیکھتے ہیں کہ نماز کے لیے خطبہ ہے، خطبہ ضروری ہے، بغیر خطبہ جمعہ درست نہیں ہوگا۔ اب امام کو دیکھتے ہیں کہ اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ خطیب بھی ہو۔ ہر ایک دونوں میں سے ایک دوسرے کو متضمن ہے۔ جب ضروری ہے کہ امام بھی ہو اور خطیب بھی تو بہتر یہی ہے کہ ایک شخص کو ہی امامت اور خطابت کا والی قرار دیا جائے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اقامت بھی نماز کے اسباب میں سے ہے۔ الغرض مؤذن یا اس کی عدم موجودگی میں امام وخطیب کی اجازت سے دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولیٰ"

الموافق سنة ۱۴۳۵ھ/2014ء

﴿الورقة السادسة: المؤطأين (مؤطا الامام مالك و محمد)﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: أجب عن سوالين من كل قسم

القسم الاوّل...... لمؤطا الامام مالك عليه الرحمة

السوال الأول: عن عائشة أم المؤمنين رضی الله عنها أنها قالت جاء عمی من الرضاعة يستاذن علی فابيت أن اذن له علی حتی أسئل رسول الله صلی الله عليه وسلم قالت فجاء رسول الله فسئلته عن ذلك فقال انه عمك فأذنی له قالت فقلت يا رسول الله صلی الله عليه وسلم انما أرضعتنی المرأة ولم يرضعنی الرجل فقال انه عمك فليلج عليك قالت عائشة وذلك بعد ماضرب علينا الحجاب وقالت عائشة يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة .

(الف) شكل الحديث ثم انقله الی الأردية؟ 8

(ب) بين مذهب الامام أبی حنيفة وصاحبيه والامام زفر عليهم الرحمة مع دلائلهم؟ 7

(ج) اكتب مذهب الأئمة الأربعة عليهم الرحمة فی الرضعات الموجبة للحرمة مع دلائلهم وترجيح مذهب الامام عليه الرحمة

بالدلائل؟ 10

السوال الثانی: مالك عن زيد بن أسلم أن عمر بن الخطاب سأل رسول الله صلی الله عليه وسلم عن الكلالة فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم يكفيك عن ذلك الأية التی نزلت فی الصيف آخر سورة النساء .

(الف) انقل الحديث الی الأردية وما المراد بالأية التی نزلت فی الصيف آخر سورة النساء؟ 8

(ب) بين معنی الكلالة لغة وشرعا مع ذكر أن الكلالة اسم للميت أو الحی من الورثة؟ 7

(ج) ذكر فی أول سورة النساء "فلكل واحد منهما السدس" يعنی من تركة الكلالة لأخته السدس وذكر فی آخر آية النساء "فلها نصف ماترك" يعنی من تركة الكلالة لاخته النصف فكيف التطبيق بين الأيتين؟ 10

السوال الثالث: مالك عن زيد بن أسلم عن رجل من بنی ضمرة عن أبيه أنه قال سئل رسول الله صلی الله عليه وسلم عن العقيقة فقال لا أحب العقوق وكأنه انما كره الاسم وقال من ولدله ولدفاً حب أن ينسك عن ولده فليفعل .

(الف) انقل الحديث الی الأردية وبين وجه قوله صلی الله عليه وسلم لا أحب العقوق؟ 8

(ب) بين معنی العقيقة لغة مع ذكر الأشياء التی يطلق عليها العقيقة؟ 8

(ج) هل العقيقة مستحبة أم سنة أم واجبة . انقل أقوال الفقهاء الكرام عليهم الرحمة فی هذه المسئلة؟ 9

القسم الثانی...... لمؤطا الامام محمد علیه الرحمة

السوال الرابع: (الف) کتب باللغة العربیة ترجمة الامام محمد مع أقوال الأئمة فی فقاهته ومحاسنه؟ 15

(ب) بین مفهوم الموطا لغة ووجه تسمیة کتابه بمؤطا ومزایا لمؤطا الامام محمد، علی یحی بن معین، مالایکون أقل من عشرین سطرا؟ 10

السوال الخامس: عن جابر ابن عبدالله الحرامی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم رمل من الحجر الی الحجر۔

(الف) انقل الحدیث الی الأردیة واشرح الکلمات المخطوطة؟ 8

(ب) متی رمل الحاج أو المعتمر وماهی کیفیته وهل هو واجب علی المکی وغیره؟ 7

(ج) بین مؤقف الامام محمد والامام أبی حنیفة رحمهما الله تعالیٰ؟ 10

السوال السادس: عن ابن عمر أنه قال ماصلی علی عمر الا فی المسجد۔

(الف) اذکر اختلاف الفقهاء فی جواز الصلوٰة علی المیت فی المسجد مفصلا مع دلائل کل فریق؟ 10

(ب) هل یجوز أن یصلی علی جنازة مرة ثانیة علی القبر أو خارج القبر أم لا ماهو مذهب الامام أبی حنیفة والامام الشافعی رحمهما الله تعالیٰ فی هذه المسئلة؟ 15

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿چھٹا پرچہ: المؤطین﴾

قسم اوّل: مؤطا امام مالک

سوال نمبر 1: عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَ عَمِّيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ عَلَيَّ حَتّٰى أَسْئَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَئَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّهُ عَمُّكِ فَأْذِنِيْ لَهُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ فَقَالَ إِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ قَالَتْ عَائِشَةُ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ وَقَالَتْ عَائِشَةُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ۔

(الف) شکل الحدیث ثم انقله الی الأردیة؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اردو میں اس کا ترجمہ کریں؟)

(ب) بین مذهب الامام أبی حنیفة وصاحبیه والامام زفر علیهم الرحمة مع دلائلهم؟

(امام اعظم ابوحنیفہ، صاحبین اور امام زفر رحمہم کا مذہب دلائل سے بیان کریں؟)

(ج) اکتب مذهب الأئمة الأربعة علیهم الرحمة فی الرضعات الموجبة للحرمة مع دلائلهم وترجیح مذهب الامام علیه الرحمة بالدلائل؟

(حرمت لانے والی مقدار رضاعت کے بارے میں دلائل سے مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا نے مجھ سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی، تو میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (گھر میں) تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ تمہارے رضاعی چچا ہیں تم انہیں اجازت دے دو۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے نہ کہ کسی مرد نے؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہارے چچا ہیں اور وہ تمہارے پاس آ سکتے ہیں۔

(ب) مدت رضاعت کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل:

مدت رضاعت کے حوالے سے آئمہ احناف کے مختلف اقوال ہیں، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت تیس ماہ (اڑھائی سال) ہے۔ آپ کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے: وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (جنین کو) پیٹ میں رکھنے اور دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ ہے)

۲- صاحبین کا مؤقف ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ حضرت امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت تین سال ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے: وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ مائیں وہ ہیں جو اپنی اولاد کو دودھ پلاتی ہیں دو مکمل سال جو دودھ کی مدت مکمل کرنا چاہتی ہیں۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت دو سال اور دو ماہ ہے۔

۴- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت دو سال ہے۔

(ج) مقدار رضاعت میں مذاہب آئمہ:

دودھ کی وہ مقدار جس کے پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، کتنی مقدار میں ہونا چاہیے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا مؤقف ہے کہ دودھ کی مقدار پانچ چسکیاں ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں: آغاز میں قرآن کریم میں دس چسکیوں سے ثبوت حرمت کا حکم نازل ہوا لیکن بعد میں یہ منسوخ ہو گیا اور پانچ چسکیوں والا حکم باقی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک یہ حکم باقی رہا۔

۲- حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، جمہور تابعین، تبع تابعین اور ایک قول کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ مطلق دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے خواہ یہ مقدار قلیل ہو یا کثیر۔ گویا ایک قطرہ دودھ پینے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ انہوں نے نصوص قرآن سے دلائل اخذ کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ (تمہاری مائیں وہ ہیں، جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا)

۲- اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ (جن خواتین نے تمہیں دودھ پلایا وہ تمہاری مائیں ہیں)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جس میں قرآن میں دس چسکیوں کا حکم تھا، پھر منسوخ ہو کر پانچ چسکیاں باقی رہ گئیں۔ یہ حکم نہ قرآن میں موجود ہے، نہ اس کی تلاوت کی گئی اور نہ تلاوت کی جاتی ہے۔ گویا یہ ایک بے سروپا روایت ہے جس سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی۔

سوال نمبر 2: مالك عن زيد بن اسلم أن عمر بن الخطاب سأل رسول

الله صلى الله عليه وسلم عن الكلالة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يكفيك عن ذلك الأية التي نزلت في الصيف آخر سورة النساء .

(الف) انقل الحديث الى الأردية وما المراد بالأية التي نزلت في الصيف آخر سورة النساء؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟ سورہ نساء کے آخر سے گرمیوں میں نازل ہونے والی آیت سے کون سی آیت مراد ہے؟)

(ب) بين معنى الكلالة لغة وشرعا مع ذكر أن الكلالة اسم للميت او الحي من الورثة؟

(کلالہ کا لغوی اور شرعی معنیٰ بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ کلالہ میت کا نام ہے یا ورثاء میں سے کسی زندہ کا نام ہے؟)

(ج) ذكر في أول سورة النساء "فلكل واحد منهما السدس" يعني من تركة الكلالة لأخته السدس وذكر في آخر آية النساء "فلها نصف ماترك" يعني من تركة الكلالة لاخته النصف فكيف التطبيق بين الأيتين؟

(سورۃ نساء کے آغاز میں فرمایا گیا ہے: "کلالہ کے ترکہ سے اس کی بہن کو چھٹا حصہ ملے گا" اور سورۃ نساء کے آخر میں فرمایا گیا ہے: "کلالہ کے ترکہ سے اس کی بہن کو نصف ملے گا" دونوں آیات میں مطابقت کیسے ہوگی؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کلالہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: اس سلسلہ میں موسم گرما میں نازل ہونے والی سورہ نساء کی آخری ایک آیت تمہارے لیے کافی ہوگی۔

موسم گرما میں نازل ہونے والی آیت سے مراد: وفات کے وقت جس شخص کے نہ آباء واجداد ہوں اور نہ اولاد ہو تو اس کا ترکہ اس کے بہن بھائیوں میں تقسیم ہوگا۔ اس سلسلہ میں

دو آیات ہیں۔ پہلی آیت سورہ نساء کے ابتداء میں اور دوسری آیت سورہ نساء کے اختتام میں ہے۔

موسم گرما میں نازل ہونے والی آیت سے مراد مندرجہ ذیل ہے:

وان كان رجل يورث كلالة او امرأة وله اخ او اخت فلكل واحد منهما السدس فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث من بعد وصية يوصى بها او دين غير مضار وصية من الله والله عليم حكيم .

اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ ہو جس نے ماں، باپ اور اولاد میں سے کوئی نہ چھوڑا ہو۔ ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر وہ بہن بھائی ایک سے زائد ہوں تو سب تہائی میں شریک ہوں گے۔ میت کی وصیت اور قرض جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو، نکال کر۔ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ علم اور حلم والا ہے۔

(ب) کلالہ کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

کلالہ کا لغوی معنیٰ ہے: ضعیف، نحیف، کمزور۔ اس کا شرعی یا اصطلاحی معنیٰ ہے: وہ میت مرد یا عورت جس نے اپنے والدین اور اولاد میں سے کوئی نہ چھوڑا ہو۔

"کلالہ" کا اطلاق میت پر یا زندہ وارث پر؟: لفظ "کلالہ" کا اطلاق صرف ایسی میت پر ہوگا جس کے آباء واجداد اور اولاد نہ ہو۔ زندہ ورثاء میں سے کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

(ج) دونوں آیات میں تطبیق کی صورت

سوال یہ ہے کہ سورہ نساء کی ابتداء میں فرمایا گیا ہے کہ کلالہ کے بہن بھائیوں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اور اسی سورت کی آخری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کلالہ کے بہن بھائیوں کو میراث سے نصف حصہ ملے گا۔ یہ تو تعارض ہے۔ دونوں آیات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پہلی آیت کے تفصیل احکام یوں ہیں: "اگر ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بنتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑا ہو اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زائد ہوں تو سب تہائی میں شریک ہوں

گے۔" اس آیت میں کلالہ سے مراد وہ میت ہے جس نے بیٹا یا باپ نہ چھوڑا ہو اور ماں
بہن وارث نہ بن سکتی ہو۔

دوسری آیت جو سورہ نساء کے آخر میں ہے، اس کے احکام کی تفصیل یوں ہے: "ا
محبوب! آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ فرما دیں کہ تمہیں اللہ کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے کہ
کسی مرد کا انتقال ہو جائے جو بے اولاد ہو، اس کی بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا نصف
مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا جبکہ بہن کی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ترکہ میں ان کا
تہائی اور اگر بہن بھائی ہوں، مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہو
اللہ تعالیٰ تمہارے لیے صاف صاف بیان کرتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ۔ اللہ ہر چیز پر
ہے۔"

دونوں آیات کے احکام کا بنظر غور مطالعہ کرنے سے تعارض کی صورت باقی نہیں
رہتی۔

سوال نمبر3: مالك عن زيد بن أسلم عن رجل من بني ضمرة عن أبيه أ
قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العقيقة فقال لا أحب العقوق
وكأنه انما كره الاسم وقال من ولد له ولدا فأحب أن ينسك عن ولده
فليفعل .

(الف) انقل الحديث الى الأردية وبين وجه قوله صلى الله عليه
وسلم لا أحب العقوق؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور ارشاد: لا احب العقوق کی وجہ بیان
کریں؟)

(ب) بين معنى العقيقة لغة مع ذكر الأشياء التي يطلق عليها العقيقة؟

(ان اشیاء کا ذکر کرنے کے بعد جن پر عقیقہ کا اطلاق ہو سکتا ہے، عقیقہ کا لغوی معنیٰ
بیان کریں؟)

(ج) هل العقيقة مستحبة أم سنة أم واجبة . انقل أقوال الفقهاء

الكرام عليهم الرحمة في هذه المسئلة ؟

(عقیقہ مستحب ہے یا سنت یا واجب؟ اس مسئلہ میں فقہاء کرام کے اقوال نقل کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: بنی ضمرہ کا ایک شخص اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: میں عقوق کو پسند نہیں کرتا یعنی آپ نے اس نام کو ناپسند فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا: جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہو، وہ اس کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے۔

عقوق کو پسند نہ کرنے کی وجہ: لفظ "عقوق" کا اصل مادہ عق یا عاق ہے جس سے یہ بنایا گیا ہے، اس سے مراد ہے: نافرمانی، معصیت، تعلق منقطع کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لفظ کو ناپسند فرمایا ہے' جو معصیت، نافرمانی اور انقطاع تعلق کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہو نہ کہ آپ نے عقیقہ کو ناپسند فرمایا ہے، کیونکہ دیگر روایات سے اس کا مسنون ہونا ثابت ہے۔

(ب) عقیقہ کا لغوی معنیٰ:

عقیقہ کا لغوی معنیٰ ہے نومولود کے وہ بال اور ناخن جو پیدائش کے ساتویں دن کاٹے جاتے ہیں یا وہ جانور ہے' جو والدین اس موقع پر ذبح کرتے ہیں یا وہ ذبیحہ ہے جو لوگوں کی ضیافت کے لیے بطور طعام تیار کیا جاتا ہے۔ عقیقہ سے مراد ذبیحہ لینا زیادہ مناسب اور قرین قیاس ہے۔

وہ اشیاء جن پر عقیقہ کا اطلاق ہوتا ہے: عقیقہ کا اطلاق مختلف اشیاء پر ہو سکتا ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱- نومولود بچے کے بال اور ناخن

۲- وہ جانور جو نومولود کی پیدائش کے ساتویں روز ذبح کیا جاتا ہے۔

۳-توشہ دان

۴-وہ نہر جس میں پانی بہتا ہو۔

۵-وہ تیر جو دورِ جاہلیت میں خون کا بدلہ لینے کے لیے آسمان کی طرف پھینکا جاتا تھا، سہم الاعتذار کہا جاتا تھا۔ اگر وہ تیر خون آلود ہو کر واپس آتا تو قصاص وصول کیا جاتا تھا ورنہ دیت لیتے تھے۔

(ج) عقیقہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں اقوالِ فقہاء:

کیا عقیقہ واجب ہے یا مسنون یا مستحب؟ اس بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عقیقہ کرنا مستحب ہے۔

۲-حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو اقوال ہیں:

(i) عقیقہ واجب ہے۔

(ii) عقیقہ واجب نہیں ہے۔

۳-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عقیقہ مسنون ہے۔ اس کے مسنون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سنت و حدیث سے ثابت ہے، کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ چار ہجری میں اور حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ کا عقیقہ ۹ ہجری میں کیا گیا تھا۔

یاد رہے کہ عقیقہ کا گوشت کچا بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے اور پکا کر بھی، وہ خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔

قسم ثانی: مؤطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

سوال نمبر 4: (الف) اكتب باللغة العربية ترجمة الامام محمد مع اقوال الأئمة فى فقاهته ومحاسنه؟

(حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے عربی زبان میں حالات تحریر کریں اور ان کی فقاہت ومحاسن کے بارے میں اقوال آئمہ نقل کریں؟)

(ب) بين مفهوم الموطا لغة ووجه تسمية كتابه بمؤطا ومزايا لمؤطا الامام محمد، على يحي بن معين، مالايكون أقل من عشرين سطرا؟

جواب: (الف) ترجمة الامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

امام الآئمة و تلميذ الامام الاعظم ابى حنيفة الامام محمد رحمه الله تعالىٰ ولد ۱۳۲ ھ لمدينة "واسط" وكان والده احدا من سكان دمشق، وهجر منه الى مدينة "واسط" وقام فيه. وذهب لحصول العلوم الى مدينة كوفة ومدن اخرىٰ. وتعلم الفنون من شيوخ عصره ومنهم الامام الاعظم ابو حنيفة والامام ابو يوسف والامام مالك ومسعر بن كدام وسفيان الثورى وغيرهم.

وشغل فى التدريس والتصنيف بعد تكميل العلوم الاسلامية، كان احدا من تلامذة ابى حنيفة وتقدم افكاره الى ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ.

وتعلم منه كثير من الفقهاء والآئمة ومنهم: هشام بن عبيد الله الرازى والامام شافعى واسماعيل بن توبد و على بن مسلم رحمهم الله تعالىٰ

وشغل فى التصنيف والتاليف وصنف كثيرا من الكتب واسماء بعض تصانيفه فى الاتية:

(۱) المؤطا لامام محمد. (۲) كتاب الآثار. (۳) كتاب الحج. (۴) مبسوط الصغير. (۵) المبسوط. (۶) الجامع الصغير. (۷) الجامع الكبير. (۸) الاحتجاج على المالك. (۹) الاكتساب فى الرزق. (۱۰) الجرجانيات. (۱۱) كتاب الكسب. (۱۲) كتاب الحيل. (۱۳) كتاب الشرط.

توفى الامام محمد رحمه الله تعالىٰ فى ۱۸۹ ھ

اقوال الآئمة فى فقاهته ومحاسنه:

۱- قال الامام شافعى رحمه الله تعالىٰ حملت عن محمد وقربعير من

الکتب

۲- قال العلالة ابراهيم الحربی رحمه الله تعالیٰ قلت لاحمد، من این لك هذه المسائل الدقيقة؟ اجاب: من كتب الامام محمد بن الحسن الشيبانی رحمه الله تعالیٰ

۳- قال ابو عبيد رحمه الله تعالیٰ: ما رأيت اعلم بكتاب الله منه

۴- قال الشافعی رحمه الله تعالیٰ: ما رأيت اعقل من محمد بن الحسن رحمه الله تعالیٰ

(ب) مؤطا کا معنی اور وجہ تسمیہ

لفظ "مؤطا" ثلاثی مزید فیہ بے ہمزہ وصل باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، جس کا معنی ہے: دبانا، بوجھ ڈالنا، وزن ڈالنا۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف مکمل کرنے کے بعد مختلف شیوخ پر پیش کی، انہوں نے اس کا مطالعہ کر کے کلمات تحسین سے نوازا اور اس تصنیف کو فقہ حنفی کا سرمایہ قرار دیا۔ اسی مناسبت سے اسے مؤطا کہا جاتا ہے۔

المزايا لمؤطا الامام محمد بن الحسن الشيبانی رحمه الله تعالیٰ:

۱- انه قد يذكر بعض السنن لفظة اعم مشتمل للحديث المرفوع والموقوف على الصحابة وغيرهم

۲- انه ينبه على من يخالف مذهبه ما روايته من الامام مالك ويذكر سند مسلكه عن غير طريق الامام مالك رحمه الله تعالیٰ

۳- انه قد يذكر ترجمة الباب ويذكر بالاتصال روايته عن الامام مالك مرفوعة كانت او موقوفة

۴- انه قد يذكر الاحاديث اشارة الى افادته ويذكر بعده تفصيلا مثل هذا يدل على اختياره

۵- انه قد يذكر روايات عن شيوخه باخبار الصحيحة ويقول اخبرنا

لا سمعت ولا حدثنا ولا غير ذلك الالفاظ

۶- انه قد يذكر مسلك شيخه موافقاً او معارضاً ومذهب الصحابة او الاتباع التابعين.

سوال نمبر5: عن جابر ابن عبدالله الحِرامی أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رمل من الحجر الى الحجر.

(الف) انقل الحديث الى الأردية واشرح الكلمات المخطوطة.

(حدیث شریف کا اردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی تشریح کریں؟)

(ب) متى رمل الحاج أو المعتمر وماهي كيفيته وهل هو واجب على المكي وغيره؟

(حجاج اور عمرہ کرنے والے کیسے رمل کرتے ہیں اور اس کی کیفیت کیا ہے؟ کیا یہ (رمل) مکی اور غیر مکی سب پر واجب ہے؟)

(ج) اين مؤقف الامام محمد والامام أبی حنيفة رحمهما الله تعالیٰ.

(حضرت امام محمد اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث

حضرت جابر بن عبداللہ الحرامی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے لے کر حجر اسود تک رمل کیا تھا۔

خط کشیدہ الفاظ کی تشریح: خط کشیدہ الفاظ کی تشریح درج ذیل ہے:

۱- **رمل:** صیغہ واحد مذکر غائب ثلاثی مجرد فعل ماضی معروف، اس کا معنی ہے: کندھوں کو حرکت دے کر چلنا، ٹہل کر چلنا۔

۲- **الحجر:** اس کی جمع احجار آتی ہے، اس سے مراد حجر اسود ہے جو کعبہ معظمہ کے ایک کونہ میں نصب ہے۔ یہ پتھر جنت سے لایا گیا تھا اور قیامت کے دن اسے دوبارہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ حجاج کرام اور عمرہ کرنے والے لوگ اسے بوسہ دینے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

(ب) رمل کی کیفیت:

حاجی یا معتمر طواف بیت اللہ کے دوران رمل کرے گا۔اس کی کیفیت یہ ہے کہ طواف کے سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں رمل ہوگا جبکہ باقی چار چکروں میں رمل نہیں ہے۔رمل کا طریقہ یہ ہے کہ لمبے لمبے قدم اٹھا کر اور اپنے کندھوں کو پہلوانوں کی طرح خوب حرکت دے کر چلنا۔رمل سنت ہے۔یاد رہے عورتوں کے لیے رمل نہیں ہے۔

مکی وغیر مکی کا رمل: طواف کے سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا مسنون ہے۔سوال یہ ہے کہ یہ رمل مکی کے لیے مسنون ہے یا غیر مکی کے لیے یا سب کے لیے؟ اس بارے میں مختصر یہ ہے کہ رمل کرنے میں کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ مکی وغیر مکی سب کے لیے یکساں مسنون ہے۔

(ج) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا مؤقف:

طواف بیت اللہ کی حیثیت نماز وعبادت کی ہے، جس کے لیے طہارت و وضو فرض ہے۔طہارت کے بغیر طواف بیت اللہ درست نہیں ہے۔یہ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے۔تاہم اضطباع، رمل، حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے وضو شرط نہیں ہے۔یعنی یہ امور بغیر وضو کے بھی انجام دیے جا سکتے ہیں لیکن باوضو انجام دینے کا ثواب زیادہ ہے۔اسی طرح سعی صفا ومروہ کے لیے وضو ضروری نہیں ہے مگر باوضو ہونے کا اجر وثواب زیادہ ہے۔

سوال نمبر6: عن ابن عمر أنه قال ماصلی علی عمر الا فی المسجد ۔

(الف) اذکر اختلاف الفقهاء فی جواز الصلوٰة علی المیت فی المسجد مفصلا مع دلائل کل فریق؟

(مسجد میں میت پر نماز جنازہ کے جواز وعدم جواز پر مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(ب) هل یجوز أن یصلی علی جنازة مرة ثانیة علی القبر أو خارج القبر أم لا ماهو مذهب الامام أبی حنیفة والامام الشافعی رحمهما الله تعالٰی فی هذه المسئلة؟

(کیا دوبارہ نماز جنازہ قبر پر یا خارج قبر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟)

جواب: (الف) مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنے پر مذاہب آئمہ:

کیا مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے،ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی گئی۔

۲-حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی۔

۳-حضرت سعد بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی گئی۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ ہے۔انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی مسجد میں نماز جنازہ ادا کرے اس کے لیے کوئی ثواب نہیں ہے۔

دونوں بزرگوں کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ تمام امور مجبوری پر محمول ہیں یعنی مجبوری یا عذر کی بنا پر مسجد میں نماز جنازہ ادا کی جا سکتی ہے۔علاوہ ازیں مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے بلکہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(ب) نماز جنازہ کے تکرار میں مذاہب آئمہ:

جب میت پر ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھی جا چکی تو کیا اس پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دوبارہ نماز جنازہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔تاہم اگر ولی نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو تو وہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے۔انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی

اللہ عنہم کے عمل سے استدلال کیا ہے کہ دونوں بزرگ ایک جنازہ میں شمولیت کے لیے تشریف لائے تو ان کے آنے سے قبل نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی۔ انہوں نے نماز جنازہ کی بجائے میت کے لیے محض دعاء استغفار کی تھی۔

۲۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز جنازہ میں تکرار جائز ہے۔ انہوں نے اس مشہور روایت سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں ایک تازہ قبر دیکھی تو دریافت فرمایا: یہ کس کی قبر ہے؟ عرض کیا گیا: یہ فلاں خاتون کی قبر ہے، جو رات کو فوت ہو گئی تھی۔ آپ نے اظہار افسوس کرتے فرمایا: تم نے مجھے نماز جنازہ کی اطلاع کیوں نہ دی؟ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! رات اندھیری تھی جس وجہ سے آپ کو تکلیف دینا ہم نے مناسب نہ سمجھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں تکرار جائز ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس روایت کا جواب یہ دیا جاتا ہے، یہ روایت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے متعلق ہے یا دوسری روایات سے یہ روایت منسوخ ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمیة فی العلوم العربیة والاسلامیة

"السنة الأولیٰ" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ 2015ء

﴿الورقة الاولیٰ: علم الکلام﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: کوئی سے چار سوالات کا حل مطلوب ہے۔

السوال الاول: والتکوین صفة اللہ تعالیٰ

(الف) اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ کتنی اور کون کون سی ہیں؟ نیز تکوین کے بارے میں معتزلہ، اشاعرہ اور دیگر فرقوں کا مسلک واضح کریں؟ (۱۵)

(ب) کلام نفسی اور کلام لفظی کی تعریف کریں؟ نیز جو قرآن مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کے بارے میں ضابطہ تحریر کریں؟ (۱۰)

السوال الثانی: رؤیة اللہ تعالیٰ جائزة فی العقل

(الف) کیا دیدار باری تعالیٰ ممکن ہے؟ اس سلسلے میں قرآن وحدیث اور بزرگان دین کے مسلک کی وضاحت کریں؟ (۱۵)

(ب) معراج مصطفیٰ جسمانی تھی یا روحانی؟ مصنف کا مذہب بیان کر کے قرآن وحدیث سے اپنا مسلک واضح کریں؟ (۱۰)

السوال الثالث: لو کان فیهما آلهة الا اللہ لفسدتا

(الف) قرآنی آیات کی روشنی میں دلیل تمانع کو تفصیلاً بیان کریں؟ (۱۵)

(ب) کیا تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے؟ اگر ہاں تو معتزلہ کا اس بارے میں جو

مذہب ہے اس کی وضاحت اور اپنے مسلک کی دلیل بیان کریں؟ (۱۰)

السوال الرابع: درج ذیل عقائد پر جامع نوٹ لکھیں؟ (۲۵)

۱-عذاب قبر۔ ۲-حوض کوثر۔ ۳-میزان۔ ۴-جنت۔ ۵-دوزخ۔

السوال الخامس: لفظ ہدایت کے لغوی اور اصطلاحی معنی کی وضاحت کریں؟ نیز اشاعرہ اور معتزلہ کا اس بارے میں جو مذہب ہے اسے دلائل کی روشنی میں تحریر کریں؟ (۲۵)

☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پہلا پرچہ: علم الکلام﴾

السوال الاوّل: والتکوین صفة الله تعالیٰ

(الف) اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ کتنی اور کون کون سی ہیں؟

نیز تکوین کے بارے میں معتزلہ، اشاعرہ اور دیگر فرقوں کا مسلک واضح کریں؟

(ب) کلام نفسی اور کلام لفظی کی تعریف کریں؟ نیز جو قرآن مصاحف میں لکھا ہوا ہے اس کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کے بارے میں ضابطہ تحریر کریں؟

جواب: (الف) باری تعالیٰ کی صفات حقیقیہ اور ان کی تعداد:

صفات باری تعالیٰ کی دو قسمیں ہیں، جو درج ذیل ہیں:

اول: صفات ثبوتیہ: وہ صفات باری تعالیٰ ہیں جو اس سے جدا نہیں ہو سکتیں، وہ تعداد میں دس ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) الواحد۔ (۲) الحیّ۔ (۳) واجب الوجود۔

(۴) القدیم۔ (۵) القادر۔ (۶) العلیم۔

(۷) البصیر۔ (۸) السمیع۔ (۹) المرید۔ (۱۰) الشافی۔

دوم: صفات سلبیہ: یہ وہ صفات ہیں جن کا ذات باری تعالیٰ کے ساتھ جمع ہونا محال ہے۔ ان کی تعداد بارہ ہے جو درج ذیل ہیں:

(۱) جوہر ہونا۔ (۲) عرض۔ (۳) ذی صورت ہونا۔

(۴) محدود ہونا۔ (۵) متبرک ہونا۔ (۶) معدود ہونا۔

(۷) متبعض ہونا۔ (۸) متناہی۔ (۹) ماہیت سے موصوف ہونا۔

(۱۰) مکان میں۔ (۱۱) اس پر زمانہ کا جاری ہونا۔ (۱۲) کسی چیز کا ہم مثل ہونا۔

تکوین کی تعریف اور اس میں مذاہب اہل کلام:

تکوین سے مراد ہے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، یہ باری تعالیٰ کی صفت حقیقی ہے اور صفت ازلی بھی۔

تکوین میں مشہور تین مذاہب ہیں جو درج ذیل ہیں:

پہلا مذہب: اشاعرہ اور معتزلہ کا مؤقف ہے کہ تکوین باری تعالیٰ کی صفت اضافی ہے جو اس کی قوت اور ارادہ کی طرف راجع ہوتی ہے اور حادث ہے۔ البتہ صفات حقیقیہ سات ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) قدرت۔ (۲) ارادہ۔ (۳) حیات۔
(۴) علم۔ (۵) بصر۔ (۶) سمع۔ (۷) کلام۔

دوسرا مذہب: تکوین صفت باری تعالیٰ ہے اور اس کی صفت حقیقی و ازلی ہے، اس سے جدا نہیں ہو سکتی اور غیر حادث ہے۔ صفات ثبوتیہ میں شمار کی جاتی ہے۔

تیسرا مذہب: آئمہ وراء النہر کا نقطہ نظر ہے کہ محض ترزیق اور احیاء اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ ہیں۔

(ب) کلام کی تعریف واقسام:

کلام باری تعالیٰ: وہ کلام ہے جو باذن الٰہی حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نقل تواتر کے ساتھ لے کر حاضر ہوتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ترتیب کاتبین وحی کو لکھاتے رہے۔

علماء کلام کی تحقیق کے مطابق کلام کی دو اقسام ہیں، جو درج ذیل ہیں:

اول: کلام لفظی: وہ کلام ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے، تحریری شکل میں قرطاس کی زینت بنائی جاتی ہے اور اس کے سبب مضامین و مفاہیم اور احکام و مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔ یہ کلام ذات باری تعالیٰ کی صفت نہیں ہے، غیر ازلی اور حادث و مخلوق ہے۔

دوم: کلام نفسی: یہ مضامین، مفاہیم، احکام اور مسائل کا مجموعہ ہے جسے کلام لفظی کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت، قدیم اور غیر حادث ہے۔

دونوں کلاموں کے بارے میں ضابطہ: کلام لفظی ہمارے افعال سے متعلق ہے، یہ ذات باری تعالیٰ کی صفت نہیں ہے، غیر ازلی اور حادث ہے۔ اس کے برعکس کلام نفسی ذات باری تعالیٰ کی صفت، قدیم اور غیر حادث ہے۔

السوال الثانی: رویۃ اللہ تعالٰی جائزۃ فی العقل

(الف) کیا دیدار باری تعالیٰ ممکن ہے؟ اس سلسلے میں قرآن وحدیث اور بزرگان دین کے مسلک کی وضاحت کریں؟

(ب) معراج مصطفیٰ جسمانی تھی یا روحانی؟ مصنف کا مذہب بیان کر کے قرآن و حدیث سے اپنا مسلک واضح کریں؟

جواب: (الف) مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ عقل ونقل کی روشنی میں:

اس بات پر تمام متکلمین، فقہاء اور بزرگان دین کا اتفاق ہے کہ آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کی دولت ہر مسلمان کو حاصل ہوگی۔ تاہم یہ اعزاز دنیا میں ممکن ہے یا نہیں؟ اس بارے میں متکلمین میں اختلاف ہے۔ تاہم قرآن وحدیث اور بزرگان دین کے اقوال کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ دنیوی زندگی میں بھی یہ ممکن ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ نقلی دلائل

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصرار رؤیت پر اللہ تعالیٰ نے انہیں یوں فرمایا: لَنْ تَرَانِیْ۔ "تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔" یہاں یہ نہیں فرمایا: مجھے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔

۲۔ ارشاد خداوندی ہے: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ "اس دن (قیامت کے روز) کچھ چہرے خوش وخرم ہوں گے جو اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہوں گے۔"

٣- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لامکان پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی رویت کے بارے میں یوں فرمایا: رَأَيْتُ رَبِّىْ فِىْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ۔

٤- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سوایک بار (خواب میں) اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا اعزاز حاصل کیا۔ (الخیرات الحسان)

٢- عقلی دلیل:

دنیا میں رویت باری تعالیٰ کے امکان کے حوالے سے عقلی دلائل سے ایک اہم دلیل یہ ہے: اعیان اور اعراض کے وجود پر ہمارا یقین ہے، ان دونوں کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اسی لیے ہم اجسام اور اعراض میں امتیاز بھی کر سکتے ہیں۔ کسی چیز کو دیکھنا اور ملاحظہ کرنا ایک مشترکہ عمل ہے جس کے لیے کسی علت مشترکہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی علت موجود نہ ہو تو یہ بات لازم آئے گی کہ ایک معلول کے لیے متعدد عامل تامہ کی ضرورت نہ ہو اور علت مشترکہ وجود یا امکان کو ظاہر کرتی ہے۔ عدم چونکہ غیر مؤثر ہوتا ہے، اس لیے یہ علت نہیں بن سکتا۔ چونکہ حدوث و وجود میں عدم بھی موجود ہوتا ہے، جو رویت کی علت نہیں ہوسکتا۔ تاہم تمام ممکنات کے درمیان اشتراک ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رویت باری تعالیٰ ممکن و جائز ہے۔

(ب) معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی:

کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی؟ اس بارے میں محققین کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج روحانی ہوئی تھی۔ مصنف موصوف کا بھی یہی نظریہ ہے لیکن یہ نظریہ درست نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

١- معراج کی رات ذات باری تعالیٰ سے ملاقات اور رویت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رَأَيْتُ رَبِّىْ فِىْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ۔

٢- قرآن میں یہ حقیقت مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کا اعزاز حاصل کیا تو اپنی چشمان مبارک نہیں جھپکی تھیں۔

٣- اس کا محال ہونا ہی، اس کے وقوع کی دلیل ہے اور معجزہ وہی ہوتا ہے، جو عقل میں نہ آسکے۔

٤- آپ کا یہ عظیم معجزہ سن کر دشمن حرکت میں آگئے اور انہوں نے اس کے خلاف عقلی دلائل کے انبار لگا دیے۔

٥- آخرت میں رویت باری تعالیٰ کی دولت سب مسلمانوں کو حاصل ہوگی، پھر اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص رہی؟

السوال الثالث: لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

(الف) قرآنی آیات کی روشنی میں دلیل تمانع کو تفصیلاً بیان کریں؟

(ب) کیا تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے؟ اگر ہاں تو معتزلہ کا اس بارے میں جو مذہب ہے اس کی وضاحت اور اپنے مسلک کی دلیل بیان کریں؟

جواب: (الف) قرآنی آیات کی روشنی میں دلیل تمانع:

ذات باری تعالیٰ کو صفات، افعال اور احکام کے حوالے سے ایک ماننا اور اس کے مقابل ہر ایک کا انکار کر دینا، تمانع ہے، جس عبارت سے اس امر کو ثابت کیا جائے، اسے دلیل کہتے ہیں۔ دلیل تمانع درج ذیل ہے:

١- ارشاد خداوندی ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ "اے محبوب آپ فرمادیں کہ اللہ ایک ہے۔"

٢- ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ "اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔"

٣- قرآن کا اعلان ہے: لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور خدا ہوتا تو یہ دونوں (زمین و آسمان) تباہ ہو جاتے۔

٤- ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ فَاعْبُدُوْهُ۔ "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے پس تم اسی کی عبادت کرو۔"

٥- قرآن کریم کا اعلان ہے: اَفَمَنْ يَّخْلُقُ لِمَنْ لَّا يَخْلُقُ "کیا خالق اور مخلوق دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟"

(ب) تمام افعال کا خالق ذات باری تعالیٰ:

افعال کی دو قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

اول: افعال اضطراریہ: یہ ایسے افعال ہیں، جن میں انسان کو کوئی عمل دخل نہیں، جیسے: حرکت مرتعش وغیرہ۔

دوم: افعال اختیاریہ: یہ وہ افعال ہیں، جن میں انسان کو عمل دخل حاصل ہوتا ہے، ایمان وکفر اور اطاعت ومعصیت وغیرہ۔

فرقہ جبریہ کا موقف ہے کہ تمام افعال کا خالق صرف اللہ نہیں ہے بلکہ بندہ بھی ہے۔ اہل سنت اور ماتریدیہ کے نزدیک تمام افعال واعمال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اعمال حسنہ کی نسبت اللہ کی طرف اور اعمال سیئہ کی نسبت بندے کی طرف کی جائے گی۔

اس بارے میں دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ارشاد خداوندی ہے: اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ۔ کیا ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے۔

۲- ارشاد ربانی ہے: تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔ ''اللہ تعالیٰ سب سے خوبصورت پیدا کرنے والا ہے۔''

اشاعرہ اور معتزلہ کا نقطہ نظر ہے کہ تمام افعال خواہ خیر ہوں یا بد سب کا خالق اللہ ہے، بندے کو اس کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ یہ مذہب قابل تسلیم نہیں ہو سکتا بلکہ قابل مذمت ہے کیونکہ اس میں کئی خداؤں کا تصور موجود ہے۔

السوال الرابع: درج ذیل عقائد پر جامع نوٹ لکھیں؟

۱- عذاب قبر۔ ۲- حوض کوثر۔ ۳- میزان۔ ۴- جنت۔ ۵- دوزخ۔

جواب: مندرجہ بالا عقائد کی وضاحت:

مندرجہ بالا عقائد وافکار کی وضاحت سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

۱- عذاب قبر: انسان جو بھی اعمال انجام دیتا ہے، آخرت میں اس کی جزا و سزا ملے گی۔ عذاب قبر بھی عمل بد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ عذاب برحق ہے لیکن مومن کے لیے قبر ایسے

دباتی ہے جس طرح ماں شفقت سے اپنے بچے کو دباتی ہے۔ یہ سزا کفار کے لیے شدید ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر انسان کے لیے جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

۲- حوض کوثر: یہ وہ عالیشان مقام ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فائز فرمائے گا۔ یہ ایسا پانی ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو برتن بھر بھر کر پلا رہے ہوں گے۔ جو ایک دفعہ یہ پانی پینے کی سعادت حاصل کرے گا، اسے دخول جنت تک پیاس نہیں لگے گی۔

۳- میزان: انسان جو اعمال کرتا ہے، قیامت کے دن ان کا وزن کیا جائے گا، نیک اعمال کا اجر اور اعمال بد کی سزا دی جائے گی۔ قیامت کے دن میزان عدل قائم کیا جائے گا، جس پر یہ اعمال تولے جائیں گے۔ میزان کا وجود برحق ہے، خواہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ قائم کرنے کا مقصد انصاف کی بنا پر انسان کو جزا یا سزا فراہم کرنا ہوگا۔ اس کا وجود یقینی ہے اور اس کا انکار گمراہی ہے۔

۴- جنت: اسلامی عقائد میں سے ایک اقرار جنت ہے، جو موجود ہے۔ یہ مسلمان کی دائمی آرام گاہ ہے۔ یہ وجود میں آچکی ہے، جو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ حساب کتاب کے بعد مسلمان اس میں داخل ہوگا۔ جو اس میں داخل ہوگا، اسے باہر نہیں نکالا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے یہ مکان عطا فرمائے گا۔

۵- دوزخ: دوزخ کا وجود برحق ہے، یہ کافر کی سزا گاہ ہے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ مسلمان اگر اپنے اعمال بد کے نتیجہ میں اس میں داخل ہوگا تو سزا بھگتنے کے بعد اسے وہاں سے نکال لیا جائے گا۔ اس کا انکار کفر ہے۔ یہ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔ معراج والی رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جنت کا معائنہ کیا وہاں دوزخ کا بھی معائنہ فرمایا تھا۔ آپ نے دوزخ میں اکثریت خواتین کی ملاحظہ فرمائی تھی۔

السوال الخامس: لفظ ہدایت کے لغوی اور اصطلاحی معنی کی وضاحت کریں؟ نیز اشاعرہ اور معتزلہ کا اس بارے میں جو مذہب ہے اسے دلائل کی روشنی میں تحریر کریں؟

جواب: لفظ ہدایت کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لفظ "ہدایت" فعل ثلاثی مجرد ناقص یائی باب فعل یفعل سے مصدر ہے۔ جس کا لغوی معنیٰ ہے: راہنمائی کرنا۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنیٰ ہے: امت کو اعمال خیر کرنے کی رغبت دلانا اور اعمال بد سے منع کرنا، کیونکہ اعمال خیر کا مسلمان کو یقینی فائدہ ہوتا ہے۔ یہ خدمت انجام دینے والے کو ہادی، عمل کو ہدایت اور جسے ہدایت دی جائے اسے "مہدی" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِه۔ یعنی نیکی کی راہنمائی کرنے والے کو اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

اشاعرہ اور معتزلہ کے مؤقف کی وضاحت: دیگر گمراہ فرقوں کی طرح اشاعرہ و معتزلہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان تمام اعمال خواہ وہ اچھے ہوں یا برے انجام دینے میں مختار ہے۔ اعمال صالحہ کا اسے اجر دیا جائے گا اور اعمال سیئہ کی اسے سزا دی جائے گی۔ چونکہ نیکی یا برائی کرنے کا اختیار انسان کو حاصل ہے، لہٰذا اس کی جزاوسزا کا حقدار بھی قرار پائے گا۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الأولى" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ 2015ء

﴿الورقة الثانية: لعلم الفرائض﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات — **مجموع الأرقام: ۱۰۰**

نوٹ: آخری سوال لازمی ہے اس کے علاوہ کوئی دو سوال حل کریں۔

السوال الأول: (الف) علم میراث کی فضیلت بیان کریں؟ ۸

(ب) کل حصہ داران کتنے اور کون کون سے ہیں؟ ۸

(ج) ماں، بیٹی، بیوی، علاتی بہن کے حالات لکھیں؟ ۱۷

السوال الثانی: عول کی تعریف کر کے درج ذیل امور واضح کریں؟ ۵

(الف) مخارج میں عول ہوتا ہے اور کتنا آتا ہے؟ ۱۰

(ب) تخریج کریں؟ (۱۵)

المیت

بیوی	دو بیٹیاں	ماں	باپ

(ج) اس مسئلے کو منبریہ کہا جاتا ہے، وجہ بیان کریں؟ ۳

السوال الثالث: للخنثی المشكل اقل النصيبين اعنی اسوء الحالين عند ابی حنیفة رحمه الله و عليه الفتوی ۔

(الف) عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں؟ خنثیٰ کا لغوی معنیٰ اور خنثیٰ مشکل کی تعریف کریں؟ ۱۷

چار مرد حضرات یہ ہیں: (۱) باپ (۲) دادا (۳) ماں شریک بھائی (۴) خاوند۔

آٹھ خواتین کی تفصیل یہ ہے: (۱) دادی/ نانی (۲) ماں (۳) زوجہ (۴) بیٹی (۵) پوتی (۶) حقیقی بہن (۷) باپ شریک بہن (۸) ماں شریک بہن۔

(ج) ماں، بیٹی، بیوی اور علاتی بہن کے احوال

۱- ماں کے احوال: ماں کے تین احوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(i) سدس (چھٹا حصہ) ملے گا جبکہ اولاد موجود ہو یا حقیقی، علاتی، اخیافی بہن بھائیوں میں سے کوئی دو موجود ہوں۔

(ii) ثلث ماقی ملے گا جب باپ کے ساتھ احدالزوجین موجود ہو۔

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱- اگر میت شوہر ہو تو اس کی صورت یوں ہوگی: زوجہ، ماں، باپ

۲- اگر میت بیوی ہو تو اس کی صورت یوں ہوگی: زوج، ماں، باپ

(iii) ثلث کل: اگر مذکورہ صورتوں کے علاوہ کوئی صورت ہو۔

۲- بیٹی کے احوال: بیٹی کے تین احوال ہیں جو درج ذیل ہیں:

(i) نصف ملے گا جب ایک بیٹی ہو۔

(ii) دو تہائی حصہ ملے گا جب بیٹیوں کی تعداد دو یا دو سے زائد ہو۔

(iii) ذوی الفروض میں تقسیم کرنے کے بعد ماقی تمام ملے گا جبکہ بیٹی کے ساتھ بیٹا بھی موجود ہو۔

۳- زوجہ کے احوال: بیوی کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(i) چوتھائی حصہ ملے گا جبکہ میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی موجود نہ ہو۔

(ii) آٹھواں حصہ ملے گا جبکہ میت کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا اور پڑپوتی میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو۔

۴- علاتی بہن کے احوال: علاتی بہن کے سات احوال ہو سکتے ہیں، جو درج ذیل

ہیں:

(i) نصف حصہ ملے گا جبکہ باپ شریک بہن ایک ہو اور اس کے ساتھ حقیقی بہن موجود نہ ہو۔

(ii) دو تہائی حصہ ملے گا جبکہ باپ شریک بہنیں دو یا دو سے زائد ہوں اور ان کے ساتھ حقیقی بہن موجود نہ ہو۔

(iii) چھٹا حصہ ملے گا جبکہ باپ شریک بہن ایک یا زائد ہوں اور ان کے ساتھ ایک حقیقی بہن بھی ہو۔

(iv) ترکہ سے کچھ بھی نہیں ملے گا جبکہ باپ شریک بہن ایک یا ایک سے زائد ہوں۔ ان کے ساتھ ایک یا دو حقیقی بہنیں ہوں جبکہ باپ شریک بھائی کوئی نہ ہو۔

(v) ذوی الفروض میں تقسیم کے بعد جو بچے سب ملے گا جبکہ باپ شریک بہنوں کے ساتھ باپ شریک بھائی بھی موجود ہو۔ میت کی حقیقی بہنیں خواہ ہوں یا نہ ہوں۔

(vi) ذوی الفروض میں تقسیم کے بعد باقی ماندہ سب کچھ ملتا ہے جبکہ باپ شریک بہن کے ساتھ میت کی بیٹی، پوتی یا پڑپوتی بھی ہو۔

(vii) میراث سے کچھ بھی نہیں ملے گا جبکہ اس کے ساتھ میت کا باپ، دادا، بیٹا، پوتا یا پڑپوتا ہو۔

السوال الثانی: عول کی تعریف کر کے درج ذیل امور واضح کریں؟

(الف) مخارج میں عول ہوتا ہے اور کتنا آتا ہے؟

(ب) تخریج کریں؟

المیت

بیوی — دو بیٹیاں — ماں — باپ

(ج) اس مسئلے کو منبریہ کہا جاتا ہے، وجہ بیان کریں؟

جواب: عول کی تعریف:

اگر مخرج مسئلہ تمام ورثاء پر برابر برابر تقسیم نہ ہوتا ہو، پھر مخرج مسئلہ میں عدد کا اضافہ کیا

جاتا ہے۔ یہ کمی تمام ورثاء میت پر ان کے حصص کی نسبت سے تقسیم ہو جاتی ہے۔

مخارج اور ان میں عول:

کل مخارج کی تعداد سات ہے، ان میں سے چار میں عول نہیں ہوتا۔ وہ چار مخارج یہ ہیں: 2، 3، 4 اور 8۔ تین مخارج میں عول ہوتا ہے' جو درج ذیل ہیں:

۱- 6 کا عول 10 تک ہوسکتا ہے۔

۲- 12 کا عول 17 تک ہوسکتا ہے۔

۳- 24 کا عول صرف 27 تک ہوسکتا ہے۔

(ب) تخریج:

اصل مسئلہ: 24 بالعول 27

میت

بیوی	دو بیٹیاں	ماں	باپ
1/8	2/3	1/6	1/6 مع عصبہ
3	16	4	4

(ج) اس مسئلہ کو منبریہ کہنے کی وجہ:

ایک دفعہ خلیفہ چہارم حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دے رہے تھے، دوران خطبہ ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے بلا تاخیر برسر منبر یہ مسئلہ بیان فرما دیا تھا۔ اسی لیے اس مسئلہ کو "مسئلہ منبریہ" کہا جاتا ہے۔

السوال الثالث: للخنثى المشكل اقل النصيبين اعنى اسوء الحالين عند ابى حنيفة رحمه الله و عليه الفتوى .

(الف) عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں؟ خنثیٰ کا لغوی معنی اور خنثیٰ مشکل کی تعریف کریں؟

(ب) صورت مسئلہ حل کریں؟

المیت

بیٹا	بیٹی	خنثیٰ مشکل

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

خنثیٰ مشکل کو دو حصوں سے کم یعنی دونوں صورتوں میں سے کم درجہ کے موافق حصہ ملے گا۔ یہ مسئلہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

تشریح عبارت: مصنف اس عبارت میں اس مسئلہ کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ خنثیٰ مشکل کو دو صورتوں میں سے کم درجہ کے مطابق وراثت فراہم کی جائے گی۔ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ الغرض خنثیٰ کا درجہ عورت کے مقابل کم ہے تو اسے وراثت بھی اپنے درجہ کے مطابق دی جائے گی۔

خنثیٰ کا لغوی معنیٰ: لفظ "خنثیٰ" واحد ہے اور اس کی جمع ہے: خناث، خناثی۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: بے کار، ہیجڑا۔

خنثیٰ مشکل کی تعریف: اس سے مراد وہ شخصیت ہے، جس میں تذکیر وتانیث ہونے کی اہلیت ہو یا دونوں کی اہلیت ہو۔

جواب: (ب) صورت مسئلہ کا حل:

اصل مسئلہ: 4

میت

بیٹا	بیٹی	خنثیٰ مشکل
2	1	1

السوال الرابع: (الف) رد کی تعریف کریں، وارثوں کو حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ مال کا ضابطہ کیا ہے؟

اختلاف آئمہ لکھ کر اپنا مذہب مع دلائل واضح کریں؟

(ب) ثم مسائل الرد علی اقسام اربعة احدها ان یکون فی المسئلة جنس واحد ممن یرد علیه عند عدم من لا یرد علیه فاجعل المسئلة رؤسهم .

عبارت کا ترجمہ کریں اور مطلب واضح کریں؟

(ج) درج ذیل دوصورتیں حل کر کے رد کریں؟

۱—المیت

بیٹی	بیٹی

۲—المیت

بیٹی	ماں

جواب: (الف) رد کی تعریف اور ضابطہ:

رد کا لغوی معنیٰ ہے: واپس کرنا، لوٹانا۔ علم میراث کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے: مخرج مسئلہ سے ذوی الفروض کو ان کے مقرر کردہ شرعی حصص دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ عصبہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے ذوی الفروض میں ان کے حصص کے مطابق دوبارہ تقسیم کر دینا۔

مذاہب آئمہ فقہ: احناف اور عام صحابہ کا مؤقف مندرجہ بالا ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ فاضل دولت دوبارہ تقسیم نہیں کی جائے گی بلکہ وہ بیت المال میں جمع کروائی جائے گی۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ہے۔

(ب) ترجمہ عبارت:

پھر مسائل کے رد کی چار اقسام ہو سکتی ہیں: ان میں سے پہلا یہ ہے کہ جن پر رد کیا جائے اور جن پر رد نہ کیا جاتا ہو، ان کا کوئی فرد موجود نہ ہو، تو اصل مسئلہ رؤس سے شروع کیا جائے گا۔

مفہوم عبارت: رد کی چار اقسام میں سے پہلی قسم کی صورت یہ ہے کہ جن پر رد پیش کیا جائے ان میں سے اور جن پر رد نہ کیا جائے ان میں سے کسی کا کوئی فرد موجود نہ ہو، تو اصل مسئلہ کا آغاز رؤس سے کیا جائے گا۔

(ج) دونوں صورتوں کا حل ورد:

مندرجہ بالا دونوں صورتوں کا حل ورد درج ذیل ہے:

۱-پہلی صورت کا حل ورد: اصل مسئلہ: 2

میت

بیٹی	بیٹی
1	1

۲-دوسری صورت کا حل ورد: اصل مسئلہ: 4

میت

بیٹی	ماں
3	1

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية في العلوم العربية والاسلامية

"السنة الأولى" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ 2015ء

﴿الورقة الثالثة: للفقه و أصوله﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: ہر قسم سے کوئی دو دو سوال حل کریں؟

القسم الأول: الفقه

السوال الأول: الشفعة للخليط في نفس المبيع ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق، ثم للجار.

(الف) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ وتشریح کریں؟ ۹

(ب) جار کو حق شفعہ دینے میں امام شافعی کا اختلاف مع دلیل لکھ کر اپنے مذہب پر دلیل دیں؟ ۸

(ج) شفعہ کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں؟ اس کی مشروعیت کا فائدہ کیا ہے؟ ۸

السوال الثانی: لایحل للرجال لبس الحرير ويحل للنساء.

(الف) ترجمہ کریں اور اس مسئلہ پر دلیل بیان کریں؟ ۵

(ب) مرد تھوڑا سا ریشم استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ بصورت اوّل اس کی مقدار کیا ہے؟ عذر کی صورت میں ریشم استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ لکھیں؟ (۱۰)

(ج) بچوں (مذکر) کو ریشمی کپڑے پہنانا جائز ہے یا نہیں؟ اپنا موقف مع دلیل لکھیں؟ (۱۰)

السوال الثالث: (الف) الوصية غير واجبة وهي مستحبة. ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغہ بتائیں؟ ۷

(ب) درج ذیل امور کی وضاحت کریں؟ ۱۸

۱- استحباب وصیت پر دلیل کیا ہے؟ ۲- کتنے مال کی وصیت جائز ہے؟ ۳- کن کے لیے وصیت ناجائز ہے؟ ۴- وصیت کے بعد رجوع کرسکتا ہے؟ ۵- مقروض وصیت کرسکتا ہے یا نہیں؟ ۶- کیا وصیت ابتداءً فرض تھی؟ فرض تھی تو اس پر دلیل؟

القسم الثانی: أصول الفقه

السوال الرابع: والفقه معرفة النفس مالها وما عليها

(الف) ترجمہ کریں "مالها وما عليها" میں ممکنہ احتمالات میں سے دو احتمال وضاحت کے ساتھ بیان کریں؟ (۱۵)

(ب) بعض علماء نے تعریف مذکور میں "عملاً" کی قید کا اضافہ کیا۔ کیا یہ اضافہ صحیح ہے؟ نیز اس اضافے سے ان کا مقصد کیا ہے؟ ۱۰

السوال الخامس: القرآن هو ما نقل الينا بين دفتي المصاحف تواترا.

(الف) عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں؟ نیز ابن حاجب نے اس تعریف کو دوری کہا اس کا دوری ہونا واضح کریں پھر اس کا جواب دیں؟ (۱۵)

(ب) قرآن کون سا صیغہ ہے؟ ہفت اقسام میں کیا ہے؟ اس کا معنی کیا ہے؟ ۴

(ج) تنقیح، توضیح، تلویح کے مصنفین کے نام لکھیں اور بتائیں ان میں سے کون سی کتاب کس کی شرح ہے؟ (۶)

السوال السادس: على أن بعض الطهر ليس بطهر والالكان الثالث كذالك.

(الف) ترجمہ کریں نیز یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال مع جواب کی وضاحت کریں؟ ۱۳

(ب) "قروء" سے کیا مراد ہے؟ حیض یا طہر۔ حنفیہ، شافعیہ کا مذہب مع دلیل لکھیں؟ ۱۲

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ سوم: فقہ واصول فقہ﴾

قسم اول: فقہ

سوال نمبر 1: اَلشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ لِلْخَلِيْطِ فِيْ نَفْسِ الْمَبِيْعِ ثُمَّ لِلْخَلِيْطِ فِيْ حَقِّ الْمَبِيْعِ كَالشُّرْبِ وَالطَّرِيْقِ، ثُمَّ لِلْجَارِ۔

(الف) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ وتشریح کریں؟

(ب) جار کو حق شفعہ دینے میں امام شافعی کا اختلاف مع دلیل لکھ کر اپنے مذہب پر دلیل دیں؟

(ج) شفعہ کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں؟ اس کی مشروعیت کا فائدہ کیا ہے؟

جواب: (الف) عبارت پر اعراب اور ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

شفعہ نفس مبیع میں شریک کے لیے ضروری ہے، پھر حق مبیع میں شریک کے لیے مثلاً پانی اور راستہ میں شریک کے لیے اور پھر پڑوسی کے لیے۔

تشریح عبارت: اس عبارت میں تین اہم مسائل بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- نفس مبیع میں شریک شخص شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔

۲- اس کے بعد زیادہ شفعہ کا حقدار وہ شخص ہے، جو حق مبیع میں شریک ہو جیسے: کھیت وغیرہ کو سیراب کرنے والے پانی اور راستہ میں شریک آدمی۔

۳- تیسرے درجہ پر ہمسایہ کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

(ب) جار کو حق شفعہ دینے کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب:

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جار کو حق شفعہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے درج ذیل روایت سے استدلال کیا ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انّ الشفعة فيما يقسم فاذا وقعت الحدود و صرفت الطرق فلا شفعة۔ یعنی شفعہ صرف قابل تقسیم چیز میں ہو سکتا ہے، جب حدود پابندی قائم ہو جائے تو پھر شفعہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل یہ روایت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الجار احق بشفعته۔ ہمسایہ شفعہ کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

(ج) شفعہ کا لغوی واصطلاحی معنی:

شفعہ کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کے مالک بننے کے لیے کسی شخص کے لیے رکاوٹ بننا۔ اس کا شرعی واصطلاحی معنی ہے کہ کسی چیز پر کسی کے حق بیع کو ختم کر کے وہی قیمت ادا کر کے اس چیز پر قابض ہو جانا۔ احناف کے نزدیک جائیداد غیر منقولہ میں شفعہ ہو سکتا ہے، خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا نہ ہو۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ جواز شفعہ کے لیے چیز کا قابل تقسیم ہونا شرط ہے، لہٰذا ناقابل تقسیم چیز میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔

سوال نمبر 2: لايحل للرجال لبس الحرير ويحل للنساء۔

(الف) ترجمہ کریں اور اس مسئلہ پر دلیل بیان کریں؟

(ب) مرد تھوڑا سا ریشم استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ بصورت اوّل اس کی مقدار کیا ہے؟ عذر کی صورت میں ریشم استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ لکھیں۔

(ج) بچوں (مذکر) کو ریشمی کپڑے پہنانا جائز ہے یا نہیں؟ اپنا موقف مع دلیل لکھیں۔

جواب: (الف) ترجمہ:

مردوں کے لیے ریشم کا استعمال جائز نہیں ہے اور خواتین کے لیے جائز ہے۔

دلیل: اس مسئلہ پر دلیل وہ حدیث ہے جس میں ریشم کا استعمال مردوں کے لیے حرام اور خواتین کے لیے حلال قرار دیا گیا ہے۔

(ب) مردوں کے لیے جائز مقدار ریشم:

عورتوں کے لیے ریشم کا استعمال جائز ہے لیکن مردوں کے لیے جائز نہیں ہے۔ تاہم تین چار انگلیوں کے برابر پٹی یا تکیہ کے لیے یا سرہانے کے اوپر استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ اس کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی ملتا ہے۔

مردوں کے لیے عذر کی بنا پر ریشم کا استعمال جائز ہونا: عذر یا مجبوری کی بنا پر مرد حضرات کے لیے بھی ریشم کا استعمال جائز ہے جیسے: نماز کا وقت ہونے پر کسی کے عام کپڑے پلید ہوں لیکن ریشمی کپڑے صاف ہوں، وہ ریشمی کپڑے زیب تن کر کے نماز ادا کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ عذر یا مجبوری کی وجہ سے احکام شرعی تبدیل ہو جاتے ہیں جیسے: جان بچانے کے لیے خنزیر کا گوشت حلال ہو جاتا ہے بشرطیکہ بقدرے ضرورت ہو۔

(ج) بچوں (مذکر) کو ریشمی کپڑے پہنانے کا شرعی حکم:

مردوں کی طرح چھوٹے بچوں کو بھی ریشمی کپڑے پہنانا ممنوع و حرام ہے۔ بچے خواہ نابالغ ہونے کی وجہ سے غیر مکلف ہیں مگر پہنانے والے تو مکلف ہیں۔ لہٰذا انہیں ریشمی کپڑے پہنانا حرام ہے۔ تاہم خواتین کی طرح بچیوں کے لیے ریشمی کپڑوں کا استعمال جائز ہے۔

سوال نمبر3: (الف) الوصية غير واجبة وهي مستحبة ۔ ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغہ بتائیں؟

(ب) درج ذیل امور کی وضاحت کریں؟

ا- استحباب وصیت پر دلیل کیا ہے؟ ۲- کتنے مال کی وصیت جائز ہے؟

۳- کن کے لیے وصیت ناجائز ہے؟ ۴- وصیت کے بعد رجوع کر سکتا ہے؟

۵- مقروض وصیت کر سکتا ہے یا نہیں؟ ۶- کیا وصیت ابتداءً فرض تھی؟ فرض تھی تو اس پر دلیل؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

وصیت کرنا واجب نہیں ہے، یہ تو مستحب عمل ہے۔

خط کشیدہ صیغہ: لفظ "مستحبة" صیغہ واحد مؤنث اسم مفعول ثلاثی مزید فیہ باہمزہ وصل باب استفعال۔ اس کا معنیٰ ہے: مباح، جائز، بہتر۔

جواب: (ب) مختلف امور کی وضاحت:

مندرجہ بالا امور کی وضاحت درج ذیل ہے:

۱- استحباب وصیت کی دلیل: قرآن وحدیث میں وصیت کے باب میں امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ خواہ اس بارے میں امر کا صیغہ وجوب کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا استحباب کے لیے استعمال ہونا بھی مشروع ہے۔

۲- وصیت کی مقدار: وراثت کے تہائی مال یا اس سے کم مقدار میں وصیت کرنا جائز ہے لیکن زائد میں وصیت باطل۔

۳- جن لوگوں کو وصیت کرنا جائز نہیں ہے: وہ ورثاء جو وراثت کے حقدار پا رہے ہوں، ان میں سے کسی کے نام وصیت کرنا منع ہے، کیونکہ ایسی صورت میں دیگر ورثاء کی حق تلفی ہوگی اور باہم نفرت پیدا ہوگی۔

۴- وصیت کے بعد رجوع کرنے کا حکم: دریافت طلب یہ امر ہے کہ وصیت کے بعد رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں شرعی نقطہ نظر یہ ہے کہ جس طرح "ہبہ" میں رجوع جائز ہے، اسی طرح وصیت میں رجوع روا ہے۔

۵- مقروض کی وصیت کا شرعی حکم: مقروض کا وصیت کرنا شرعی نقطہ نظر سے ممنوع و باطل ہے۔ تاہم قرضہ کی ادائیگی کے بعد مال وراثت بچنے کا امکان ہو تو وصیت جائز ہوگی لیکن وہ بھی تہائی وراثت میں۔

۶- ابتداءً وصیت کا حکم: ابتداءً وصیت فرض تھی، پھر واجب قرار پائی اور بعد میں استحباب کے درجہ میں آ گئی۔ اب احناف کے نزدیک وصیت کرنا مستحب ہے۔

وصیت کی شرعی حیثیت کے بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- بعض علماء وفقہاء کے نزدیک وصیت کرنا فرض ہے۔ انہوں نے اس ارشاد باری سے استدلال کیا ہے: اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۔ والدین اور اعزاء واقارب کے حق میں وصیت ہے۔

۲- بعض فقہاء وصیت کو واجب قرار دیتے ہیں، ان کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے: كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ﴿ موت کا وقت قریب آنے پر تم پر وصیت ہے۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ وصیت کرنا مستحب ہے۔

قسم ثانی: اصول فقہ

سوال نمبر 4: الفقه معرفة النفس مالها وما عليها

(الف) ترجمہ کریں "مالها وما عليها" میں ممکنہ احتمالات میں سے دو احتمال وضاحت کے ساتھ بیان کریں؟

(ب) بعض علماء نے تعریف مذکور میں "عملاً" کی قید کا اضافہ کیا۔ کیا یہ اضافہ ٹھیک ہے؟ نیز اس اضافے سے ان کا مقصد کیا ہے؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

علم فقہ نفس کا اپنے نفع ونقصان کو پہچاننا ہے۔

"مالها وما عليها" میں دو ممکنہ احتمالات: ان الفاظ میں دو ممکنہ احتمالات درج ذیل ہیں:

۱- جو عمل نفس کے لیے نافع ہے وہ آخرت میں "مالها" ہوگا۔ جو عمل نقصان دہ ہے وہ آخرت میں "ماعليها" ہوگا۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

۲- "مالها" سے مراد اجر وثواب اور "ماعليها" سے مراد عذاب وعقاب ہو۔ مطلب یہ ہے کہ انسان جو اعمال صالحہ کرتا ہے، ان کا اجر وثواب اور جو اعمال سیئہ انجام دیتا ہے، ان کی سزا ملے گی۔

(ب) فقہ کی تعریف میں "عملاً" کی قید کا اضافہ اور مقصد:

بعض فقہاء نے علم فقہ کی تعریف کرتے ہوئے اس میں لفظ "عملاً" کا اضافہ کیا ہے۔ اس لفظ کی قید سے ان کا مقصد وجدانیات، اعتقادات اور علم تصوف وکلام کو خارج کرنا ہے۔ اگر یہ قید نہ لگائی جائے تو یہ تمام علوم، علم فقہ کی تعریف میں داخل رہیں گے۔

سوال نمبر 5: القرآن هو ما نقل الينا بين دفتي المصاحف تواترا۔

(الف) عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں نیز ابن حاجب نے اس تعریف کو دوری کہا اس کا دوری ہونا واضح کریں پھر اس کا جواب دیں؟

(ب) قرآن کون سا صیغہ ہے؟ ہفت اقسام میں کیا ہے؟ اس کا معنی کیا ہے؟

(ج) تنقیح، توضیح، تلویح کے مصنفین کے نام لکھیں اور بتائیں ان میں سے کون سی کتاب کس کی شرح ہے؟

جواب: (الف) عبارت کا ترجمہ وتشریح:

قرآن ایسا کلام ہے جو جلد کی شکل میں محفوظ ہے اور نقل تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔

تشریح: قرآن کریم وہ آخری آسمانی کتاب ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی اور نقل تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی۔ اس کے نزول کے تین مراحل ہیں: (۱) لوح محفوظ پر۔ (۲) آسمان دنیا پر۔ (۳) پھر آسمان دنیا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

فقہ کی تعریف دوری اور اس کا جواب: علامہ ابن حاجب رحمہ اللہ تعالیٰ فقہ کی اس تعریف پر اعتراض کرتے ہوئے اسے دوری قرار دیتے ہیں۔ قرآن کریم کی تعریف ہے:

القرآن مما نقل فی المصاحف ۔ اگر دریافت کیا جائے: **ما المصاحف؟** مصحف کیا چیز ہے تو جواب میں کہا جاتا ہے: **المصحف الذی کتب فی القرآن** ۔ یعنی کتاب اللہ کا سمجھنا مصحف پر موقوف ہے اور مصحف کا سمجھنا قرآن پر موقوف ہے، سو اسی کا نام تو دور ہے۔

جواب: مصنف رطب اللسان ہیں کہ اس مقام کی تحقیق کا میں نے قصد کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ انواع تعریفات میں سے پہلے تعین کر لیا جائے تا کہ "کتاب اللہ" کی جامع مانع تعریف ہو جائے۔ جس وجہ سے یہ کتاب دیگر کتب سے ممتاز ہو جائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ مقدس کتاب کسی بھی تعریف کی محتاج نہیں ہے۔

(ب) قرآن صیغہ، ہفت اقسام سے تعلق اور معنیٰ:

لفظ "قرآن"، فعل ثلاثی مجرد سے فعلان کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، جو قَرَأَ یَقْرَأُ سے بنا ہے۔ یہ ہفت اقسام سے مہموز اللام ہے۔ اس کا معنیٰ ہے: سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب۔ بلاشبہ قرآن وہ واحد آسمانی کتاب ہے جس کی تلاوت سب سے زیادہ کی جاتی ہے۔

(ج) تنقیح، توضیح اور تلویح کے مصنفین کے اسماء گرامی:

کتاب تنقیح متن ہے جبکہ توضیح اس کی شرح اور دونوں کتابوں کے مصنف علامہ عبیداللہ بن مسعود حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ کتاب تلویح، توضیح کی شرح ہے، جو علامہ سعد الدین مسعود بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے۔

سوال نمبر 6: علی أن بعض الطهر ليس بطهر والاكان الثالث كذالك ۔

(الف) ترجمہ کریں نیز یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال مع جواب کی وضاحت کریں؟

(ب) "قروء" سے کیا مراد ہے؟ حیض یا طہر۔ حنفیہ، شافعیہ کا مذہب مع دلیل لکھیں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

طہر کا کچھ حصہ طہر نہیں رہے گا وگرنہ تیسرے طہر کی کیفیت بھی یہی ہوگی۔

سوال مقدر اور اس کا جواب: عربی عبارت میں مصنف ایک مقدر سوال کا جواب دے رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ حساب لگانے سے دو طہر اور ایک طہر کا کچھ حصہ بنے گا مگر تین طہر کی مدت بن جائے گی، کیونکہ بعض طہر بھی ایک مکمل طہر تصور ہوتا ہے خواہ اس کی مدت ایک گھڑی ہو؟

اس کا جواب مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ یوں دے رہے ہیں کہ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ طہر اوّل کے کچھ حصہ کو کامل طہر قرار نہیں دیا جا سکتا اور طہر ثالث کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس طہر کا کچھ حصہ گزر چکا ہوگا اور کچھ ابھی باقی ہوگا۔ ایسی صورتحال میں عدت پوری ہونے پر نکاح ثانی جائز ہونا چاہیے حالانکہ یہ اجماع کے منافی ہے۔

(ب) لفظ قروء کے معنیٰ میں اختلاف آئمہ فقہ:

خواتین کو طلاق دینے کی صورت میں ان کے بارے میں شرع نے ایک خاص حکم یہ جاری کیا ہے: **وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ** ۔ یعنی مطلقہ عورتیں تین قروء تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔

اس آیت میں لفظ "قروء" استعمال کیا گیا ہے جس کے معنیٰ و مفہوم میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اس آیت میں "قروء" سے مراد طہر ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ تین سے لے کر دس تک اعداد کی تمیز تذکیر و تانیث کے اعتبار سے خلاف قیاس آتی ہے۔ یہاں لفظ "ثلاثة" مؤنث ہے، اس لیے اس کا معدود (تمیز) مذکر ہونا چاہیے جو فقط "طہر" ہی ہو سکتے ہیں۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لفظ "قروء" سے مراد "حیض" ہیں، اگر اس سے مراد طہر ہو تو حکم پر عمل نہیں ہو سکے گا، کیونکہ جس طہر میں طلاق دی گئی وہ کامل (مکمل) نہیں ہوگا بلکہ ایک طہر کا کچھ حصہ قرار پائے گا۔ اس طرح ٹھہرنے کی

مدت دو طہر اور تیسرے طہر کا کچھ حصہ ہوگی۔ تاہم اگر قروء سے حیض مراد لیے جائیں تو حکم خداوندی پر عمل ممکن ہو سکتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے لفظ "قروء" سے "حیض" مراد لینے سے قاعدہ نحوی کی مخالفت لازم نہیں آتی، کیونکہ جس طرح لفظ "طہر" مذکر ہے، اسی طرح لفظ "حیض" بھی مذکر استعمال ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار المستوى النهائي تحت اشراف تنظيم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية و الاسلامية

"السنة الأولى" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ 2015ء

﴿الورقة الرابعة: أصول الحديث و أصول التحقيق﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: دونوں قسموں سے دو دو سوال حل کریں۔

القسم الاول: اصول الحديث

السوال الاول: ثم الاسناد اما أن ينتهى الى النبى صلى الله عليه وسلم اما تصريحا أو حكما من قوله صلى الله عليه وسلم أو من فعله أو من تقريره

(الف) مرفوع صریح، مرفوع حکمی، مرفوع فعلی، مرفوع تقریری کی تعریف کریں اور ہر ایک کی مثال دیں؟ (۱۵)

(ب) صحابی، تابعی اور مخضرم کی تعریف کریں اور بتائیں نجاشی شاہ حبشہ کن میں سے تھے؟ ۱۰

السوال الثانی: درج ذیل میں سے پانچ کی تعریف مع حکم تحریر کریں؟ (۲۵)

حدیث متواتر، خبر واحد، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، معضل، معلق، عزیز

السوال الثالث: (الف) مدلس اور مرسل خفی کی تعریف کریں؟ دونوں میں فرق واضح کریں؟ (۱۰)

(ب) مرسل کی تعریف کریں اس کی حجیت میں اختلاف آئمہ لکھ کر قول راجح بیان کریں؟(۱۵)

القسم الثانی :أصول التحقیق

السوال الخامس: (الف) انتخاب موضوع کے رائج دو طریقوں پر نوٹ لکھیں؟ (۱۰)

(ب) انتخاب موضوع کے ذرائع اور وسائل تفصیلاً بیان کریں؟ (۱۵)

السوال السادس: خاکہ تحقیق (Synopsis) کے عناصر پر مفصل نوٹ لکھیں؟ (۲۵)

السوال السابع: (الف) مصادر و مراجع کی تعریف اور ان کے مابین فرق مثالوں سے واضح کریں؟ (۱۵)

(ب) کتاب "تحقیق و تدوین کا طریقہ کار" کے مصنف کا نام لکھیں اور بتائیں کیا مراجع سے نقل کرنا درست ہے؟ (۱۰)

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ چہارم: اصول حدیث واصول تحقیق﴾

قسم اوّل: اصول حدیث

سوال نمبر 1: ثم الاسناد اما أن ینتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما تصریحا أو حکما من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم أو من فعلہ أو من تقریرہ

(الف) مرفوع صریح، مرفوع حکمی، مرفوع فعلی، مرفوع تقریری کی تعریف کریں اور ہر ایک کی مثال دیں؟

(ب) صحابی، تابعی اور مخضرم کی تعریف کریں اور بتائیں نجاشی شاہ حبشہ کن میں سے تھے؟

جواب: (الف) اصطلاحات کی تعریفات اور ان کی مثالیں:

اصطلاحات بالا کی تعریفات اور ان کی مثالیں درج ذیل ہیں:

حدیث مرفوع: وہ حدیث ہے جس کی سند حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو، وہ روایت مرفوع خواہ قولی ہو یا فعلی ہو یا تقریری ہو۔

حدیث مرفوع قولی صریحی کی مثال یوں ہے کہ صحابی نے یوں کہا: حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکذا یا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا یا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کذا

حدیث مرفوع فعلی صریحی کی مثال یوں ہے کہ صحابی نے یوں کہا: رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کذا یا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل کذا۔

حدیث مرفوع فعلی حکمی کی مثال یوں ہے کہ کوئی صحابی ایسا عمل خبر کرے جو دو سے زائد صحابہ سے مختلف مروی ہو جیسے: "صلوٰۃ کسوف" دو رکعت ادا کرنا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہو۔

حدیث مرفوع تقریری صریحی کی مثال یوں ہے کہ کسی صحابی نے کہا فعلت بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا یا کسی غیر صحابی نے یوں کہا فعل فلان بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا۔

(ب) اصطلاحات کی تعریفات:

مندرجہ بالا اصطلاحات کی تعریفات درج ذیل ہیں:

۱۔ صحابی: وہ شخصیت ہے جس نے اسلام کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس فیض رساں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کی ہو اور ایمان کی حالت میں وہ دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

۲۔ تابعی: وہ شخصیت ہے جس نے ایمان کی حالت میں صحابی کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا ہو اور ایمان کی حالت میں وہ دنیا سے رحلت ہوا ہو۔

۳۔ مخضرم: وہ آدمی ہے جس نے کچھ زمانہ جاہلیت پایا ہو اور کچھ زمانہ اسلام پایا ہو۔

شاہ حبشہ نجاشی کا تعلق: شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ عنہ بھی "مخضرم" تھے، کیونکہ انہوں نے بھی زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں کو پایا تھا۔ ان کے وصال پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو جمع کر کے ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی۔

سوال نمبر 2: درج ذیل میں سے پانچ کی تعریف مع حکم تحریر کریں؟

(۱) حدیث متواتر (۲) خبر واحد (۳) صحیح لذاتہ (۴) حسن لذاتہ (۵) معضل (۶) معلق (۷) عزیز

جواب: اصطلاحات حدیث کی تعریفات:

۱۔ حدیث متواتر: وہ روایت ہے جس کے رواۃ ہر زمانہ میں اتنے کثیر ہوں کہ

ان کا جھوٹ پر اجتماع ناممکن ہو۔

حکم: اس سے تمام احکام و مسائل شرعی ثابت ہوتے ہیں۔

۲۔ خبر واحد: ایسی روایت ہے، جس میں تواتر کی شرط معدوم ہو۔

حکم: اس سے ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کی سند کے جملہ رواۃ تام الضبط ہوں، سند متصل ہو اور وہ روایت شاذ و معلل نہ ہو۔

۴۔ حسن لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے راوی تعداد میں قلیل اور قلیل الضبط ہوں۔

۵۔ معضل: وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند سے دو یا دو سے زائد راوی حذف کیے گئے ہوں۔

۶۔ معلق: وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند میں تابعی کے بعد ایک یا ایک سے زائد راوی متروک ہوں۔

۷۔ عزیز: وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند میں صرف دو راوی ہوں۔

سوال نمبر 3: (الف) مدلس اور مرسل خفی کی تعریف کریں؟ دونوں میں فرق واضح کریں؟

(ب) مرسل کی تعریف کریں اس کی حجیت میں اختلاف آئمہ لکھ کر قول راجح بیان کریں؟

جواب: (الف) تعریفات اصطلاحات:

۱۔ مدلس: وہ روایت ہے جس کے سلسلہ سند میں کوئی راوی غیر مسموع عنہ سے اس اسلوب سے بیان کرے کہ وہ مسموع عنہ معلوم ہو جیسے: عن فلان۔

۲۔ مرسل: وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند کے اختتام سے تابعی کے بعد راوی متروک ہو مثلاً تابعی روایت کے وقت صحابی کو چھوڑ دے۔

مدلس اور مرسل خفی میں فرق: کسی روایت میں تدلیس کے لیے یہ مشروط ہے کہ راوی کی مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو مگر بعد میں اس نے مروی عنہ کا ذکر ترک کر دیا ہو اور روایت اوپر کے رواۃ کی طرف منسوب کر دی ہو۔ مرسل خفی وہ روایت ہے جس کے راوی

اور مروی عنہ کی معاصرت تو ثابت ہو لیکن ملاقات ثابت نہ ہو۔

(ب) مرسل کی تعریف اور اس کی حجیت میں مذاہب آئمہ:

مرسل کی تعریف سطور بالا میں گزر چکی ہے۔ اس کے حجت ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حدیث مرسل مقبول ہوتی ہے۔

۲- علامہ ابوبکر اور علامہ ابوالولید باجی، بعض مالکیہ اور بعض احناف سے منقول ہے کہ جب کوئی راوی ثقات یا غیر ثقات سے ارسال کرے تو اس صورت میں اجتماعی طور پر مرسل کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

۳- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ مرسل روایت اس وقت قابل قبول ہوتی ہے جب اس کے ساتھ دوسری سند ملائی جائے جو اس سے معارض ہو۔ سند خواہ مسند ہو یا مرسل ہو لیکن متروک راوی کے ثقہ ہونے کو ترجیح حاصل ہو۔

۴- جمہور فقہاء اس بارے میں سکوت اختیار کرتے ہیں، کیونکہ اس میں ایک احتمال کی گنجائش موجود ہے۔

قسم ثانی: اصول تحقیق

سوال نمبر 4: (الف) انتخاب موضوع کے رائج دو طریقوں پر نوٹ لکھیں؟

(ب) انتخاب موضوع کے ذرائع اور وسائل تفصیلاً بیان کریں؟

جواب: (الف) انتخاب موضوع کے رائج دو طریقے:

انتخاب موضوع کے رائج دو مشہور طریقے درج ذیل ہیں:

پہلا طریقہ:

انتخاب موضوع کا یہ طریقہ زیادہ موزوں، زیادہ بہتر اور قابل قدر ہے' کیونکہ محقق ہی صاحب تحقیق ہوتا ہے اور اپنی ساری تحقیق کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ اسی پر تحقیق کا

دارومدار ہوتا ہے اور وہی اپنے موضوع پر مہارت اور تخصیص حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا موضوع کا انتخاب محقق کی طرف سے اسی کی مرضی، میلان طبع اور اس کی صلاحیتوں اور امکانات کے مطابق ہونا چاہیے۔ محقق کے لیے مناسب یہ ہے کہ یونیورسٹی میں کلاس ورک کے دوران ہی اپنے موضوع کے بارے میں سوچ بچار کرے اور اساتذہ کے مشورے سے انتخاب کرے۔

دوسرا طریقہ:

عام طور پر نگران استاد کی طرف سے موضوع کے انتخاب کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب طالب علم درس ورک کے دوران موضوع کا فیصلہ نہ کر سکے۔ بعض اوقات یہ طریقہ بہتر بھی ثابت ہوتا ہے' کیونکہ نگران استاد کے پاس کئی اہم موضوعات ہوتے ہیں جو تحقیق کے لیے زیادہ بہتر اور مناسب ہوتے ہیں۔ اس صورت میں محقق کا صرف اتنا ہی کام رہ جاتا ہے کہ وہ اپنے نگران استاد کے ساتھ تجویز کردہ موضوع کے بارے میں تبادلہ خیال اور گفت و شنید کرتا رہے۔ نیز اپنے استاد سے اپنے موضوع کے تمام پہلوؤں سے متعلق سوال و جواب کا سلسلہ جاری رکھے۔ یہاں تک کہ اس موضوع کے متعلق اس کے تمام تصورات واضح ہو جائیں۔

(ب) انتخاب موضوع کے ذرائع اور وسائل:

انتخاب موضوع کے ذرائع اور وسائل کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

1- ذاتی معلومات و تجربہ:

آپ کے ذہن میں موجود معلومات، افکار اور آپ کا ذاتی تجربہ موضوع کے انتخاب میں معاون ہو سکتے ہیں۔ کیا آپ کے ذہن میں ہر وقت کھٹکنے والا کوئی سوال ہے جس کا ابھی تک جواب نہیں ملا؟ کیا کوئی ایسا معاملہ ہے جس میں اہل دانش کا اختلاف ہو؟ کیا کوئی ایسی بات ہے جس سے لوگ بھی ابھی تک ناواقف ہیں؟ کیا کوئی ایسا معاملہ ہے' جو ہر وقت آپ کی توجہ مبذول رکھتا ہے لیکن ابھی تک اس کا کوئی حل تجویز نہیں کیا گیا؟ اس طرح کے تمام امور آپ کا موضوع تحقیق بن سکتے ہیں۔ آپ کا ذاتی تجربہ اور آپ کی ذاتی معلومات

موضوع کے انتخاب میں آپ کے لیے انتہائی کارآمد ہو سکتی ہیں۔

2-دوسروں سے گفتگو:

دوسروں کے ساتھ آپ کی گفت وشنید نئے نئے تحقیق طلب قضایا کے وجود میں آ[نے] کا ذریعہ بنتی ہے۔ نت نئے سوالات اوران کے جوابات کی تلاش کا عمل اسی وقت شروع ہ[وتا] ہے کہ کوئی ایسا سوال نمودار ہو جائے جسے جواب کی ضرورت ہو، یا گفتگو کرنے والا آپ [کے] ذہن میں کوئی نئی سوچ پیدا کردے، یا معاشرے کا کوئی ایسا مسئلہ سامنے لے آئے جس [کا] تفصیلی جائزہ لینے کی ضرورت ہو۔

درحقیقت ہر چیز تحقیق کے قابل ہوتی ہے لیکن اس کے لیے ایک تحقیق وجستجو کر[نے] والی عقل ہونی چاہیے۔ ایسی عقل جو ہر وقت چیزوں کی حقیقت جاننے کی طالب ہو۔ ای[سی] عقل جو تحقیق سے لطف اندوز ہو۔ جب آپ دوسروں سے گفتگو کرتے ہیں تو آپ [کے] سامنے تحقیق کے کئی موضوعات کھلتے ہیں مثلاً جس کی زبان گفتگو کے مطابق ہاتھوں [کی] حرکات، چہرے کے تاثرات اور دوران کلام آنکھوں کی حرکات وغیرہ کو سامنے رکھتے ہو[ئے] آپ گفتگو کے دوران دو افراد کی جسمانی لغت کا موازنہ کر سکتے ہیں۔ اسی موضوع کو وس[یع] کرتے ہوئے آپ دو قوموں کی جسمانی لغت کو موضوع تحقیق بنا سکتے ہیں۔ یہ تو ایک چھو[ٹی] سی مثال ہے، یقیناً آپ دوسرے لوگوں کے ذریعے اپنے لیے تحقیق کے ہزاروں موضوعات تلاش کر سکتے ہیں۔

3-ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگرام:

ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے روزانہ بہت سے دینی، علمی، ثقافتی اور ادبی پروگرام نش[ر] ہوتے ہیں۔ ہر پروگرام میں کسی موضوع کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ پروگرام پیش کرنے والے معاشرے کے اہم امور کو اجاگر کرتے ہیں۔ وہ ان موضوعات کی طرف مبذول کراتے ہیں، جن پر فوری اور مفصل تحقیق وجستجو کی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے پروگرام انتہائی اہم اور معاصر موضوعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ انہیں غور سے سنئے اور اپنی خواہش، حالات اور علمی وادبی تخصص کے مطابق اپنے لیے موضوعات

کا انتخاب کرنے میں رہنمائی حاصل کریں۔

4-تحقیقی مجلات:

مختلف جامعات اور تحقیقی ادارے اپنے تحقیقی مجلات شائع کرتے ہیں، جن میں شائع ہونے والے علمی مضامین مزید تحقیق کا تقاضا کرتے ہیں۔ نیز ان میں لکھنے والے بہت سارے محققین اپنے مضمون کے آخر میں بطور تجاویز وسفارشات اور نتائج وحاصلات کچھ نئے پہلوؤں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان تجاویز کو غور سے پڑھئے اوران کی روشنی میں مزید تحقیق کے لیے اپنے موضوعات کا انتخاب کریں۔

5-محاضرات ودرس:

اگر آپ اساتذہ کرام کی طرف سے دیے جانے والے محاضرات کو غور سے سنیں تو اپنے اپنے مضمون کے متعلق کئی موضوعات وعناوین بتاتے رہتے ہیں جو قابل تحقیق ہوتے ہیں۔ اساتذہ کرام کے لیکچرز آپ کی سوچ کے اُفق کو وسعت بخشتے ہیں اور تحقیق کے میدان میں آپ کے لیے بہت سی راہیں کھول دیتے ہیں۔ اہل علم کی باتیں غور سے سننا تحقیق وجستجو کرنے والی عقل کو بے نیاز کردیتا ہے اوراس کے سامنے جدید ووسیع آفاق کھول دیتا ہے۔

سوال نمبر5: خاکہ تحقیق (Synopsis) کے عناصر پر مفصل نوٹ لکھیں؟

جواب: خاکہ تحقیق کے عناصر پر نوٹ:

خاکہ تحقیق کے مشہور عناصر درج ذیل ہیں:

1-عنوان تحقیق۔

2-اس کے نیچے علمی درجہ کا نام جس کے لیے خاکہ پیش کیا جا رہا ہے مثلاً خاکہ تحقیق برائے ایم۔اے۔ایم،ایم فل۔پی ایچ ڈی عربی/اسلامیات وغیرہ۔

3-یونیورسٹی کا مونوگرام۔

4-دائیں جانب "مکالمہ نگار" لکھ کر اس کے نیچے محقق کا نام اور رول نمبر وغیرہ۔

5-اس کے بالمقابل "زیر نگرانی" لکھ کر اس کے نیچے نگران استاد کا نام، علمی عہدہ اور

پتہ وغیرہ۔

6- ڈیپارٹمنٹ کا نام مثلاً "شعبہ عربی زبان وادب"۔

7- اس کے نیچے یونیورسٹی کا نام، شہر اور ملک کا نام مثلاً پنجاب یونیورسٹی، لاہور پاکستان۔

تعارف کا موضوع:

محقق مختصر الفاظ میں اپنے موضوع کا تعارف پیش کرتا ہے اور خاص طور پر فرضیہ تحقیق کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

فرضیہ تحقیق:

فرضیہ تحقیق سے مراد کسی مسئلے کے بارے میں محقق کی ابتدائی رائے، اندازہ یا دانشورانہ قیاس ہے جسے وہ موضوع کے انتخاب کے بعد وقتی طور پر اختیار کرتا ہے، خواہ تحقیق کے بعد وہ فرضیہ غلط ہی ثابت کیوں نہ کیا جائے۔ فرضیہ دراصل محقق کی پیش گوئی ہے جو قبل از مطالعہ مصادر ومراجع کی جاتی ہے۔ موضوع حل طلب سوالات سے عبارت ہوتا ہے اور فرضیہ میں ان کے امکانی جوابات کی پیش گوئی ہوتی ہے۔ گویا موضوع سے اٹھنے والے سوالات کے متوقع اور امکانی جوابات ہی فریضہ کہلاتے ہیں۔ محقق ہمیشہ اس مواد کی تلاش کرتا ہے، جو اس کے فرضیے کی تصدیق یا تردید کرتا ہو۔ لہٰذا فرضیہ کی بدولت محقق کی بھرپور توجہ موضوع کے چند پہلوؤں اور جہتوں پر مرکوز رہتی ہے اور مختلف مصادر ومراجع سے حقائق وخیالات کے بہترین چناؤ میں فرضیہ اس کی معاونت کرتا ہے۔ فرضیہ تحقیق تمام لٹریچر کا طائرانہ جائزہ لینے کے بعد لکھنا چاہیے اور فرضیات لکھنے کا انداز بیانیہ ہونا چاہیے نہ کہ سوالیہ۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر قسم کی تحقیق میں فرضیہ کی ضرورت ہو۔ اگر محقق صرف معلومات وحقائق جمع کر رہا ہو مثلاً کسی مکتبہ کے مخطوطات کی فہرست تیار کر رہا ہو یا کسی موضوع پر کتابیات مرتب کر رہا ہو، کوئی اشاریہ بنا رہا ہو یا اس قسم کی کوئی فہرست بنا رہا ہو تو کسی فرضیہ کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن وہ تحقیق جو تنقیدی تشریح وتوضیح کا کام کرتی ہے، اس میں فرضیہ ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

مقاصد تحقیق:

اس مقدمہ میں تحقیق کے بنیادی مقاصد اور اہداف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اسباب انتخاب موضوع:

مقدمہ میں اس موضوع کے انتخاب کرنے کی وجوہات اور اسباب کو بیان کیا جاتا ہے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

مقدمہ میں اس موضوع کا مختصر تاریخی جائزہ لیا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ (موضوع) کب شروع ہوا؟ اس کا ارتقاء کیسے ہوا؟ کس کس پہلو سے اس پر تحقیق ہوئی؟ کن لوگوں نے اس پر تحقیق کی؟ اور ان محققین نے کس حد تک کی؟ پھر وہ کون سا نکتہ ہے جہاں سے اس نئی تحقیق کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ پہلے اس نکتہ پر کسی نے تحقیق نہیں کی۔

اہمیت موضوع:

مقدمہ میں موضوع کی اہمیت کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور تحقیق کی اہمیت کے حوالے سے پائے جانے والے تمام استفسارات کا جواب دیا جاتا ہے۔ نیز اس موضوع پر تحقیق کرنے کے محرکات اور جوازات بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

منہج تحقیق:

خاکہ تحقیق کے مقدمہ میں اپنے موضوع کی مناسبت سے منہج تحقیق کی وضاحت بھی کی جاتی ہے مثلاً عام طور پر انسانی ونظریاتی علوم میں تحقیق کے لیے اختیار کیا جانے والا منہج عقلی، منطقی، استقرائی، وصفی، تحلیلی، استدالی اور استنباطی نوعیت کا ہوتا ہے۔ لہٰذا تحقیق کے تمام مراحل، طرق، اسالیب معنویہ ومادیہ اور وسائل کا ذکر بھی یہاں کیا جاتا ہے۔

محنت وکاوش اور وسائل تحقیق:

خاکہ تحقیق کے مقدمہ میں محقق یہ بھی وضاحت کر سکتا ہے کہ اس سے موضوع پر تحقیق کرنے کے لیے کس قسم کی ذہنی، فکری، جسمانی اور مادی محنت درکار ہوگی اور کون کون سے

وسائل تحقیق استعمال کیے جائیں گے۔ اس محنت وکاوش کا تذکرہ اس لیے ضروری ہے تاکہ اس موضوع اور تحقیق کی اہمیت سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

مصادر و مراجع کی تحدید

مصادر اور مراجع کے درمیان فرق:

مصادر اور مراجع دو الگ الگ اصطلاحات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا اطلاق کتابوں کے ایک مجموعے پر کیا جاتا ہے، جن سے محقق اپنی تحقیق کے دوران استفادہ کرتا ہے۔ البتہ ان دونوں مجموعوں کے درمیان بنیادی طور پر ان کی خصوصیات کی وجہ سے کچھ فرق ہے۔

مصدر سے مراد وہ کتاب ہے، جو علوم میں سے کسی علم کے بارے میں ایسے طریقے سے تحقیق کرتی ہو جس میں جامعیت، وسعت اور ایسی گہرائی ہو جو اس کتاب کو ایسا اصلی ذریعہ بنادے کہ محقق اس علم کے بارے میں تحقیق کرنے کے لیے اس کتاب سے بے نیاز نہ ہو سکے۔

دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مصادر سے مراد ایسی دستاویزات اور مؤلفین کے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تحقیقات ہیں، یا کسی خاص واقعہ کے عینی شاہدین اور معاصرین کی لکھی ہوئی ایسی تحریریں ہیں جو واقعات وحادثات رونما ہوتے وقت موجود تھے اور دیکھ رہے تھے اور انہوں نے انہیں اپنے قلم سے مدون کرلیا، پس وہ اپنے بعد آنے والوں کے لیے مصادر تھے یا وہ آنے والی نسلوں کے لیے گزشتہ علوم ومعارف کو جمع کرنے والے اور نقل کرنے کا بڑا واسطہ اور ذریعہ تھے۔ چنانچہ علامہ ابن جریر طبری کی تفسیر "جامع البیان" مصدر کا درجہ رکھتی ہے، کیونکہ یہ ایسا اصل الاصول ہے کہ علم تفسیر میں تحقیق کرنے والوں کے لیے اس سے استغنا ممکن نہیں۔ امام بخاری کی "الجامع صحیح" اور امام مسلم کی "صحیح مسلم"، علم حدیث میں مصادر اور اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ ابن اثیر کی "الکامل فی التاریخ" اور مسعودی کی "مروج الذھب" ایسے مصادر ہیں کہ تاریخ اسلامی کے محقق کے لیے ان کی طرف رجوع کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

ادب عربی میں مبرد کی کتاب "کتاب الکامل"، جاحظ کی "البیان والتبیین"، ابن قتیبہ کی "کتاب الکاتب" اور "الشعر والشعراء" اور قلقشندی کی "صبح الاعشیٰ" مصادر کا درجہ رکھتی ہیں۔

اسی طرح "سیرت ابن اسحاق"...... "سیرت ابن ہشام" اور خلیل بن احمد فراہیدی کی "معجم العین" اپنے اپنے موضوعات میں مصدر اور اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ مراجع سے مراد وہ کتابیں ہیں، جن کے علمی مواد کی بنیاد اصل مصادر پر رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ ان کا مواد اصل کتابوں سے نقل کیا جاتا ہے اور اس کی شرح وتحلیل، تنقید وتبصرہ یا تلخیص کی جاتی ہے۔

سوال نمبر 6: (الف) مصادر ومراجع کی تعریف اور ان کے مابین فرق مثالوں سے واضح کریں؟

(ب) کتاب "تحقیق وتدوین کا طریقہ کار" کے مصنف کا نام لکھیں اور بتائیں کیا مراجع سے نقل کرنا درست ہے؟

جواب: (الف) مصادر ومراجع کی تعریف اور ان کے درمیان فرق:

مصادر ومراجع دو الگ الگ اصطلاحات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا اطلاق کتابوں کے ایک مجموعے پر کیا جاتا ہے، جن سے محقق تحقیق کے دوران استفادہ کرتا ہے۔ البتہ ان دونوں مجموعوں کے درمیان بنیادی طور پر ان کی خصوصیات کی وجہ سے کچھ فرق ہے۔

مصدر سے مراد وہ کتاب ہے، جو علوم میں سے کسی علم کے بارے میں ایسے طریقے سے تحقیق کرتی ہو جس میں جامعیت، وسعت اور ایسی گہرائی ہو جو اس کتاب کو ایسا اصلی ذریعہ بنادے کہ محقق اس علم کے بارے میں تحقیق کرنے کے لیے اس کتاب سے بے نیاز نہ ہو سکے۔

دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مصادر سے مراد ایسی دستاویزات اور مؤلفین کے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تحقیقات ہیں یا کسی خاص واقعہ کے عینی شاہدین اور معاصرین کی لکھی ہوئی ایسی تحریریں ہیں جو واقعات وحادثات رونما ہوتے وقت موجود تھے اور دیکھ رہے تھے اور انہوں نے انہیں اپنے قلم سے مدون کرلیا، پس وہ اپنے بعد آنے والوں

کے لیے مصادر تھے، یا وہ آنے والی نسلوں کے لیے گزشتہ علوم و معارف کو جمع کرنے والے اور نقل کرنے کا بڑا واسطہ اور ذریعہ تھے۔ چنانچہ علامہ ابن جریر طبری کی تفسیر "جامع البیان" مصدر کا درجہ رکھتی ہے، کیونکہ یہ ایسا اصل الاصول ہے کہ علم تفسیر میں تحقیق کرنے والوں کے لیے اس سے استغنا ممکن نہیں۔

امام بخاری کی "جامع صحیح" اور امام مسلم کی "صحیح مسلم" علم حدیث میں مصادر اور اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔ ابن اثیر کی "الکامل فی التاریخ" اور مسعودی کی "مروج الذہب" ایسے مصادر ہیں کہ تاریخ اسلامی کے محقق کے لیے ان کی طرف رجوع کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ادب عربی میں مبرد کی کتاب "کتاب الکامل"، جاحظ کی "البیان والتبیین"، ابن قتیبہ کی "ادب الکاتب" اور "الشعر والشعراء" اور قلقشندی کی "صبح الاعشیٰ" مصادر کا درجہ رکھتی ہیں۔

امام نووی کی انتخاب کردہ احادیث "اربعین نوویہ"...... ابن اثیر کی "جامع الاصول"...... علامہ سیوطی کی "الجامع الصغیر فی الحدیث"...... علامہ زرکلی کی "الاعلام"...... رضا کحالہ کی "معجم المؤلفین"...... سید قطب کی "مشاہد القیامۃ فی القرآن الکریم" وغیرہ۔

اصلی مصدر اور ثانوی مراجع کا مزید فرق سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل مثالیں ہیں:

1- قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر دیکھنے کے لیے ایسی بنیادی تفسیروں کی طرف رجوع کریں جن میں احادیث نبویہ، اقوال صحابہ، تابعین اور پہلے دور کے مفسرین کی آراء ذکر کیا گیا ہو جیسے: تفسیر طبری (310ھ) ایسی بنیادی تفسیروں کو چھوڑ کر بعد کے ادوار میں لکھی گئی تفسیروں کی طرف رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔

2- جب آپ کسی حدیث کی تخریج کرنا چاہیں تو ان بنیادی کتب حدیث کا انتخاب کریں جو پہلی صدی ہجری سے لے کر پانچویں صدی ہجری کے آخر تک لکھی گئی ہیں جیسے: صحیح بخاری (م256ھ)، صحیح مسلم (261ھ)، سنن ابی داؤد (م275ھ)، سنن ترمذی (م279ھ)، سنن نسائی (م303ھ)، سنن ابن ماجہ (م273ھ)، موطا امام مالک (م179ھ) اور مسند امام احمد (م241ھ)۔ اگر کوئی محقق ان کتابوں کی طرف رجوع کیے بغیر ابن اثیر (م606ھ) کی "جامع الاصول" یا علامہ سیوطی (م911ھ) کی

"الجامع الصغیر" یا کسی ایسی کتاب کی طرف رجوع کرے جس کے مؤلف کا انتقال 500ھ کے بعد ہوا تو اس کا یہ عمل درست شمار نہ ہوگا۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ مؤلف کی تاریخ وفات کا علم ہونا بھی ضروری ہے، تاکہ یہ مطالعہ کیا جاسکے کہ زیر نظر کتاب مصدر ہے یا مراجع؟

3- جب آپ معاجم اور قوامیس میں کسی لفظ کا معنی و مفہوم دیکھنا چاہیں تو لغت کے قدیم اور اصلی مصادر کی طرف رجوع کریں جیسے: خلیل بن احمد فراہیدی (م170ھ) کی "معجم العین" اور یہ بہت بڑی غلطی ہوگی کہ آپ منجد یا اس جیسے: دوسرے ثانوی مراجع کا حوالہ درج کریں۔ ہاں البتہ اگر کوئی لفظ جدید یا مولد ہو اور اس کا معنی صرف اس ثانوی مراجع میں ہی پایا جائے تو ایسی صورت میں یہ کتاب صرف اس لفظ کے لیے مصدر شمار ہوگی۔

4- کسی عظیم علمی شخصیت کے حالات اور سوانح عمری سے متعلق معلومات کے لیے مؤلف کے ہم عصر یا اس کی وفات کے بعد قریبی زمانے سے تعلق رکھنے والے مصادر سے رجوع کریں۔ جیسے: امام بخاری کے احوال حیات کے لیے ابو نعیم (م430ھ) کی "حلیہ الاولیاء"...... علامہ خلیلی (م446ھ) کی "الارشاد الی معرفۃ علماء الحدیث فی البلاد"...... علامہ مزی (م742ھ) کی "تہذیب الکمال" اور علامہ ذہبی (م748ھ) کی "تذکرۃ الحفاظ" مصادر شمار رہتے ہیں۔ متاخر دور میں تحریر کیے گئے مراجع کی طرف رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ جیسے: علامہ زرکلی (1368ھ) کی "الاعلام" یا عمر رضا کحالہ (م1408ھ) کی "معجم المؤلفین"۔ ہاں البتہ اگر اس شخصیت کا تعلق متاخر اور جدید دور سے ہو اور صرف انہی دو کتابوں میں اس کا تذکرہ ہو تو پھر یہ دونوں کتابیں صرف اسی شخصیت کے حالات زندگی کے لیے مصدر شمار ہوں گی۔

5- اگر کوئی محقق علم اصول فقہ میں امام غزالی (م505ھ) کی آراء پر تحقیق کرنا چاہے تو امام صاحب کی اصول فقہ پر لکھی ہوئی کتابوں کو اپنا مصدر بنائے گا جیسے: ان کی کتاب "التحریر المحتول"، "المستصفیٰ" اور "شفاء العلیل" جبکہ جن لوگوں نے ان کتابوں پر شروح و حواشی، مختصرات، تنقیدات، تبصرے اور مقالے تحریر کیے ہیں، وہ سب مراجع شمار

ہوں گے۔

(ب) مراجع سے نقل کرنے کی حیثیت:

بلاشبہ مراجع محقق کو بہت فائدہ دیتے ہیں، کیونکہ مراجع میں تمام معلومات کو جامعیت اور تفصیل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ مطالعات اور تحقیقات میں انتہائی اہم عامل ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے تحقیق کا میدان وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ جدید اور وسیع مطالعات سامنے آتے ہیں، جو ایک ایک موضوع کو پوری طرح احاطہ کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ خوبی قدیم اور اصلی مصادر میں نہیں پائی جاتی بلکہ یہ مراجع کا خاصہ ہے۔ منتشر اور متفرق معلومات کی جمع آوری، تنظیم نو، استیعاب واحاطہ اور ترتیب و تدوین ایسے کام ہیں، جن کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن اگر مصادر کی دستیابی کے باوجود اگر محقق مراجع پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھے تو یہ غلط ہوگا، کیونکہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ عبارات میں کمی وزیادتی، تحریف وتصحیف اور غلط فہمی کے احتمالات بڑھتے جاتے ہیں۔ لہٰذا مراجع کی افادیت کے باوجود تمام معلومات کی تصدیق وتوثیق کے لیے اصلی مصادر کی طرف رجوع کرنا اور وہیں نقل کرنا ضروری ہے۔ اس طرح مراجع کی حیثیت محقق کے لیے ایک اشاریہ اور رہنما جیسی ہوتی ہے، جو اس کے لیے اس کی تحقیق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں اور اسے مصادر اصلیہ کی نشاندہی کرتے ہیں تاکہ وہ وہاں سے حوالہ جات نقل کر لے۔

تعدد مصادر:

اگر کسی ایک خبر کے بارے میں مصادر کی تعداد ایک سے زیادہ ہو تو سب سے پہلے قدیم ترین مصدر کو ترجیح دی جائے گی اور اسی کا حوالہ دینا بہتر ہے۔ پھر حسب ضرورت زمانے کے اعتبار سے نئی معلومات کے لیے دیگر مصادر سے استفادہ کیا جائے گا اور ہر خبر کو اس کے اصلی مصدر کی طرف منسوب کیا جائے گا، کیونکہ ہر آنے والا اپنے سے پہلے سے کچھ نہ کچھ حاصل کرتا ہے۔ اس لیے ایک فرض شناس محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر خبر کے لیے مصدر اوّل کا تعین کرے اور حواشی میں مصادر کا تکرار نہ کرے۔ بعض علماء ہر خبر کے لیے

دو قدیم ترین مصادر کا حوالہ دینے کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ اس خبر کی اچھی طرح توثیق ہو سکے۔

اختلاف مصادر:

اگر کسی خبر مثلاً کسی عالم کی وفات کے بارے میں قدیم مصادر کا اختلاف ہو تو محقق پر لازم ہے وہ اس خبر کو اس وقت تک نقل کرنا موقوف کردے جب تک اس کی اچھی طرح تحقیق نہ کر لے اور باریک بینی سے اس کا جائزہ نہ لے لے۔ ایک قول کو دوسرے قول پر دلیل اور علمی برہان کے ساتھ اور تمام مصادر کی طرف رجوع کرنے کے بعد ترجیح دے تاکہ صحیح نتائج تک پہنچ سکے۔

جدید مصادر کا تنوع:

پرانے دور میں مخطوطات ہی علماء اور محققین کے لیے یکتا مصدر کی حیثیت رکھتے تھے لیکن مطبع کے وجود میں آنے کے بعد معاملہ بہت مختلف ہو گیا اور موجودہ دور میں معلومات کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ اب مصادر صرف مطبوعہ کتابیں ہی نہیں بلکہ وسائل اطلاعات کے متنوع ہونے کی وجہ سے مصادر بھی کئی شکلیں اختیار کر گئے ہیں، جن کی مثالیں درج ذیل ہیں:

دوریات (ہفت روزہ روزنامہ، سہ ماہی، شش ماہی اور سالانہ شائع ہونے والے مجلات)، اخبارات، رسائل، میگزین، سرکاری رپورٹیں، دستاویزات، روئیدادیں، ویڈیو فلمیں، کمپیوٹری ڈیز، ٹیلی ویژن وغیرہ۔

جدید مصادر کے بارے میں احتیاط کا لزوم:

کیا مذکورہ بالا تمام وسائل کو مصادر شمار کیا جا سکتا ہے؟ کیا ان میں وارد ہونے والی تمام معلومات کو یقینی اور ثقہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ کیا اخبارات، مجلات، انٹرنیٹ کے صفحات پر شائع ہونے والی معلومات کو بغیر تحقیق وتصدیق کے نقل کیا جا سکتا ہے؟ کیا ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سیٹ لائٹس جیسے ذرائع ابلاغ سے انسان جو سنتا یا دیکھتا ہے، سب درست اور مستند ہے؟

مذکورہ بالا ذرائع ابلاغ کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات کی صحت اور عدم صحت کا دارومدار ان ذرائع پر نہیں بلکہ اس فرد پر ہے جس نے انہیں جاری کیا۔ بعض دفعہ انٹرنیٹ پر کوئی صفحہ ایک ایسے عالم کی طرف شائع کیا جاتا ہے جو دروغ گوئی سے محفوظ، سچا اور ایماندار ہوتا ہے جبکہ بازاروں میں عوام الناس کے ہاتھ میں ایسی کتاب چھاپ کر تھما دی جاتی ہے جو جھوٹی، باطل اور غلط معلومات سے لبریز ہوتی ہے۔ لہٰذا معلومات کی صحت اور عدم صحت کا دارومدار کاتب کے نظریات، میلانات، رجحانات اور پس منظر پر ہوتا ہے نہ کہ کتابت اور نشر واشاعت کے ذرائع پر۔ یہاں محقق پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان معلومات کی صحت، صداقت، سلامتی اور حقائق کے مطابق ہونے کے بارے میں خوب تحقیق وتمحیص کر لے اور کسی خبر کو یہ سمجھ کر قبول نہ کرے کہ وہ پہلے ہی قطعی اور ثابت شدہ ہے۔

کتاب ''تحقیق وتدوین کا طریقہ کار'' کے مصنف کا نام:

کتاب ''تحقیق وتدوین کا طریقہ کار'' کے مصنف کا نام ''ڈاکٹر خالق داد ملک'' ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية و الاسلامية

"السنة الأولىٰ" للطلاب الموافق سنة ١٤٣٦ھ 2015ء

﴿الورقة الخامسة: لشرح معانى الآثار﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام: ١٠٠

الملاحظة: أجب عن ثلاثة اسئلة فقط .

السوال الأول: عن عائشة رضى الله عنها قالت "كن نساء المؤمنات يصلين مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الصبح متلففات بمروطهن، ثم يرجعن الى أهلهن وما يعرفهن أحد" .

(ا) شكل الحديث وترجمه الى الأردية مع حل الصيغ المخطوطة؟ (١٥)

(ب) صلوة الصبح يستحب فيها التغليس أو الاسفار؟ اذكر اختلاف الائمة مع الدلائل . وأجب عن حديث الباب ان كان حجة عليك؟ ١٨

السوال الثانى: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد فانه من وافق قوله قول الملائكة غفرله ما تقدم من ذنبه" .

(ا) ترجم الحديث الى الأردية؟ ٥

(ب) هل يقول الامام ربنا لك الحمد أم لا اذكر اختلاف الأئمة فى هذه القضية؟ ٢٠

(ج) ان الله تعالٰی سمیع لکل صوت فما معنی قوله "سمع الله لمن حمده"؟ ۸

السوال الثالث: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لما دخل البیت دعا فی نواحیه کلها ولم یصل فیها شیئاً۔

وعن بلال رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی فی الکعبة۔

(ا) ترجم الحدیثین واشرحهما حتی یرفع التعارض بینهما؟ ۱۳

(ب) اذکر اختلاف الائمة فی جواز الصلوة فی جوف الکعبة مع الدلائل؟ (۲۰)

السوال الرابع: أجب عن الأسئلة التالیة۔

(ا) کیف تحنف الطحاوی بعد ما کان شافعیا؟ ۱۳

(ب) کم واسطة بینه وبین الامام ابی حنیفة؟ ۷

(ج) اذکر مصنفا أخر للامام الطحاوی فی فن الحدیث؟ ۷

(د) أیة درجة لشرح معانی الأثار فی أمهات الکتب الحدیثیة؟ ۷

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ پنجم: شرح معانی الآثار﴾

سوال نمبر 1: عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ "كُنَّ نِسَاءَ الْمُؤْمِنَاتِ يُصَلِّيْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ مُتَلَفِّفَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ، ثُمَّ يَرْجِعْنَ اِلٰى اَهْلِهِنَّ وَمَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ"۔

(الف) شکل الحدیث وترجمه الی الأردیة مع حل الصیغ المخطوطة؟

(حدیث پر اعراب لگائیں، اردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغوں کو حل کریں؟)

(ب) صلوٰة الصبح یستحب فیها التغلیس أو الاسفار؟ اذکر اختلاف الائمة مع الدلائل۔ وأجب عن حدیث الباب ان کان حجة علیك؟

کیا صبح کی نماز اندھیرے میں ادا کرنا مستحب ہے یا اجالے میں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف مع الدلائل بیان کریں؟ اگر حدیث باب آپ کے مؤقف کے خلاف ہو، تو اس کا جواب دیں؟

جواب: (الف) اعراب برحدیث وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیے گئے اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ مسلمان خواتین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صبح کی نماز ادا کرتی تھیں پھر وہ اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئی اپنے گھروں کو واپس پلٹتی تھیں تو کوئی آدمی انہیں پہچان

نہیں سکتا تھا۔

خط کشیدہ الفاظ کے صیغوں کا حل: حدیث بالا کے خط کشیدہ الفاظ کے صیغوں کا حل درج ذیل ہے:

اَلْمُؤْمِنَاتِ: صیغہ جمع مؤنث اسم فاعل ثلاثی مزید فیہ از باب افعال، بمعنی ایمان والی خواتین۔

یُصَلِّیْنَ: صیغہ جمع مؤنث غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مزید فیہ بے ہمزہ وصل از باب تفعیل۔ نماز ادا کرنا۔

مُتَلَفِّعَاتٍ: صیغہ جمع مؤنث اسم مفعول ثلاثی مزید فیہ بے ہمزہ وصل، باب تفعّل۔ لپٹنا، چھپنا۔

یَرْجِعْنَ: صیغہ جمع مؤنث غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مجرد صحیح از باب فَعَلَ یَفْعَلُ۔ واپس پلٹنا، واپس آنا۔

(ب) نماز فجر کے مستحب وقت کے بارے میں مذاہب آئمہ فقہ:

فجر کی نماز تاریکی میں ادا کرنا مستحب ہے یا اجالے میں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- بعض آئمہ فقہ کا مؤقف ہے کہ نماز فجر تاریکی میں ادا کرنا مستحب ہے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ صحابہ اور صحابیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فجر کی نماز تاریکی میں ادا کرتی تھیں۔ لہٰذا اس کا تاریکی میں ادا کرنا مستحب ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فجر کی نماز اجالے میں ادا کرنا مستحب ہے۔ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جو یوں ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سفر مکہ کیا، آپ نے جمعۃ المبارک کے دن فجر کی نماز اجالے میں ادا کی پھر فرمایا: بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دونوں نمازیں اسی مقام یعنی مغرب اور فجر اپنے

اوقات سے ہٹی ہوئی ہیں۔'' علاوہ ازیں آپ نے درج ذیل روایات بھی بطور دلیل پیش کی ہیں:

۱- حضرت داؤد بن یزید رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیں نماز فجر ایسے وقت میں پڑھاتے تھے حتیٰ کہ ہم سورج کی طرف دیکھتے کہیں طلوع تو نہیں کر آیا ہے۔

۲- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم فجر کی نماز اجالے میں ادا کرو، کیونکہ اس کا ثواب زیادہ ہے۔''

سوال نمبر2: **ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ''۔**

(ا) ترجم الحدیث الی الأردیۃ؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) ھل یقول الامام ربنا لک الحمد أم لا اذکر اختلاف الأئمۃ فی ھذہ القضیۃ؟

(کیا امام رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہے گا یا نہیں؟ اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف آئمہ بیان کریں؟)

(ج) ان اللہ تعالیٰ سمیع لکل صوت فما معنی قولہ "سمع اللہ لمن حمدہ"؟

(بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو سننے والا ہے، تو پھر: ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کا کیا مطلب ہوا؟)

جواب: **(الف) ترجمہ حدیث**

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہے تو تم یوں کہو: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔ (اے ہمارے پروردگار! تمام تعریفیں تیرے

لیے ہیں) جس کا یہ قول فرشتوں کے موافق ہو گیا اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جا
ہیں۔

(ب) امام کے "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہنے میں مذاہب آئمہ

جب امام رکوع سے اپنا سر اٹھاتے وقت "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہے تو کیا اس کے بعد متصل "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہے گا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے اما
رکوع سے اپنا سر اٹھاتے وقت "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" اور "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" دونوں کہے گا۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ا
محض "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہے گا جبکہ مقتدی حضرات صرف "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہیں گے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم کہو: رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔

(ii) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے
سر اقدس اٹھاتے تو فرماتے: رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔

نوٹ: جب اکیلا آدمی نماز ادا کرے تو وہ رکوع سے اپنا سر اٹھاتے وقت دونوں امو
کہے گا۔

(ج) "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہنے کا مقصد:

سوال یہ ہے جب اللہ تعالیٰ ہر آواز کو سنتا ہے تو پھر یوں کہنے: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کا مقصد کیا ہے؟ ان الفاظ کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کو سنانا نہیں ہے بلکہ اس کا بنیادی مقصد رکوع وسجود اور قیام کے وقت لوگوں کو ذہنی اور عملی طور پر تیار کرنا ہے۔

سوال نمبر 3: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما دخل البيت دعا فى نواحيه كلها ولم يصل فيها شيئاً ۔

وعن بلال رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى فى الكعبة .

(ا) ترجم الحديثين واشرحهما حتى يرفع التعارض بينهما؟

(دونوں احادیث مبارکہ کا ترجمہ اور تشریح کریں کہ دونوں میں پایا جانے والا تعارض ختم ہو جائے؟)

(ب) اذكر اختلاف الائمة فى جواز الصلوة فى جوف الكعبة مع الدلائل؟

(کعبہ میں نماز ادا کرنے کے جواز میں مذاہب آئمہ بیان کریں اور دلائل بھی تحریر کریں؟)

جواب: (الف) دونوں احادیث کا ترجمہ:

(۱) بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ میں داخل ہوئے تو اس کے ہر کونہ میں دعا کی اور اس میں نماز ادا نہ کی۔ (۲) حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز ادا کی۔

احادیث کی تشریح: پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں صرف دعا کی تھی لیکن نماز ادا نہیں کی تھی۔ دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز ادا کی تھی۔ دونوں روایات میں تعارض واضح ہے۔ اس تعارض کا ارتفاع یوں کیا جا سکتا ہے: پہلی روایت ضعیف ہے اور دوسری قوی ہے، کیونکہ کعبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہونے والوں میں سے ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جو اپنا چشم دید واقعہ بیان کر رہے ہیں۔

(ب) کعبہ میں نماز کے جواز وعدم جواز میں مذاہب آئمہ:

کیا کعبہ کے اندر نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف

ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- آئمہ ثلاثہ کا موقف ہے کہ کعبہ میں نماز ادا کرنا منع ہے، انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں داخل ہو کر دعا کی تھی مگر نماز نہیں پڑھی تھی۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ کعبہ معظمہ میں نماز ادا کرنا جائز ہے، آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں اس بات کی صراحت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز ادا کی تھی۔

سوال نمبر 4: أجب عن الأسئلة التالية۔

درج ذیل سوالات کے جوابات دیں؟

(الف) کیف تحنف الطحاوی بعد ما کان شافعیا؟

(شافعی ہونے کے باوجود امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ حنفی کیوں بنے؟)

(ب) کم واسطة بینه وبین الامام ابی حنیفة؟

(امام طحاوی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے درمیان کتنے واسطے ہیں؟)

(ج) اذکر مصنفا آخر للامام الطحاوی فی فن الحدیث؟

(فن حدیث میں امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کوئی دوسری کتاب بتائیں؟)

(د) أیة درجة لشرح معانی الآثار فی أمهات الکتب الحدیثیة؟

(شرح معانی الآثار امہات کتب حدیث میں کس درجہ کی کتاب ہے؟)

جواب: (الف) امام طحاوی کا مذہب حنفی قبول کرنے کی وجہ:

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ابتداءً شافعی المذہب تھے، پھر شافعی مذہب ترک کر کے حنفی مذہب اختیار کرلیا۔ شافعی مذہب ترک کرنے اور حنفی مذہب اختیار کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دن آپ نے یہ فقہی مسئلہ پڑھا جو عورت فوت ہو جائے جبکہ اس کے پیٹ میں زندہ بچہ موجود ہو، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نہیں نکالا جائے گا۔ اس کے برعکس حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ

ایسی عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے گا۔ چونکہ آپ والدہ کی وفات کے وقت ان کے پیٹ میں موجود تھے اور ان کا پیٹ چاک کر کے آپ کو نکالا گیا تھا۔ یہ مسئلہ پڑھتے ہی آپ نے حنفی مذہب قبول کرلیا اور آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے:

جو مذہب میری موت پر خوش ہے، میں اسے کیسے قبول کر سکتا ہوں؟

(ب) امام طحاوی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے:

حضرت امام طحاوی اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے مابین تین واسطے تھے، جس کی سند یوں بنتی ہے:

احمد بن عمران عن محمد بن سماعة عن ابی یوسف عن ابی حنیفه رحمهم الله تعالیٰ۔

(ج) فن حدیث میں امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تصانیف

فن حدیث میں حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور تصانیف سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) بیان مشکل الآثار۔ (۲) شرح جامع صغیر۔ (۳) شرح جامع کبیر۔

(د) امہات کتب حدیث میں شرح معانی الآثار کا درجہ:

شرح معانی الآثار حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وہ زندہ جاوید اور لازوال کتاب ہے، جس پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے۔ آپ نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں فقہ کا عظیم ذخیرہ جمع کیا ہے اور ہر مسئلہ کے اختتام پر ایک عقلی دلیل بھی پیش کی ہے۔ یہ کتاب خواہ کتب صحاح ستہ میں شامل نہیں ہے لیکن اس کی اہمیت اور افادیت کسی بھی کتاب سے کم نہیں ہے۔ اگر صحاح ستہ میں صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بعد اس کتاب کو شمار کیا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہ بلند پایہ کارنامہ ہے، جس نے آپ کو ہمیشہ کے لیے زندہ کردیا ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوى النهائى تحت اشراف تنظيم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية و الاسلامية

"السنة الأولى" للطلاب الموافق سنة ١٤٣٦ھ 2015ء

﴿الورقة السادسة: للمؤطين﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ١٠٠

الملاحظة: أجب عن سؤالين من كل قسم .

القسم الأوّل: المؤطا للامام مالك

السوال الأول: مالك عن عبدالله بن عمر أنه كان يقول فى الكلب المعلم كل ما أمسك عليك ان قتل وان لم يقتل

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟ (١٠)

(ب) عرف الكلب المعلم والبازى وحكمها سواء ام لا؟ (١٠)

(ج) هل يجوز صيد المسلم بكلب المجوسى أم لا وما الحكم لأكله؟ (٥)

السوال الثانى: عن أبى سلمة بن عبدالرحمٰن بن عوف أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى بالشفعة فيما لم يقسم بين الشركاء فاذا وقعت الحدود بينهم فلا شفعة فيه .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟ (٥)

(ب) بين أقسام الشفعة عند الأحناف وهل الحديث مخالفا للحنفية أم لا؟ وان كان مخالفا فما توجيهه؟ ٢٠

السوال الثالث: عن عبدالله بن عباس قال سمعت عمر بن الخطاب يقول الرجم فى كتاب الله حق على من زنى من الرجال والنساء اذا أحصن اذا قامت البينة أو كان الحبل أو الاعتراف

(الف) ترجم الحديث فى الاردية مع بيان اعراب الكلمات المخطوطة؟ ١٠

(ب) هل ظهور الحبل سبب الرجم عند عمر بن الخطاب رضى الله عنه فقط أو مجمع عليه؟ بين مفصلا ١٠

(ج) هل الرجم على الذى أنكر بعد اعترافه بالزنا على نفسه؟ ٥

القسم الثانى: المؤطا للامام محمد

السوال الرابع: (الف) زين القرطاس بترجمة الامام أبى حنيفة رضى الله عنه فى اللغة العربية التى تشتمل على خمس عشرة سطرا؟ (١٥)

(ب) اكتب المزايا الخمسة لمؤطا الامام محمد على يحيى الأندلسى وبين شيخه الذى روى منه يحيى الأندلسى؟ (١٠)

السوال الخامس: عن أبى سعيد الخدرى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم .

(الف) هل الغسل ليوم الجمعة أم لصلوة الجمعة وما حكمه يوم الجمعة؟ (١٥)

(ب) الاحتلام مع الانزال موجب للغسل مطلقا فما معنى قوله صلى الله عليه وسلم على كل محتلم؟ (١٠)

السوال السادس: قال مالك بلغنا أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه جاءه المؤذن يؤذنه لصلوة الصبح فوجده نائما فقال الصلوة خير من النوم فامره عمر أن يجعلها فى نداء الصبح .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟ (٥)

(ب) ما التثویب؟ وهل یجوز فی زماننا بغیر هذا العبارت المخطوطة؟ (۱۵)

(ج) العبارة المخطوطة کانت فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فما معنی لقول عمر رضی الله عنه؟ (۵)

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ ششم: مؤطین﴾

قسم اول: مؤطا امام مالک

سوال نمبر 1: مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ فِي الْكَلْبِ الْمُعَلَّمِ كُلْ مَا اَمْسَكَ عَلَيْكَ اِنْ قَتَلَ وَاِنْ لَّمْ يَقْتُلْ

(الف) شکل الحدیث ثم ترجمه الی الأردیة؟

(اعراب لگائیں پھر حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) عرف الکلب المعلم والبازی وحکمها سواء ام لا؟

(سدھائے ہوئے اور کھلاڑی کتے کی تعریف کریں؟ کیا ان دونوں کا حکم یکساں ہے یا نہیں؟)

(ج) هل یجوز صید المسلم بکلب المجوسی أم لا وما الحکم لأکله؟

(کیا مسلمان کا مجوسی کے کتا کے ساتھ شکار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے کھانے کا کیا حکم ہے؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے: آپ سدھائے ہوئے کتا کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ کتا جو کچھ تمہارے لیے چھوڑے وہ کھاؤ، خواہ اس نے شکار کو ہلاک کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

(ب) سدھائے ہوئے اور کھلاڑی کتے کی تعریف:

سدھایا ہوا کتا شکار پر حملہ آور ہوتا ہے لیکن اس کا گوشت نہیں کھاتا جبکہ کھلاڑی کتا دوسرے کو دیکھ کر حملہ آور ہوتا ہے اور شکار کا گوشت بھی کھا لیتا ہے۔

اکل لحم کے لیے کتا کا تربیت یافتہ ہونا اور اس کے چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، ورنہ شکاری کے لیے شکار کا گوشت حلال نہیں ہوگا۔

دونوں کتوں کا حکم: دونوں کتوں کے شکار کا حکم یکساں نہیں بلکہ مختلف ہے۔ یعنی سدھائے ہوئے اور بسم اللہ پڑھ کر چھوڑے ہوئے کتے کا اور کھلاڑی کتے کے شکار کا حکم مختلف ہے۔

شکاری کتا اور شکار کے جانور کی شرائط: شکاری کتا اور شکار کے جانور کی چھ شرائط ہیں، جب یہ پائی جائیں تو شکار کا کھانا جائز ہے ورنہ نہیں:

۱- کتا سدھایا ہوا ہو۔
۲- وہ شکار کے جانور کو زخمی کر سکتا ہو۔
۳- شکاری کتا حلال جانور لائے۔
۴- کتا چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی ہو۔
۵- جس جانور کا شکار مقصود ہو، وہ حلال ہو۔
۶- شکاری جانور، شکاری شخص کی نظروں سے غائب نہ ہو۔

(ج) مجوسی کے کتا کے ساتھ مسلمان شکار کرے تو اس کے کھانے کا حکم:

جب کوئی مسلمان شکار کے لیے مجوسی کا سدھایا ہوا کتا استعمال کرے، اسے چھوڑتے وقت بسم اللہ بھی پڑھے اور کتا اس کا گوشت بھی نہ کھائے، تو اس شکار کے گوشت کا کھانا جائز ہے ورنہ نہیں۔ یعنی اگر مجوسی کا کتا سدھایا ہوا نہ ہو یا اسے چھوڑتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی ہو اور یا کتا شکاری جانور کا گوشت کھالے، تو اس کا کھانا حرام ہے۔

سوال نمبر 2: **عن أبي سلمة بن عبد الرحمن بن عوف أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى بالشفعة فيما لم يقسم بين الشركاء فاذا وقعت**

الحدود بينهم فلا شفعة فيه۔

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) بين أقسام الشفعة عند الأحناف وهل الحديث مخالف للحنفية أم لا؟ وان كان مخالفا فما توجيهه؟

(احناف کے نزدیک اقسام شفعہ بیان کریں؟ کیا یہ حدیث احناف کے خلاف ہے یا نہیں؟ برسبیل اوّل اس کی وجہ کیا ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فریقین کے درمیان غیر منقسم چیز کے بارے میں شفعہ کا فیصلہ کیا۔ جس وقت لوگوں کے درمیان حد بندی ہو جائے تو اس میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔

(ب) شفعہ کا مفہوم اور اس کا حکم:

لفظ ''شفعہ'' کا لغوی معنیٰ ہے: جوڑ اپنانا، ملانا، جوڑنا۔ اس کا شرعی یا اصطلاحی مفہوم ہے کہ کوئی چیز خریدار نے جتنی قیمت میں خریدی ہو، اسے اتنی قیمت ادا کر کے اس چیز پر قابض ہو جانا۔ اس کا سبب شفیع کی ملک میں مشتری کا اتصال ہے خواہ وہ شرکت کی وجہ سے ہو یا جار ہونے کی وجہ سے یا حق شرکت کی وجہ سے ہو۔

جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میں شفعہ کے بارے میں مذاہب آئمہ:

کیا جواز شفعہ کے لیے جائیداد کا غیر منقولہ ہونا شرط ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جائیداد غیر منقولہ مثلاً مکان اور زمین وغیرہ میں شفعہ جائز ہے، خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا نہ ہو۔ آپ نے اس مشہور روایت سے استدلال کیا ہے:

الشعفة فی کل شیء۔ "یعنی ہر چیز میں شفعہ جائز ہے۔"

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی چیز میں شفعہ ہوسکتا ہے، جو قابل تقسیم ہو۔ان کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ کا مقصد غیر کے ضرر سے محفوظ ہونا اور یہ مقصد قابل تقسیم چیز میں حاصل ہوسکتا ہے اور نا قابل تقسیم چیز سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ان کے نزدیک ایسی زمین میں شفعہ جائز ہے، جو قابل تقسیم ہو اور جو نا قابل تقسیم ہو،اس میں شفعہ نہیں ہوسکتا۔

علاوہ ازیں انہوں نے زیر بحث حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔اس میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فریقین کے درمیان نا قابل تقسیم چیز کے بارے میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا تھا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس روایت کا جواب یوں دیا جاتا ہے:(۱) یہ روایت منسوخ ہے ہماری روایت کے ساتھ۔(۲) یہ حدیث ضعیف ہے اور ہماری روایت قوی ہے۔لہٰذا یہ روایت عمل کے اعتبار سے متروک قرار پائے گی۔

سوال نمبر3: عن عبداللہ بن عباس قال سمعت عمر بن الخطاب یقول الرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی من الرجال والنساء اذا أحصن اذا قامت البینة أو کان الحبل أو الاعتراف

(الف) ترجم الحدیث فی الاردیة مع بیان اعراب الکلمات المخطوطة؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کے اعراب بیان کریں؟)

(ب) ھل ظھور الحبل سبب الرجم عند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقط أو مجمع علیه؟ بین مفصلا

(کیا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نزدیک محض ظہور حمل رجم کا سبب ہے یا اس پر اجماع بھی منعقد ہو چکا تھا؟ تفصیل سے بیان کریں؟)

(ج) ھل الرجم علی الذی أنکر بعد اعترافه بالزنا علی نفسه؟

(جس شخص نے اعتراف زنا کے بعد اس کا انکار کر دیا ہو، کیا اسے رجم کی سزا دی

جائے گی؟)

جواب:(الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: جو خواتین و حضرات احصان کی حالت میں ارتکاب زنا کریں،ان کے لیے قرآن میں رجم کی سزا ہے بشرطیکہ دلیل قائم ہو جائے یا حمل نمایاں ہو جائے یا اعتراف کر لے۔

خط کشیدہ الفاظ پر اعراب: خط کشیدہ الفاظ پر اعراب درج ذیل ہیں:

(۱)-بْنَ ۔(۲) حَقٌّ ۔(۳) اَلْبَیِّنَةُ ۔(۴) اَلْحَبَلُ ۔

(ب) مسئلہ رجم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے نہ کہ اس پر اجماع امت:

"ظہور حمل سبب رجم ہے" یہ نظریہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ذاتی اجتہاد ہے اور اس پر اجماع امت نہیں ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ ظہور حمل سبب رجم نہیں، کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ حمل نہ ہو بلکہ موٹاپا پن کی وجہ سے عورت کا حمل محسوس ہوتا ہو یا قدرتی طور پر عورت بھاری ہو۔اسے حمل تصور کرتے ہوئے اسے رجم کی سزا دیں تو یہ ظلم ہوگا، جو جائز نہیں ہوسکتا اور اسلام اس کی اجازت بھی نہیں دیتا۔ شرعی سزا کے لیے اس پر شرعی دلیل ہونا ضروری ہے۔

(ج) اعتراف جرم کے بعد اس کے انکار کی صورت میں سزا کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

کتنی بار کوئی شخص اعتراف جرم کرلے پھر اس کا انکار کر دے تو اس صورت میں اسے سزا دی جاسکے گی؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

۱-ارتکاب زنا کے بعد اگر کوئی شخص اعتراف جرم کرے پھر اس کا انکار کر دے تو ایسی صورت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر سزا جاری کی جائے گی بشرطیکہ اس نے چار مختلف مجالس میں اس کا اعتراف کرلیا ہو۔آپ نے حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، کیونکہ وہ ارتکاب زنا کے بعد آخرت کی

سزا سے بچنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چار بار حاضر ہوئے اور چار بار اعتراف زنا کیا۔ چوتھی بار اقرار کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تمہارا دماغ درست ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا دماغ درست ہے۔ چونکہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ شادی شدہ تھے، اس لیے انہیں رجم کی سزا دی گئی۔

۲- حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایک بار اعتراف جرم سے حد کی سزا نافذ ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو پابند کیا تھا: "تم کل فلاں عورت کے پاس جانا، اگر وہ اعتراف جرم کرے تو اس پر رجم کی سزا نافذ کر دینا" اس روایت سے ثابت ہوا کہ ایک بار اعتراف جرم سے بھی حد جاری کی جا سکتی ہے۔

۳- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مجرم چار بار اگر اعتراف کرے تو حد زنا ثابت ہوگی، خواہ یہ چار بار اعتراف ایک مجلس میں کرے یا مختلف مجالس میں۔

قسم ثانی: مؤطا امام محمد

سوال نمبر 4: (الف) زین القرطاس بترجمة الامام أبی حنیفة رضی اللہ عنه فی اللغة العربية التی تشتمل علی خمس عشرة سطرا؟

(حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات زندگی عربی زبان میں زینت قرطاس کریں جو پندرہ سطور پر مشتمل ہوں؟)

(ب) اکتب المزایا الخمسة لموطا الامام محمد علی یحیی الأندلسی وبین شیخه الذی روی منه یحیی الأندلسی؟

(مؤطا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے پانچ مزایا زینت قرطاس کریں جو یحییٰ اندلسی کے حوالے سے ہیں اور یحییٰ اندلسی کے شیخ کے بارے میں بھی بتائیں کہ وہ کون ہیں؟)

جواب: (الف) ترجمة الامام ابی حنیفه رحمه الله تعالیٰ:

هو امیر المؤمنین فی الحدیث والفقه ورئیس الفقهاء ومؤسس الفقه

الحنفية الشهير الامام الاعظم وسراج الامة ابو حنيفة ولد فی سنة ۸۰ ھ۔

البشارات فی حقه:

ورد كثير من الاحاديث التی بينت فيها بعض احواله وفضائله، هن فی السطور الآتية:

۱- قال ابوهريرة رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله عليه وسلم يكون فی امتی رجل يقال له ابو حنيفة هو سراج امتی يوم القيامة

۲- وعنه قال رسول الله صلی الله عليه وسلم يكون فی امتی رجل اسمه النعمان ويكنی بابی حنيفة وهو سراج امتی، هو سراج امتی۔

۳- عن انس بن مالك رحمه الله قال رسول الله صلی الله عليه وسلم سياتی من بعدی رجل يقال له النعمان ويكنی ابا حنيفة وليحيين دين الله وسنتی علی يديه۔ او كما قال عليه السلام۔

شرف التابعی:

كان ابو حنيفة رئيس التابعين لانه رای سبعة من اصحاب رسول صلی الله عليه وسلم وهم فی الآتية:

(۱) عبدالله بن حارث۔ (۲) انس بن مالك۔ (۳) معقل بن يسار۔ (۴) جابر بن عبدالله۔ (۵) عبدالله بن انيس۔ (۶) واثلة بن الاسقع۔ (۷) عائشة بنت لمجرد رضی الله تعالیٰ عنهم۔

شيوخه:

وتعلم الامام الاعظم ابو حنيفة من كثير الفقهاء والعلماء والفضلاء من عصره۔ واسماء بعض شيوخه فی الآتية: -

(۱) محمد بن علی باقر ۔ (۲) الامام جعفر الصادق ۔ (۳) الامام قاسم بن محمد ۔ (۴) شعبة بن حجاج ۔ (۵) ابو اسحاق سبیعی ۔ (۶) عطاء بن ابی رباع ۔ (۷) مسلمه بن کهیل ۔ (۸) سماك بن حرب ۔ (۹) سلیمان بن مهران وغیرهم رضی الله تعالٰی عنهم ۔

تلامیذه:

وتعلم منه کثیر من الفقهاء والمحدثین والمفسرین واسماء بعضهم فی الآتیة:

(۱) حماد بن ابی حنیفة ۔ (۲) الامام ابو یوسف ۔ (۳) محمد بن حسن ۔ (۴) مالك بن انس ۔ (۵) زفر بن هذیل ۔ (۶) عبدالله بن مبارك ۔ (۷) فضیل بن عیاض ۔ (۸) داؤد الطائی (۹) بشر بن الحارث الحافی وغیرهم رضی الله تعالٰی عنهم ۔

تصانیفه:

صنف الامام الاعظم ابو حنیفة کثیرا من الکتب فی الفقه والحدیث ۔ وعلوم الاخر ۔ واسماء تصانیفه فی الآتیة:

(۱) کتاب الآثار (۲) الفقه الاکبر (۳) الفقة الابسط (۴) الفقه الاوسط (۵) کتاب العالم والمتعلم (۶) کتاب السیر (۷) کتاب الرد علی القدریة (۸) کتاب الجامع (۹) کتاب الوصایا (۱۰) المسند امام اعظم ۔

الوفات:

توفی الامام الاعظم ابو حنیفة فی سنة ۱۵۰ ھ ومدفون فی مدینة کوفة ۔

(ب) المزایا لمؤطا الامام محمد رحمه الله تعالٰی:

المزایا الخمسة لمؤطا الامام محمد بن حسن الشیبانی فی الآتیة:

۱ – انه قد یطلق کلمة الاثر ویعقد معنی الاعم شاملا للحدیث المرفوع والموقوف ۔

۲ – انه قد یذکر کثیرا بعد ضابطة ابی حنیفة وفقهاء نایعنی فقهاء العراق والکوفة

۳ – انه یذکر مذهب الامام مالك موافقاً او معارضا ومذهب الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم

۴ – انه قد ینبه ینعکس مازادته روایته عن مالك و یواضح سند مذهبه ۔

۵ – انه قد یذکر فی بعض السنن لفظ لاباس کما وجد فی روایة التراویح والمراد منه نفس جواز المسئلة ۔

سوال نمبر5: عن أبی سعید الخدری أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم ۔

(الف) هل الغسل لیوم الجمعة أم لصلوة الجمعة وما حکمه یوم الجمعة؟

(کیا غسل یوم جمعہ کے لیے ہوتا ہے یا نماز جمعہ کے لیے؟ اور جمعہ کے دن کا کیا حکم ہے؟)

(ب) الاحتلام مع الانزال موجب للغسل مطلقا فما معنی قوله صلی الله علیه وسلم علی کل محتلم ۔

(احتلام مع انزال مطلق غسل کی فرضیت کا سبب ہوتا ہے، تو علی کل محتلم (ہر بالغ پر) کہنے کا کیا مقصد ہے؟)

جواب: (الف) غسل یوم جمعہ یا نماز جمعہ کے لیے ہے؟ میں مذاہب آئمہ:

جمعۃ المبارک کے روز جو غسل کیا جاتا ہے، کیا وہ یوم جمعہ کے لیے ہوتا ہے یا نماز جمعہ کے لیے؟ اس بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ غسل نماز جمعہ کے لیے کیا جاتا ہے۔ حضرت امام محمد اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک غسل یوم جمعہ کے لیے کیا جاتا ہے۔ فریقین میں اختلاف کا ثمرہ یوں سامنے آئے گا کہ جمہور کے نزدیک جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے، ان پر غسل بھی نہیں ہے اور گروہ ثانی کے نزدیک ان پر بھی غسل جمعہ ہے۔ علاوہ ازیں جمہور کے نزدیک نماز جمعہ کے لیے جاتے وقت غسل کیا جائے گا اور دوسرے گروہ کے نزدیک فجر کی نماز کے بعد یا طلوع آفتاب پر جب چاہیں غسل کر سکتے ہیں۔

(ب) "علی کل محتلم" کا مفہوم:

دوسری نمازوں کی طرح نماز جمعہ بھی اپنی شرائط کے ساتھ فرض ہے۔ اس کے لیے مسلمان، مقیم اور بلوغ شرط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس پر نماز جمعہ فرض ہے، اسی پر غسل جمعہ بھی مسنون ہے۔ اگر احتلام مع انزال ہو، تو اس پر غسل مطلقاً فرض ہے۔ پھر جمعہ کے لیے "علی کل محتلم" کی قید کا کیا مقصد ہے؟ یہاں ان الفاظ سے مراد بالغ و مکلف ہونا ہے یعنی نماز جمعہ بالغ پر فرض ہے اور غسل جمعہ بھی اسی کے لیے مسنون ہے۔

سوال نمبر 6: قال مالك بلغنا أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه جاءه المؤذن يؤذنه لصلوة الصبح فوجده نائما فقال الصلوة خير من النوم فأمره عمر أن يجعلها في نداء الصبح۔

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) ما التثويب؟ وهل يجوز في زماننا بغير هذا العبارة المخطوطة؟

(تثویب کیا چیز ہے؟ کیا ہمارے زمانہ میں خط کشیدہ کے علاوہ الفاظ سے تثویب جائز ہے؟)

(ج) العبارة المخطوطة كانت في عهد رسول الله صلى الله عليه

وسلم فما معنى لقول عمر رضي الله عنه؟

(جب خط کشیدہ عبارت دور رسالت میں موجود تھی تو پھر "قول عمر" کہنے کا کیا مطلب ہوا؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے: ہمیں اس بات کا علم ہوا ہے کہ مؤذن فجر کی اذان کہنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے آپ کو سوئے ہوئے پایا۔ اس نے بلند آواز سے کہا: اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے) تو آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ یہ الفاظ فجر کی اذان میں شامل کر لے۔

(ب) عصر حاضر میں تثویب کے الفاظ:

اذان کے بعد اور جماعت کھڑی ہونے سے چند منٹ قبل لوگوں کو جماعت میں شمولیت کی دعوت دی جاتی ہے، اس کو "تثویب" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فجر کی جماعت کے لیے "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ"، نماز ظہر، نماز عصر اور نماز عشاء کے لیے "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے الفاظ بطور تثویب استعمال کیے جاتے ہیں۔ مغرب کی اذان کے متصل اقامت کہہ کر جماعت کھڑی کی جاتی ہے اور تثویب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

عصر حاضر میں بایں الفاظ تثویب کہی جا سکتی ہے: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللہِ

(ج) ارشاد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مطلب:

بلاشبہ خط کشیدہ الفاظ (اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ) دور رسالت میں موجود تھے اور اذان میں شامل تھے، تو ارشاد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ "تم اسے اذان میں شامل کر لو" کا کیا مطلب ہوا؟

(۱) آپ نے بطور تاکید یہ الفاظ اذان میں شامل کرنے کا حکم دیا ہو۔ (۲) آپ نے بطور تثویب فجر کی اذان میں یہ الفاظ شامل کرنے کا حکم دیا ہو۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۷ھ 1216ء

﴿الورقة الأولى: علم الكلام﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظه: السؤال الأول اجبارى وللك الخيار فى البواقى أن تجيب عن اثنين فقط

السؤال الأول: حقائق الأشياء ثابتة

(۱) حق اور اس کے مقابل کی تعریف کریں؟ نیز اہل حق سے مراد کیا ہے؟ ۱۶

(۲) حقیقت، ماہیت اور ہویت کے مابین فرق واضح کریں؟ ۱۷

السؤال الثانی: أسباب العلم ثلاثة الحواس السليمة والخبر الصادق والعقل بحكم الاستقراء .

(۱) اسباب علم شرح عقائد کی روشنی میں بیان کریں؟ ۲۰

(۲) حواس خمسہ کی وضاحت سپرد قلم کریں؟ ۱۳

السؤال الثالث: والله تعالىٰ خالق لأفعال العباد من الكفر والايمان والطاعة والعصيان .

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر اُردو ترجمہ کریں؟ ۱۰

(۲) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل تحریر کریں؟ ۲۳

السؤال الرابع: وما اخبر به النبی صلى الله عليه وسلم من اشراط

الساعة ای من علاماتها من خروج الدجال ودابة الأرض ويأجوج ومأجوج ونزول عيسىٰ عليه السلام من السماء وطلوع الشمس من مغربها فهو حق .

(۱) عبارت کا ترجمہ کریں؟ ۱۳

(۲) شرح عقائد کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ کی وضاحت کریں؟ ۲۰

السؤال الخامس: (۱) گناہ کبیرہ کی تعریف کے بارے میں مختلف اقوال نقل کریں؟ نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکورہ کبائر لکھیں؟ ۲۰

(۲) گناہ کبیرہ عبد مؤمن کو ایمان سے خارج کرتا ہے یا نہیں؟ اپنا موقف مع دلیل بیان کریں۔ ۱۳

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ اوّل: علم الکلام (عقائد نسفی)﴾

سوال 1: حقائق الأشياء ثابتة

(۱) حق اور اس کے مقابل کی تعریف کریں؟ نیز اھل حق سے مراد کیا ہے؟

(۲) حقیقت، ماہیت اور ہویت کے مابین فرق واضح کریں؟

جواب: (الف) حق کی تعریف اور اس کا مقابل:

حق کی تعریف اور اس کا مقابل بایں الفاظ بیان کیا گیا:

الحق هو الحكم المطابق للواقع يطلق على الاقوال والعقائد والاديان والمذاهب باعتبار اشتمالها على ذلك ويقابله الباطل

حق ایسا حکم ہے جو واقع کے مطابق ہو۔ اس کا اطلاق اقوال، عقائد، ادیان اور مذاہب پر اس اعتبار سے ہوتا ہے کہ یہ سب اس پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس کا مقابل باطل ہے۔

نوٹ: یہاں اہل حق سے مراد اہل سنت وجماعت ہیں۔

(ب) حقیقت، ماہیت اور ہویت میں فرق:

حقیقت اور ماہیت میں کوئی حقیقی فرق نہیں ہے، جس طرح کہ حضرت شارح رحمہ اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ واضح کیا ہے: **حقيقة الشيء وماهيته مابه الشيء هو هو**۔ یعنی شئی کی حقیقت اور اس کی ماہیت دونوں وجود کے لحاظ سے ایک ہیں۔ البتہ ان کے درمیان اعتباری فرق ضرور ہے جس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ کوئی چیز نفس الامر میں ایک ہوتی ہے لیکن اس کی حیثیتیں مختلف ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کے نام بھی متعدد ہوتے

ہیں جیسے کوئی آدمی کتابت کر سکتا ہو اور کپڑوں کی سلائی کا فن بھی جانتا ہو، پہلی حیثیت سے اسے کاتب اور دوسرے فن کے اعتبار سے اسے خیاط کہا جائے گا۔ بالکل اسی طرح "**ما به الشيء هو هو**" وہ شئی ہے جس کے سبب اس کا وجود ہوتا ہے مثلاً حیوان ناطق، انسان کے لیے۔ ایک حیثیت سے خارج میں موجود ہے، جس وجہ سے یہ انسان کی حقیقت ہے جبکہ دوسری حیثیت سے وہ خارج میں معین ومشخص ہے، جس کے باعث یہ "ھو" کا مرجع بھی بن رہا ہے۔ اسی لحاظ سے یہ ہویت ہے۔ ان دونوں حیثیتوں سے قطع نظر اس کا نام ماہیت ہے۔

سوال 2 أسباب العلم ثلاثة الحواس السليمة والخبر الصادق والعقل بحكم الاستقراء۔

(۱) اسباب علم شرح عقائد کی روشنی میں بیان کریں؟

(۲) حواس خمسہ کی وضاحت سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) اسباب علم شرح عقائد کی روشنی میں:

علم کا سبب تین حالتوں سے خالی نہیں ہوسکتا۔ وہ خارج از مدرک ہوگا یا نہیں، بصورت اوّل خبر صادق ہوگا۔ بصورت ثانی وہ آلہ ادراک ہوگا یا مدرک ہوگا۔ علی سبیل الاوّل حواس ہیں وعلی سبیل الثانی عقل ہے۔

خبر صادق:

وہ خبر ہے جو واقع کے مطابق ہو۔

یہ اسباب علم میں سے ایک ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں:

۱۔ خبر متواتر: خبر متواتر وہ ہے جو اتنے کثیر لوگوں کی زبان پر جاری ہو جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔ اس سے یقین کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ خبر رسول: وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزہ کی شکل میں عطا ہوتی ہے جو نبوت و رسالت کی صداقت کی دلیل ہوتی ہے۔ یہ یقینی وقابل اعتقاد وقابل عمل ہوتی ہے۔

عقل کی تعریف:

انسان کی فطرتی قوت کا نام ہے جس سے بالفعل ضروریات کا علم حاصل ہوتا ہے اور ضروریات کے باعث انسان میں علوم نظریہ قبول کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔

عقل ضروریات کا علم پیش کرنے کا سبب بنتی ہے جس کے نتیجہ میں نظر وفکر کے بعد حاصل ہونے والا اعتقاد یقینی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔

(ب) حواس خمسہ کی تعریفات:

حواس پانچ ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱-قوت سامعہ: یہ ایسی قوت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے کانوں کے پٹھوں میں رکھی ہے، جب وہاں ہوا رسائی حاصل کرتی ہے تو آواز کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور یہ ایک ادراک کی کیفیت بن جاتی ہے۔

۲-قوت باصرہ: یہ ایسی قوت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانی آنکھوں کے پیچھے پردہ میں رکھی ہے، وہ مختلف رنگوں، حرکتوں، شکلوں، روشنیوں اور مقداروں وغیرہ کا ادراک کرتی ہے۔

۳-قوت شامہ: یہ ایسی قوت ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازک گوشت یعنی "دماغ" کی شکل میں انسان کے سر میں رکھی ہے جو بدبو یا خوش بو کی صورت میں ادراک کرتی ہے۔

۴-قوت ذائقہ: یہ ایسی قوت ہے جو قدرت کی طرف سے زبان میں رکھی گئی ہے، جب کوئی چیز اس پر رکھی جائے تو اس کے میٹھے یا نمکین ہونے کا ادراک کر لیتی ہے۔

۵-قوت لامسہ: یہ ایسی قوت ہے جو قدرت کی طرف سے انسان کے تمام جسم میں رکھی گئی ہے کہ جو چیز بھی جسم کے ساتھ لگائی جائے تو جسم اس کی حرارت و برودت، رطوبت و یبوست کا فوراً ادراک کر لیتا ہے۔

سوال 3: وَاللّٰہُ تَعَالٰی خَالِقٌ لِاَفْعَالِ الْعِبَادِ مِنَ الْکُفْرِ وَالْاِیْمَانِ وَالطَّاعَۃِ وَالْعِصْیَانِ ۔

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر اُردو ترجمہ کریں؟

(۲) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف مع الدلائل تحریر کریں؟

جواب: (الف) اعراب وترجمہ عبارت:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ عبارت درج ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے خواہ وہ کفر و ایمان اور اطاعت و نافرمانی کی شکل میں ہوں۔

(ب) افعال عباد کے خالق میں اختلاف:

افعال کی دو اقسام ہیں:

۱-افعال اضطراریہ: یہ وہ افعال و اعمال ہیں جن کا صدور بندہ کے قصد و ارادہ کے بغیر ہوتا ہے مثلاً رعشہ کا مرض ہے۔

۲-افعال اختیاریہ: وہ افعال ہیں جن کے صدور میں بندے کے قصد و ارادہ کا دخل ہوتا ہے مثلاً ایمان و کفر اور اطاعت و معصیت وغیرہ۔

کیا افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے یا بندہ خود؟ اس بارے میں اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-اہل سنت و جماعت کا مؤقف ہے کہ افعال اضطراریہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور افعال اختیاریہ کا صدور بندہ کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ اچھے افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے گی اور افعال بد اور ان کے نتائج کی نسبت بندے کی طرف کی جائے گی۔

ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-ارشاد خداوندی ہے: وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے معمولات کو پیدا کیا۔ لفظ معمول، افعال کو بھی شامل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ افعال اور معمولات کی نسبت بندے کی طرف کی جائے گی، کیونکہ ان کا صدور و کسب اس کی طرف سے ہوتا ہے مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ایمان و کفر وغیرہ۔

۲-اگر انسان اپنے جملہ افعال کا خالق خود ہوتا تو اسے ان افعال و اعمال کی پیشگی

تفصیل معلوم ہوتی لیکن ایسا نہیں ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق نہیں ہے مگر افعال اختیاریہ میں اس کا قصد وارادہ ضرور ہوتا ہے۔

۳-جبریہ اور معتزلہ کے نزدیک بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو ان افعال میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ جب بندہ مکلف ہے تو اس کے افعال کی نسبت بھی اس کی طرف کرنا ہوگی ورنہ اسے مکلف قرار دینا درست نہیں ہوگا۔یعنی جو کام اس نے انجام نہیں دیا، اس کا اسے ذمہ دار ٹھہرانا بھی درست نہیں ہے۔

سوال 4: وما اخبربه النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اشراط الساعۃ ای من علاماتھا من خروج الدجال ودابۃ الأرض ویاجوج وماجوج ونزول عیسٰی علیہ السلام من السماء وطلوع الشمس من مغربھا فھو حق۔

(۱) عبارت کا ترجمہ کریں؟

(۲) شرح عقائد کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

اور جس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی شرائط کی خبر دی یعنی اس کی علامات بیان فرمائیں وہ دجال، دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کا خروج، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اور آفتاب کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔

(ب) قیامت کی علامات کبریٰ کی وضاحت:

اس عبارت میں قیامت کی علامات کبریٰ بیان کی گئی ہیں، جن کی تفصیل و وضاحت درج ذیل ہے:

۱-خروج دجال:

دجال قوم یہود کا ایک فرد ہے جو مشیت الٰہی سے دریائے طبرستان کے جزائر میں بند ہے، یہ قرب قیامت خروج کرکے پہاڑ پر آئے گا۔وہ گدھے پر سوار ہوگا، اس کی پیشانی پر ''کافر'' لکھا ہوگا۔یہ تحریر مسلمان کو نظر آئے گی اور کافر کو نظر نہیں آئے گی۔اس کا فتنہ چالیس

روز رہے گا۔پہلا دن سال بھر کا ہوگا، دوسرا مہینے کا، تیسرا ایک ہفتہ کا اور باقی ایام عام دنوں کے برابر ہوں گے۔اس کی ایک آنکھ اور ایک ابرو نہیں ہوگا۔اس کے پاس آگ ہوگی جسے وہ دوزخ اور ایک باغ ہوگا جسے جنت کا نام دے گا۔وہ دنیا بھر کا چکر لگائے گا پھر حرمین شریفین میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا لیکن فرشتے اسے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہلاک ہوگا۔

۲-دابۃ الارض کا خروج:

یہ ایک عجیب قسم کا جانور ہوگا جو کوہ صفا سے برآمد ہوگا۔وہ تمام شہروں کا دورہ کرے گا، وہ فصاحت وبلاغت سے باتیں کرے گا اور کہے گا: ھٰذَا کَافِرٌ وَّھٰذَا مُؤْمِنٌ ۔ اس کے ایک ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور دوسرے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا۔وہ عصا کے ساتھ ہر کافر کی پیشانی پر مہر لگائے گا۔

۳-یاجوج ماجوج کا خروج:

یاجوج ماجوج، حضرت یافث علیہ السلام کی اولاد سے متعلق ایک گروہ ہوگا، وہ کثیر تعداد میں ہیں، زمین پر فساد کی وجہ سے وہ ایک دیوار میں بند کر دیئے تھے۔یہ لوگوں، حیوانات اور درندوں کو کھا جاتے تھے۔حضرت سکندر ذوالقرنین نے انہیں چار دیواری میں بند کر دیا تھا۔یہ دیوار اس قدر مضبوط ہے کہ اسے گرا نہیں سکتے۔قیامت کے قریب یہ دیوار گر جائے گی اور یہ قوم ظاہر ہوگی۔یہ لوگ پھر اپنی سابقہ حرکتوں کا مظاہرہ کریں گے حتیٰ کہ انہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔

۴-حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول:

علامات قیامت میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا، نبوت ورسالت سے نوازا، اپنی قوم کو تبلیغ فرماتے رہے اور لوگ آپ کی مخالفت پر اتر آئے اور آپ کو سولی دینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں پر اٹھالیا۔اس وقت آپ چوتھے آسمان پر تشریف فرما ہیں۔قیامت کے قریب

آپ زمین پر نزول فرمائیں گے۔ جب آپ کو آسمان پر اٹھایا گیا اس وقت عمر مبارک ۳۳ سال تھی اور نزول کے وقت بھی یہی عمر ہوگی۔ آپ شادی کریں گے، اولاد ہوگی اور وصال ہوگا اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہوں گے۔

۵- آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا:

علامات قیامت سے پانچویں علامت یہ ہے کہ مشرق کے بجائے مغرب کی طرف سے آفتاب طلوع ہوگا۔ مغرب کی طرف سے آفتاب کا طلوع ہونا بھی علامات قیامت سے ایک ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسری علامات کا ظہور بھی شروع ہو جائے گا۔

روزانہ آفتاب بارگاہ الٰہی میں سجدہ کر کے اذن طلوع چاہتا ہے تب طلوع ہوتا ہے۔ قرب قیامت جب آفتاب حسب معمول طلوع کی اجازت چاہے گا۔ اجازت نہ ملے گی اور حکم ہوگا واپس جا! وہ واپس ہو جائے گا اور اس کے بعد ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہو جائے گی کہ بچے چلا اٹھیں گے۔ مسافر تنگدل اور مویشی چراگاہ کے لیے بیقرار ہوں گے۔ یہاں تک کہ لوگ بے چینی کی وجہ سے نالہ وزاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے۔ آخر تین چار رات کی مقدار کے بعد اضطراب کی حالت میں آفتاب مغرب سے چاند گرہن کی مانند تھوڑی روشنی کے ساتھ نکلے گا اور نصف آسمان تک آ کر لوٹ آئے گا اور جانب مغرب غروب ہوگا۔ اس کے بعد بدستور سابق مشرق سے طلوع کرے گا۔ اس نشانی کے ظاہر ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ کافر اپنے کفر سے یا گنہگار اپنے گناہوں سے توبہ کرنا چاہے گا تو توبہ قبول نہ ہوگی اور اس وقت کسی کا اسلام لانا معتبر نہ ہوگا۔

سوال 5: (۱) گناہ کبیرہ کی تعریف کے بارے میں مختلف اقوال نقل کریں۔ نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکورہ کبائر لکھیں؟

(۲) گناہ کبیرہ عبد مؤمن کو ایمان سے خارج کرتا ہے یا نہیں؟ اپنا مؤقف مع دلیل بیان کریں۔

جواب: (الف) گناہ کبیرہ کے بارے میں مختلف اقوال:

گناہ کبیرہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- احادیث مبارکہ میں جن کو کبیرہ قرار دیا گیا ہے، وہ کبیرہ ہیں۔

۲- جن گناہوں کی معافی توبہ کے بغیر نہ ہو، وہ کبیرہ ہیں

۳- جو گناہ فقہاء کے نزدیک کبیرہ ہوں، وہ کبیرہ ہیں

۴- جن کے ارتکاب سے انسان کا دل زیادہ گھن کرے، وہ کبیرہ ہیں

۵- صغائر پر اصرار، گناہ کبیرہ قرار پاتا ہے۔

۶- وہ گناہ جس کے ارتکاب سے انسان سزا یا حد یا لعنت کا حقدار یا جنت سے محرومی یا غضب خداوندی کا مستحق قرار پائے، وہ کبیرہ ہے۔

کبیرہ گناہوں کی تعداد و تفصیل:

مختلف احادیث مبارکہ میں کبائر کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق سات ہیں۔ حضرت امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "کتاب الکبائر" میں کبیرہ گناہوں کی تعداد ستر لکھی ہے۔ حضرت امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف "الزواجر" میں کبائر کی تعداد چار سو سڑسٹھ (۴۶۷) بیان کی ہے۔ کبائر کا بالترتیب خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

(۱)۔ شرک اکبر (۲)۔ شرک اصغر (ریاکاری) (۳)۔ ناحق غصہ اور حسد (۴)۔ فخر وتکبر اور اترانا (۵)۔ دھوکا دینا (۶)۔ منافقت کرنا (۷)۔ سرکشی اور بغاوت کرنا (۸)۔ مخلوق کو حقیر جاننا (۹)۔ بے مقصد اور بے ہودہ باتیں کرنا (۱۰)۔ لالچ رکھنا (۱۱)۔ فقر کا خوف رکھنا (۱۲)۔ تقدیر پر غضبناک ہونا (۱۳)۔ امیروں کی طرف نظریں لگانا اور اُن کی تعظیم پیسے کی وجہ سے کرنا (۱۴)۔ فقراء کا مذاق اُن کے فقر کی وجہ سے اڑانا (۱۵)۔ حرص رکھنا (۱۶)۔ دنیاوی کاموں پر فخر کرنا (۱۷)۔ مخلوق کے لیے ایسی زیب وزینت اختیار کرنا جو جائز نہیں (۱۸)۔ فریب دینا (۱۹)۔ جو کام کیا نہ ہو اُس پر تعریف اور مدح پسند کرنا (۲۰)۔ اپنے گناہوں کو چھوڑ کر مخلوق کے گناہوں کو تلاش کرنا (۲۱)۔ نعمت بھلا دینا (۲۲)۔ دینی مصلحت کے علاوہ کسی کا ساتھ دینا (۲۳)۔ شکر نہ کرنا (۲۴)۔ قضاء پر راضی نہ ہونا (۲۵)۔ حقوق اللہ اور فرض احکام کو حقیر سمجھنا (۲۶)۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مذاق اور ٹھٹھا

کرنا (۲۷)۔ خواہشات کی پیروی اور حق سے منہ پھیرنا (۲۸)۔ چال بازی اور دھوکہ دینا (۲۹)۔ دنیاوی زندگی چاہنا (۳۰)۔ حق سے تجاوز کرنا (۳۱)۔ مسلمان کے متعلق برا گمان رکھنا (۳۲)۔ حق قبول نہ کرنا خاص کر جب نفس کے خلاف ہو یا ایسے کے ہاتھوں حق آئے جس سے بندہ بغض رکھتا ہو (۳۳)۔ گناہ پر خوش ہونا (۳۴)۔ گناہ پر اصرار کرنا (۳۵)۔ اچھے کام کرنے پر مدح ستائش پسند کرنا (۳۶)۔ دنیاوی زندگی پر راضی ہو کر اُس کی تمنا رکھنا (۳۷)۔ اللہ سبحان وتعالیٰ اور آخرت کو بھول جانا (۳۸)۔ اپنی ذات کی خاطر غصہ اور اپنی ذات کی خاطر باطل کی مدد کرنا (۳۹)۔ گناہوں کے باوجود اللہ سبحان وتعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہونا (۴۰)۔ رحمت الٰہی سے ناامید ہونا (۴۱)۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق برا گمان رکھنا (۴۲)۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل مایوس ہونا (۴۳)۔ دنیا کمانے کے لیے علم دین حاصل کرنا (۴۴)۔ علم چھپانا (۴۵)۔ علم کے مطابق عمل نہ کرنا (۴۶)۔ فخریہ انداز میں علم کا دعویٰ کرنا (۴۷)۔ علماء کرام کو حقیر سمجھنا (۴۸)۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا (۴۹)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا (۵۰)۔ برائی ایجاد کرنا (۵۱)۔ ترک سنت یعنی اہلسنّت وجماعت سے نکلنا (۵۲)۔ تقدیر کو جھٹلانا (۵۳)۔ وعدہ پورا نہ کرنا (۵۴)۔ ظلم پسند کرنا (۵۵)۔ فسق پسند کرنا (۵۶)۔ اولیاء کرام علیہم الرحمہ کو اذیت دینا اور اُن سے دشمنی رکھنا (۵۷)۔ زمانہ کو برا کہنا اور گالی دینا (۵۸)۔ ایسا کلمہ اور لفظ بولنا جس سے فسادُ انتشار اور اللہ تعالیٰ ناراض ہو (۵۹)۔ احسان کرنے والے کی ناشکری کرنا (۶۰)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک نہ پڑھنا (۶۱)۔ مجبور بندے کو کھانا نہ کھلانے پر کسی کے دل کو سخت کر دینا (۶۲)۔ کبیرہ گناہ پر راضی رہنا (۶۳)۔ کبیرہ گناہ پر مدد کرنا (۶۴)۔ شر اور بے حیائی کو اتنا پانا کہ لوگ اس کے شر سے خوف زدہ ہو جائیں (۶۵)۔ درہم ودنانیر توڑنا، روپے پھاڑنا (۶۶)۔ روپوں اور درہم ودنانیر میں ملاوٹ کرنا (۶۷)۔ سونا اور چاندی کے برتنوں میں کھانا اور پینا (۶۸)۔ قرآن عظیم بھلا دینا (۶۹)۔ جھگڑا اور جدال کرنا (۷۰)۔ راستہ میں پیشاب، پاخانہ کرنا (۷۱)۔ بدن یا کپڑوں پر پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا (۷۲)۔ وضو کے فرائض میں

سے کوئی چھوڑ دینا (۷۳)۔ غسل کے فرائض میں سے کوئی فرض چھوڑ دینا (۷۴)۔ بغیر ضرورت شرمگاہ کھولنا (۷۵)۔ حائضہ عورت سے وطی کرنا (۷۶)۔ عمداً نماز چھوڑنا (۷۷)۔ عمداً نماز کو وقت سے مؤخر کرنا یا وقت سے پہلے ادا کر لینا (۷۸)۔ ایسی چھت پر سونا جس کی چار دیواری نہ ہو (۷۹)۔ عمداً نماز کے واجبات میں سے کوئی ترک کر دینا (۸۰)۔ اپنے بال دوسرے کے بالوں کے ساتھ ملا کر لگوانا اور ایسا عمل چاہنا (۸۱)۔ بال گودنا یا پسند کرنا (۸۲)۔ پیشانی کے بال اُکھیڑنا (۸۳)۔ دانتوں کو تیز اور باریک کرنا یا ایسا عمل پسند کرنا (۸۴)۔ نمازی کے آگے سے گزرنا (۸۵)۔ اہل محلہ کا فرض جماعت کو ترک کر دینا (۸۶)۔ جسے قوم ناپسند کرتی ہو اُس کا امام بن جانا (۸۷)۔ صف توڑنا (۸۸)۔ صف برابر نہ کرنا (۸۹)۔ امام سے سبقت کرنا (۹۰)۔ نماز میں آسمان کی طرف نگاہیں اٹھانا (۹۱)۔ نماز میں ادھر اُدھر دیکھنا (۹۲)۔ نماز میں ہاتھ پہلو پر رکھنا (۹۳)۔ قبروں کو سجدے کرنا (۹۴)۔ قبروں پر چراغ جلانا (۹۵)۔ قبروں پر بت گاڑنا (۹۶)۔ قبر کا طوف کرنا (۹۷)۔ قبر کا استلام کرنا، چومنا (۹۸)۔ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا (۹۹)۔ اکیلے جنگل کا سفر کرنا (۱۰۰)۔ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا (۱۰۱)۔ بدشگونی کی وجہ سے سفر نہ کرنا (۱۰۲)۔ بغیر عذر جمعۃ المبارک کی جماعت چھوڑ دینا (۱۰۳)۔ جمعۃ المبارک کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنا (۱۰۴)۔ حلقہ کے درمیان آکر بیٹھنا (۱۰۵)۔ مرد کا ریشم پہننا، بالغ ہجڑا کا ریشم پہننا (۱۰۶)۔ عاقل اور بالغ مرد کا سونا استعمال کرنا یا سونے کی انگوٹھی پہننا (۱۰۷)۔ مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا یا خواتین کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا (۱۰۸)۔ عورت ایسا لباس استعمال کرے جس سے اُس کا جسم یا جسم کے ابھار واضح ہوں (۱۰۹)۔ تکبر کے طور پر کپڑا آستین یا دامن لمبا رکھنا (۱۱۰)۔ ازار ٹخنوں سے نیچے رکھنا، تکبراً (۱۱۱)۔ کسی شرعی غرض کے علاوہ کالا خضاب داڑھی پر کرنا (۱۱۲)۔ یہ کہنا کہ فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ہوئی (۱۱۳)۔ مصیبت کے وقت اپنے منہ پر تھپڑ مارنا (۱۱۴)۔ مصیبت کے وقت گریبان پھاڑنا (۱۱۵)۔ نوحہ کرنا اور سننا (۱۱۶)۔ مصیبت پر سر کے بال مونڈھ دینا یا اُکھاڑ دینا (۱۱۷)۔ مصیبت کے وقت واویلا کر کے دعا کرنا (۱۱۸)۔

مصیبت کے وقت لعنتیں ڈالنا (۱۱۹)۔ میت کی ہڈی توڑنا (۱۲۰)۔ قبروں پر بیٹھنا (۱۲۱)۔ قبروں پر آگ کا چراغ جلانا (۱۲۲)۔ (بے پردہ) عورتوں کا قبرستان جانا (۱۲۳)۔ خواتین کا جنازوں کے پیچھے جانا (۱۲۴)۔ غیر شرعی دم کرنا، کروانا (۱۲۵)۔ غلط الفاظ والے تعویذ دینا لینا (۱۲۶)۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ناپسند کرنا (۱۲۷)۔ زکوٰۃ نہ دینا (۱۲۸)۔ بغیر شرعی عذر کے زکوٰۃ فرض ہونے کے باوجود ادائیگی میں تاخیر کرنا (۱۲۹)۔ تنگ دست مقروض کی تنگی کا علم ہونے کے باوجود اُس سے جھگڑا کرنا (۱۳۰)۔ صدقہ میں خیانت کرنا (۱۳۱)۔ ہفتہ اور بھتہ وصول کرنا (۱۳۲)۔ امیر اور غنی کا مانگنا (۱۳۳)۔ مانگنے میں اصرار کرتے رہنا (۱۳۴)۔ قریبی رشتہ دار کو طاقت کے باوجود عطا نہ کرنا (۱۳۵)۔ صدقہ پر احسان جتلانا (۱۳۶)۔ حاجت مند کو اضافی پانی سے روک دینا (۱۳۷)۔ مخلوق کے احسان کی ناشکری کرنا (۱۳۸)۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر جنت کے علاوہ کچھ اور مانگنا (۱۳۹)۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مانگا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر کچھ بھی نہ دے (۱۴۰)۔ رمضان المبارک کے ایام میں روزہ نہ رکھنا (۱۴۱)۔ رمضان المبارک کا روزہ رکھ کر توڑنا (۱۴۲)۔ رمضان المبارک کے قضاء روزے کی ادائیگی میں تاخیر کرنا (۱۴۳)۔ مرد کی اجازت کے بغیر عورت کا نفلی روزہ رکھنا (۱۴۴)۔ عیدالفطر، عیدالاضحیٰ اور ایام تشریق کے روزے رکھنا (۱۴۵)۔ اعتکاف کی نذر مان کر اعتکاف نہ کرنا (۱۴۶)۔ اعتکاف توڑ دینا (۱۴۷)۔ مسجد میں جماع کرنا (۱۴۸)۔ قدرت کے باوجود حج نہ کرنا (۱۴۹)۔ احرام کھولنے سے پہلے جماع کرنا (۱۵۰)۔ احرام والے کا شکار کرنا (۱۵۱)۔ عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر احرام باندھنا (۱۵۲)۔ بیت الحرام کو حلال قرار دینا (۱۵۳)۔ حرم مکہ میں بے دینی پھیلانا (۱۵۴)۔ مدینہ منورہ والوں کو ڈرانا (۱۵۵)۔ مدینہ منورہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھنا (۱۵۶)۔ مدینہ منورہ میں کوئی نیا کام ایجاد کرنا جس میں گناہ ہو (۱۵۷)۔ مدینہ منورہ میں بدعت سیئہ ایجاد کرنے والے کو پناہ دینا (۱۵۸)۔ مدینہ منورہ کے درخت کاٹنا (۱۵۹)۔ مدینہ منورہ کی گھاس کاٹنا (۱۶۰)۔ قدرت کے باوجود حج بیت اللہ نہ کرنے کے بہانے کرنا (۱۶۱)۔ قربانی کے جانور کی کھال بیچنا (۱۶۲)۔ زندہ جانور کے جسم کا کوئی حصہ

کاٹنا (۱۶۳)۔ زندہ جانور کے چہرہ کو داغنا (۱۶۴)۔ جانور پر نشانہ بازی کرنا (۱۶۵)۔ کھانے کے علاوہ کسی غرض کے لیے (مثلاً شوقیہ) جانور کا شکار کرنا (۱۶۶)۔ اچھی طرح جانور ذبح نہ کرنا (۱۶۷)۔ غیر خدا کا نام لے کر گلے پر چھری چلانا اور ذبح کرنا (۱۶۸)۔ جانور کو سائبہ بنانا یعنی بطور نذر چھوڑ دینا (۱۶۹)۔ کسی کا نام ملك الاملاك رکھنا (۱۷۰)۔ نشہ والی پاک چیزیں بنانا (۱۷۱)۔ بغیر عذر بہتا خون پینا (۱۷۲)۔ بغیر عذر خنزیر کا گوشت کھانا (۱۷۳)۔ بغیر عذر مردار کا گوشت کھانا (۱۷۴)۔ جاندار کو آگ سے جلا دینا (۱۷۵)۔ ناپاک چیز کھانا (۱۷۶)۔ گندگی کھانا (۱۷۷)۔ نقصان دہ چیزیں کھانا (۱۷۸)۔ آزاد آدمی کو بیچ ڈالنا (۱۷۹)۔ سود لینا (۱۸۰)۔ سود دینا (۱۸۱)۔ سود کا معاملہ لکھنا (۱۸۲)۔ سود پر گواہ بننا (۱۸۳)۔ سودی لین دین میں کوشش کرنا (۱۸۴)۔ سود پر مدد کرنا (۱۸۵)۔ سود کو جائز قرار دینے کے لیے حیلہ سازی کرنا (۱۸۶)۔ مذکر جانور کو جفتی پر دینے سے روک لینا (۱۸۷)۔ فاسد تجارت اور ہر حرام طریقے سے روزی کمانا (۱۸۸)۔ (معاشرہ میں ضرورت ہونے کے باوجود) ذخیرہ اندوزی کرنا (۱۸۹)۔ ماں اور اُس کے نا سمجھ بچہ کے درمیان جدائی ڈالنا (۱۹۰)۔ جس کے متعلق علم ہو کہ شراب بناتا ہے اُس کو انگور یا کشمش بیچنا (۱۹۱)۔ بے ریش بچوں سے برائی کرنے والوں کے ہاتھوں بے ریش غلام کو بیچنا (۱۹۲)۔ یا لونڈی کو بیچنا (۱۹۳)۔ لہو ولعب کے آلات بنانے والے کے ہاتھ لکڑی بیچنا (۱۹۴)۔ اسلام کے دشمنوں کو اسلحہ بیچنا کہ ہمارے ہی خلاف استعمال کریں گے (۱۹۵)۔ شراب پینے والے کو شراب بیچنا (۱۹۶)۔ بھنگ پینے والے کو بھنگ بیچنا (۱۹۷)۔ دھوکا دہی سے قیمت میں اضافہ کرنا (۱۹۸)۔ دوسرے کی خرید پر خرید لینا (۱۹۹)۔ دوسرے کی بیع پر بیع کرنا (۲۰۰)۔ بیع میں دھوکا دینا (۲۰۱)۔ جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنا (۲۰۲)۔ چال بازی اپنانا (۲۰۳)۔ ناپ، تول یا پیمائش میں کمی کرنا (۲۰۴)۔ ایسا قرض جس سے قرض دینے والے کو نفع ہو یعنی قرض کے بدلے نفع حاصل کرنا (۲۰۵)۔ قرض ادا نہ کرنے کی نیت سے لینا (۲۰۶)۔ قرض ادا نہ کرنے کی امید رکھنا (۲۰۷)۔ امیر اور غنی آدمی کا قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا (۲۰۸)۔ یتیم کا مال کھانا (۲۰۹)۔ گناہ اور حرام کاموں میں مال خرچ کرنا

(۲۱۰)۔ پڑوسی کو تکلیف دینا (۲۱۱)۔ بلا ضرورت تکبر کی بنیاد پر عمارت بلند بنانا (۲۱۲)
زمین کے نشانات ختم کر دینا (۲۱۳)۔ نابینا شخص کو راستہ بھلا دینا (۲۱۴)۔ کسی راستہ کے
مالک کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا (۲۱۵)۔ عام گزرگاہ میں غیر شرعی تصرف کرنا کہ گزرنے
والوں کو تکلیف ہو (۲۱۶)۔ مشترکہ دیوار میں شریک کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا
(۲۱۷)۔ ضامن کا صحیح ضمانت سے رک جانا (۲۱۸)۔ کاروبار میں اپنے ساتھ شریک شخص
سے خیانت کرنا (۲۱۹)۔ وکیل کا اپنے مؤکل سے خیانت کرنا (۲۲۰)۔ جھوٹا اقرار کرنا
اپنے ورثا سے (۲۲۱)۔ مرض الموت میں مقروض کا اقرار نہ کرنا (۲۲۲)۔ جھوٹے نسب کا
اقرار کرنا (۲۲۳)۔ (سچے) نسب کا انکار کرنا (۲۲۴)۔ اُدھار مانگی ہوئی چیز کا اصل مقصد
کے خلاف استعمال کرنا (۲۲۵)۔ اصل مالک کی اجازت کے بغیر آگے اُدھار دینا (۲۲۶)۔
مدت معین کے بعد بھی استعمال میں رکھنا (۲۲۷)۔ کسی کے مال پر ظلماً قبضہ کرنا، غصب کرنا
(۲۲۸)۔ مزدور کی اُجرت دینے میں تاخیر کرنا (۲۲۹)۔ میدانِ عرفات یا مزدلفہ، یا منیٰ میں
عمارت بنانا (۲۳۰)۔ مباح اشیاء کے استعمال سے لوگوں کو منع کرنا (۲۳۱)۔ سڑک کرایہ پر
دے دینا (۲۳۲)۔ مباح پانی پر قبضہ کر لینا اور مسافروں کو اُس سے رُوکنا (۲۳۳)۔
واقف کی شرط کی مخالفت کرنا (۲۳۴)۔ گری ہوئی چیز (لقطہ) میں ناجائز تصرف کرنا
(۲۳۵)۔ اُس کے مالک کا علم ہونے کے باوجود چیز چھپانا (۲۳۶)۔ لقطہ اٹھاتے وقت
گواہ نہ بنانا (۲۳۷)۔ وصیت کرنے میں ورثاء کو نقصان پہنچانا (۲۳۸)۔ امانت رکھی ہوئی
اشیاء میں خیانت کرنا (۲۳۹)۔ گروی رکھی ہوئی چیز میں خیانت کرنا (۲۴۰)۔ کرائے پر لی
ہوئی چیز میں خیانت کرنا (۲۴۱)۔ (حرام میں مبتلا ہونے کے خوف کے باوجود) شادی نہ
کرنا (۲۴۲)۔ شہوت سے اجنبی عورت کو دیکھنا (۲۴۳)۔ شہوت سے اجنبی عورت کو چھونا
(۲۴۴)۔ بغیر محرم کے اجنبی عورت سے تنہائی اختیار کرنا (۲۴۵)۔ اَمرد (بے ریش بچے
کو) شہوت سے دیکھنا (۲۴۶)۔ اَمرد کو شہوت سے چھونا (۲۴۷)۔ اَمرد کے ساتھ تنہائی
اختیار کرنا (۲۴۸)۔ شوہر کو اُس کی بیوی کے خلاف اُکسانا (۲۴۹)۔ غیبت پر راضی اور
خاموش رہنا (۲۵۰)۔ برے القابات سے پکارنا (۲۵۱)۔ مسلمان کا مذاق اڑانا (۲۵۲)۔

چغلی کرنا (۲۵۳)۔ دوغلہ پن اختیار کرنا (۲۵۴)۔ بہتان لگانا (۲۵۵)۔ جبراً اور زبردستی
ولی کا نکاح سے روکنا (۲۵۶)۔ نکاح کے پیغام پر نکاح کا پیغام دینا (۲۵۷)۔ بیوی کو اُس
کے شوہر کے خلاف بھڑکانا (۲۵۸)۔ شوہر کو اُس کی بیوی کے خلاف اُکسانا (۲۵۹)۔ مرد کا
اپنی محرمات میں سے کسی سے نکاح کرنا (۲۶۰)۔ طلاق دینے والے کا حلالہ پر راضی ہونا
(۲۶۱)۔ طلاق یافتہ عورت کا حلالہ پر راضی ہونا (۲۶۲)۔ حلالہ کرنے کے لیے کسی مرد کا
راضی ہونا (۲۶۳)۔ مرد کا اپنی زوجہ کی خفیہ باتیں ظاہر کرنا (۲۶۴)۔ عورت کا اپنے شوہر
کی خفیہ باتیں ظاہر کرنا (۲۶۵)۔ بیوی یا لونڈی سے دُبر (پچھلی شرمگاہ) میں وطی کرنا
(۲۶۶)۔ اپنی زوجہ سے کسی عورت یا مرد کے سامنے وطی کرنا (۲۶۷)۔ مہر ادا نہ کرنے کی
نیت سے نکاح کرنا (۲۶۸)۔ ذی روح کی تصویر بنانا (۲۶۹)۔ بغیر دعوت کے کسی کے
کھانے میں شریک ہونا (۲۷۰)۔ میزبان کی مرضی جانے بغیر مہمان کا خوب سیر ہو کر کھانا
(۲۷۱)۔ اپنے مال میں سے اس قدر کھانا جس کے متعلق علم ہو کہ یہ مجھے نقصان دے گا
(۲۷۲)۔ کھانے پینے میں تکبراً کثرت کرنا (۲۷۳)۔ ظلماً ایک بیوی کو دوسری پر ترجیح دینا
(۲۷۴)۔ شوہر کا اپنی بیوی کے حقوق واجبہ ادا نہ کرنا (۲۷۵)۔ بیوی کا شوہر کو بغیر عذر شرعی
حقوق زوجیت سے روکنا اور منع کرنا (۲۷۶)۔ قطع تعلقی کرنا (۲۷۷)۔ کوئی ملنے کے لیے
آئے تو اس سے منہ پھیر لینا (بغیر کسی عذر شرعی کے) (۲۷۸)۔ دلوں میں ایک دوسرے
کے متعلق بغض رکھنا (۲۷۹)۔ عورت کا اپنے گھر سے خوشبو لگا کر اور بن سنور کر نکلنا
(۲۸۰)۔ عورت کا نافرمان ہونا (۲۸۱)۔ بغیر شرعی عذر کے عورت کا اپنے مرد سے طلاق کا
مطالبہ کرنا (۲۸۲)۔ مردوں اور عورتوں کے درمیان دلالی کرنا (۲۸۳)۔ مردوں اور اَمرد
(بے ریش بچوں کے) درمیان دلالی کرنا (۲۸۴)۔ طلاق رجعی والی عورت سے حرام کا
تصور رکھتے ہوئے وطی کرنا (۲۸۵)۔ بیوی سے ایلاء کرنا، یعنی شوہر قسم اٹھالے کہ اپنے بیوی
سے چار ماہ تک ہم بستر نہ ہوگا (۲۸۶)۔ ظہار کرنا، یعنی مرد کا اپنی بیوی کے خاص اعضاء کو
اپنی محرمات سے تشبیہ دینا (۲۸۷)۔ پاکدامن مرد یا عورت پر زنا کی یا لواطت کی تہمت لگانا
(۲۸۸)۔ اس تہمت پر چپ رہنا (۲۸۹)۔ مسلمان کو گالی دینا اور اس کی بے عزتی کرنا

(۲۹۰)۔اپنے والدین کو برا کہنا اگرچہ گالی نہ ہی دے (۲۹۱)۔کسی کو مسلمان ہونے کی وجہ سے لعن طعن کرنا (۲۹۲)۔انسان کا اپنے نسب یا اپنے والد کے نسب سے برأت (وست برداری) کا اظہار کرنا (۲۹۳)۔جاننے کے باوجود اپنا نسب غیر کی طرف منسوب کرنا (۲۹۴)۔شرعی طور پر ثابت شدہ نسب میں طعن زنی کرنا (۲۹۵)۔عورت کا زنا یا وطی شبہ کی وجہ سے بچے کو اُس کی طرف منسوب کر دینا جس کا وہ بچہ نہ ہو (۲۹۶)۔عدت پوری کرنے میں خیانت کرنا (۲۹۷)۔بغیر عذر شرعی کے عدت والی عورت گھر سے نکلنا (۲۹۸)۔عورت کا اپنے شوہر کے مرنے پر سوگ نہ کرنا (۲۹۹)۔استبراء رحم سے پہلے لونڈی سے وطی کرنا (۳۰۰)۔بغیر عذر شرعی بیوی کو نان ونفقہ اور خرچہ نہ دینا (۳۰۱)۔اہل وعیال کو ضائع کرنا (۳۰۲)۔والدین یا اُن میں سے کسی کی نافرمانی کرنا (۳۰۳)۔رشتہ توڑنا (۳۰۴)۔انسان کا اپنے آپ کو اپنے آقا کے علاوہ کی طرف منسوب کرنا (۳۰۵)۔آقا کے خلاف غلام کو بھڑکانا (۳۰۶)۔غلام کا اپنے آقا سے بھاگ جانا (۳۰۷)۔آزاد آدمی کو غلام بنا کر اُس سے خدمت لینا (۳۰۸)۔غلام پر جو خدمت اپنے آقا کی لازم ہے نہ کرنا (۳۰۹)۔آقا کا اپنے خادم کی ضروریات پوری نہ کرنا (۳۱۰)۔ہمیشہ مارتے رہنا (۳۱۱)۔غلام کو خصی کر کے عذاب میں مبتلا کرنا (۳۱۲)۔جانوروں کی آپس میں لڑائی کروانا (۳۱۳)۔مسلمان کو یا ذمی کو بغیر عذر کے قتل کرنا (۳۱۴)۔خودکشی کرنا (۳۱۵)۔ناحق قتل پر مدد کرنا (۳۱۶)۔قدرت کے باوجود قتل سے نہ روکنا (۳۱۷)۔مسلمان کو یا ذمی کو بغیر شرعی وجہ کے مارنا پیٹنا (۳۱۸)۔مسلمان کو بلاوجہ ڈرانا، دھمکانا (۳۱۹)۔اسلحہ سے اُس کی طرف اشارہ کرنا (۳۲۰)۔ایسا جادو سیکھنا جس میں کفر نہ ہو (۳۲۱)۔جادو سکھانا (۳۲۲)۔جادو سیکھنا (۳۲۳)۔جادو پر عمل کرنا (۳۲۴)۔کاہن بننا (۳۲۵)۔ستارہ شناس بننا (۳۲۶)۔فال نکالنا (۳۲۷)۔پرندوں کو اڑا کر شگون لینا (۳۲۸)۔نجومی بننا (۳۲۹)۔خط کھینچ کر فال لینا (۳۳۰)۔کاہن کے پاس جانا (۳۳۱)۔ستارہ شناس کے پاس جانا (۳۳۲)۔پرندوں کو اڑا کر فال لینے والے کے پاس جانا (۳۳۳)۔نجومی کے پاس جانا (۳۳۴)۔مطلقاً فال نکالنے والے کے پاس فال نکلوانے کے لیے جانا (۳۳۵)۔خط کھینچ کر فال لینے والے

کے پاس فال نکلوانے کے لیے جانا (۳۳۶)۔بغاوت کرنا (۳۳۷)۔امام اور شیخ کی بیعت توڑ دینا، دنیاوی مقصد پورا نہ ہونے کی وجہ (۳۳۸)۔اپنی خیانت جاننے والے کے باوجود امام یا حاکم بننا (۳۳۹)۔مذکورہ حالت کے باوجود امامت کا مطالبہ کرنا یا پختہ ارادہ کرنا (۳۴۰)۔مذکورہ حالت کے باوجود اس منصب پر مال ودولت خرچ کرنا (۳۴۱)۔مسلمانوں کا حاکم ظالم یا فاسق کو بنانا (۳۴۲)۔صالح اہل آدمی کو معزول کر کے نااہل غیر صالح کو امام بنانا (۳۴۳)۔حاکم یا نائب کا رعایا پر ظلم کرنا (۳۴۴)۔حاکم یا نائب کا عوام کو دھوکا دینا (۳۴۵)۔حاکم یا نائب کا عوام کی ضروریات کو پورا نہ کرنا (۳۴۶)۔بادشاہوں، امیروں اور ججوں کا مسلمان پر یا ذمی پر ظلم کرنا (۳۴۷)۔باوجود مدد کرنے کی طاقت کے مظلوم کو ذلیل کرنا (۳۴۸)۔ظالم کے ظلم سے خوش ہو کر اُس کے پاس جانا (۳۴۹)۔ظالم کے ظلم پر مدد کرنا (۳۵۰)۔بادشاہ کے پاس ناجائز اور باطل شکایت کرنا (۳۵۱)۔بدعتیوں کو پناہ دینا (۳۵۲)۔کسی مسلمان کو کہنا 'اے کافر! (۳۵۳)۔یا کسی مسلمان کو کہنا 'اے اللہ سبحان وتعالیٰ کے دشمن! (۳۵۴)۔حد شرعی میں سفارش کرنا (۳۵۵)۔مسلمان کو بے عزت کرنا 'اُس کی خامیاں تلاش کرنا (۳۵۶)۔لوگوں کے سامنے نیک اور صالح بننا اور ناجائز کام کرنا خلوت میں اگرچہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہوں (۳۵۷)۔حدود اللہ کا قیام کرنے میں سستی کرنا (۳۵۸)۔زنا کرنا (۳۵۹)۔لواطت کرنا (۳۶۰)۔جانوروں سے برا فعل کرنا (۳۶۱)۔عورت کے ساتھ دبر (پچھلے مقام) میں وطی کرنا (۳۶۲)۔خواتین کا آپس میں بدفعلی کرنا (۳۶۳)۔مشترکہ لونڈی سے شریک کا وطی کرنا (۳۶۴)۔مردہ بیوی سے وطی کرنا (۳۶۵)۔ولی اور گواہوں کے بغیر جس سے نکاح ہوا اُس سے وطی کرنا (۳۶۶)۔نکاح متعہ میں جماع کرنا (۳۶۷)۔اُجرت پر کسی کو لے کر اُس سے وطی کرنا (۳۶۸)۔کسی عورت کو روکنا اس لئے کہ زانی اُس سے زنا کرے (۳۶۹)۔چوری کرنا (۳۷۰)۔چوری کے ارادہ سے راہ روک لینا (۳۷۱)۔شراب پینا (۳۷۲)۔شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور چیزیں پینا (۳۷۳)۔شراب بنانا یا دوسری کوئی نشہ آور چیز بنانا (۳۷۴)۔مطلقاً شراب اٹھانا (۳۷۵)۔شراب پینے کے لیے اٹھانا (۳۷۶)۔شراب پلانا (۳۷۷)۔شراب

پلانے کا کہنا (۳۷۸)۔ شراب بیچنا (۳۷۹)۔ شراب خریدنا (۳۸۰)۔ شراب بیچنے خریدنے کا کہنا (۳۸۱)۔ شراب کی قیمت کھانا (۳۸۲)۔ شراب یا اُس کی قیمت کو اپنے پاس روکے رکھنا (۳۸۳)۔ قتل کے ارادہ سے بے قصور آدمی پر حملہ کرنا (۳۸۴)۔ مال چھیننے کے لیے حملہ کرنا (۳۸۵)۔ بے عزتی کرنے کے حوالے سے حملہ کرنا (۳۸۶)۔ ڈرانے دھمکانے کے لیے حملہ کرنا (۳۸۷)۔ دوسروں کے گھروں میں تانک جھانک کرنا (۳۸۸)۔ چوری چھپے کسی کی باتیں سننا (۳۸۹)۔ بالغ ہونے کے بعد مرد کا ختنہ نہ کرنا (۳۹۰)۔ فرض عین جہاد نہ کرنا (۳۹۱)۔ مطلقاً جہاد ترک کردینا (۳۹۲)۔ سرحدوں کو تقویت اور مضبوطی نہ دینا (۳۹۳)۔ قدرت کے باوجود امر بالمعروف نہ کرنا (۳۹۴)۔ قدرت کے باوجود نہی عن المنکر نہ کرنا (۳۹۵)۔ کہنا کچھ اور کرنا کچھ اور (۳۹۶)۔ سلام کا جواب نہ دینا (۳۹۷)۔ یہ پسند کرنا کہ لوگ اُس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں (۳۹۸)۔ جنگ سے بھاگ جانا (۳۹۹)۔ طاعون بیماری سے بھاگ جانا (۴۰۰)۔ مال غنیمت میں دھوکا دینا (۴۰۱)۔ مال غنیمت کو چھپالینا (۴۰۲)۔ امن دیئے ہوئے یا ذمی یا وعدہ دیئے ہوئے آدمی کو قتل کرنا (۴۰۳)۔ اُسے دھوکا دینا (۴۰۴)۔ اُس پر ظلم کرنا (۴۰۵)۔ مسلمانوں کے راز فاش کرنا (۴۰۶)۔ مقابلہ بازی یا جواُ کھیلنے کے لیے گھوڑے خریدنا (۴۰۷)۔ بازی یا جواُ کے لیے تیر اندازی کا مقابلہ کرنا (۴۰۸)۔ تیر اندازی سیکھنے کے بعد بے رغبتی سے چھوڑ دینا (۴۰۹)۔ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا (۴۱۰)۔ یمین کاذبہ اگرچہ درجہ غموس تک نہ پہنچے (۴۱۱)۔ کثرت سے قسمیں اٹھانا اگرچہ سچی ہی ہوں (۴۱۲)۔ امانت کی قسم اٹھانا (۴۱۳)۔ بت کی قسم اٹھانا (۴۱۴)۔ قسم کو کفر سے مشروط کرنا (۴۱۵)۔ اسلام کے علاوہ کسی مذہب کی جھوٹی قسم اٹھانا (۴۱۶)۔ نذر مان کر پوری نہ کرنا (۴۱۷)۔ مجبور کرکے قاضی بنانا (۴۱۸)۔ ازخود قاضی بننا (۴۱۹)۔ اپنی خیانت کو جانتے ہوئے عہدہ قضا چاہنا (۴۲۰)۔ نااہل اور جاہل کو قاضی بنانا (۴۲۱)۔ ظالم کو قاضی بنانا (۴۲۲)۔ حق کو باطل کرنے والے کی مدد کرنا (۴۲۳)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ناراض کرکے لوگوں کا قاضی راضی کرنا (۴۲۴)۔ رشوت لینا چاہے دینے والا حق پر ہو (۴۲۵)۔ باطل کے لیے رشوت لینا

(۴۲۶)۔ رشوت لینے دینے والے کے لیے واسطہ بننا (۴۲۷)۔ عہدۂ قضاء (جج) بنانے کے لیے رشوت لینا (۴۲۸)۔ عہدہ قضاء حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا (۴۲۹)۔ سفارشی بننے کے لیے تحفہ قبول کرنا (۴۳۰)۔ ناحق جھگڑا کرنا یا جہالت کی بنیاد پر جھگڑنا (۴۳۱)۔ حق طلب کرنے لئے جھگڑا کرنا اور اُس میں مدمقابل پر غلبہ حاصل کرنے لئے جھوٹ سے کام لینا (۴۳۲)۔ صرف دشمنی کی بنیاد پر مخالف سے جھگڑا کرکے سختی کرنا (۴۳۳)۔ بلاوجہ جھگڑا کرنا (۴۳۴)۔ مذموم جھگڑا کرنا (۴۳۵)۔ تقسیم کرنے میں ظلم کرنا (۴۳۶)۔ قیمت لگانے میں ظلم کرنا (۴۳۷)۔ جھوٹی گواہی دینا (۴۳۸)۔ جھوٹی گواہی قبول کرنا (جانتے ہوئے بھی) (۴۳۹)۔ بلاعذر گواہی چھپانا (۴۴۰)۔ ایسا جھوٹ جس کی وجہ سے حد یا ضرر (نقصان) ہو (۴۴۱)۔ دل بہلانے کے لیے شرابی یا کسی فاسق کے ساتھ بیٹھنا (۴۴۲)۔ فاسق قاری یا فاسق ظالم کے ساتھ بیٹھنا (۴۴۳)۔ جواُ کھیلنا (۴۴۴)۔ چوسر کھیلنا (۴۴۵)۔ شطرنج کھیلنا، تاش کھیلنا (۴۴۶)۔ آلات لہو ولعب (گانے بجانے کے آلے) بجانا (۴۴۷)۔ گانے بجانے کے آلات سننا (۴۴۸)۔ بانسری بجانا (۴۴۹)۔ بانسری سننا (۴۵۰)۔ طبلہ بجانا (۴۵۱)۔ طبلہ سننا (۴۵۲)۔ لڑکے کے متعلق عشق والے اشعار کہنا (۴۵۳)۔ خاص عورت کے متعلق عشقیہ اشعار کہنا اگرچہ فحش نہ ہوں (۴۵۴)۔ اجنبی یا غیر معین عورت کے لیے عشقیہ اشعار کہنا (۴۵۵)۔ ایسے اشعار ترنم سے پڑھنا (۴۵۶)۔ مسلمانوں کی ہجو اور مذمت والے اشعار پڑھنا اگرچہ سچے ہوں (۴۵۷)۔ فحش کلام والے اشعار پڑھنا (۴۵۸)۔ واضح جھوٹ پر مشتمل اشعار پڑھنا (۴۵۹)۔ ہجو والے اشعار ترنم سے پڑھنا (۴۶۰)۔ عادت سے بھی زیادہ تعریف کرتے ہوئے اشعار میں مبالغہ کرنا (۴۶۱)۔ اشعار کہہ کر (گا کر) دولت کمانا (۴۶۲)۔ صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنا (۴۶۳)۔ کبیرہ گناہوں سے توبہ نہ کرنا (۴۶۴)۔ (مہاجر اور) انصار صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بغض رکھنا (۴۶۵)۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کو گالی دینا (۴۶۶)۔ کسی کی چیز پر ناحق دعویٰ کرنا (۴۶۷)۔ غلام کو خفیہ آزاد کرکے اُس سے خدمت لیتے رہنا۔

(ب) گناہ کبیرہ مومن کو ایمان سے خارج نہیں کرتا:

یہ ایک نا قابل تردید اور مسلمہ حقیقت ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں دلیل وہ مشہور حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی۔ اگر بالفرض مرتکب کبائر اسلام سے خارج ہو جاتا ہو تو لازم آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن کفار کی شفاعت کریں گے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسلمان ارتکاب کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج اور کفر میں داخل نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆☆☆

الاختیار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۷ھ/1216ء

﴿الورقة الثانية: علم الفرائض﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: سوال نمبر 5 لازمی ہے باقی چار میں سے کوئی تین سوال حل کریں۔

سوال نمبر ۱: قال علماء نا رحمهم الله تعالیٰ تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة الأول يبدأ بتكفينه و تجهيزه من غير تبذير ولا تقتير

(۱) عبارت مذکورہ پر اعراب لگائیں اور سلیس اُردو میں ترجمہ کریں؟ ۱۰

(۲) ترکہ کا لغوی و اصطلاحی معنی کرنے کے بعد بتائیں کہ دیت کا مال ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟ نیز بتائیں کہ خط کشیدہ میں عدد کا اعتبار ہوگا یا قیمت کا؟ مثال دیکر واضح کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر 2: (۱) اصحاب فروض کو اصحاب فروض کیوں کہا جاتا ہے؟ 5

(۲) اصحاب فروض کتنے اور کون کون سے ہیں؟ نیز جد فاسد کی تعریف کریں؟ ۱۰

(۳) اولاد ام کے حالات مع امثلہ زینت قرطاس کریں؟ ۱۰

سوال نمبر 3: (۱) حجب کی لغوی و اصطلاحی تعریف سپرد قلم کریں؟ ۱۰

(۲) حجب کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟ نیز بتائیں کہ محجوب کون کون ہوتے ہیں؟ ۱۵

سوال نمبر 4: (۱) ذوی الارحام کی تعریف و توضیح سپرد قلم کریں؟ ۱۰

(۲) مفقود کی تعریف لکھیں نیز مدت مفقود کے بارے میں اختلاف آئمہ نقل کرکے

مفتی بہ قول کی نشاندہی کریں؟ ۱۵

سوال نمبر 5: درج ذیل میں سے پانچ مسائل حل کریں؟

(۱) میـــــــــــت (۲) میـــــــــــت

والد بیٹی بیوی والدہ والدہ

(۳) میـــــــــــت (۴) میـــــــــــت

بیوی والدہ ۲ بہنیں والدہ عینی بھائی خیفی بھائی چچا

(۵) میـــــــــــت (۶) میـــــــــــت

خاوند بیٹی والدہ خاوند ۶ بیٹیاں

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ دوم: علم المیراث﴾

سوال نمبر ۱: قَالَ عُلَمَاءُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی تَتَعَلَّقُ بِتَرْكَةِ الْمَيِّتِ حُقُوْقٌ أَرْبَعَةٌ مُرَتَّبَةٌ ، اَلْأَوَّلُ يُبْدَأُ بِتَكْفِيْنِهٖ وَ تَجْهِيْزِهٖ مِنْ غَيْرِ تَبْذِيْرٍ وَّلَا تَقْتِيْرٍ

(۱) عبارت مذکورہ پر اعراب لگائیں اور سلیس اُردو میں ترجمہ کریں؟

(۲) ترکہ کا لغوی واصطلاحی معنی کرنے کے بعد بتائیں کہ دیت کا مال ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟ نیز بتائیں کہ خط کشیدہ میں عدد کا اعتبار ہوگا یا قیمت کا؟ مثال دیکر واضح کریں؟

جواب: (الف) اعراب وترجمہ:

اعراب اوپر لگادیے گئے ہیں اور ترجمہ عبارت درج ذیل ہے:

ہمارے علماء (فقہاء) رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میت کے ترکہ سے بالترتیب چار حقوق متعلق ہیں۔ پہلا حق یہ ہے کہ اس کے کفن دفن کا آغاز کیا جائے جس میں فضول خرچی اور کنجوسی سے کام نہ لیا جائے۔

(ب) ترکہ کا لغوی واصلاحی معنی:

لفظ "ترکہ" مصدر بمعنی مفعول استعمال ہوتا ہے یعنی میت کی متروکہ دولت ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے: چھوڑا ہوا۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنی ہے: انسان کی وفات کے بعد اس کی مملوکہ دولت جو غیر کے حق سے آزاد ہو۔

دیت کے مال کی حیثیت:

دیت کا مال ترکہ میں شامل ہوتا ہے

خط کشیدہ امور میں عدد اور قیمت کا اعتبار ہونا:

خط کشیدہ امور یعنی کفن دفن میں تعداد اور قیمت دونوں کا اعتبار ہوگا۔ مرد کے لیے کفن تین عدد کپڑے اور عورت کے لیے کفن پانچ عدد کپڑے مسنون ہیں۔ کفن میں قیمت کا اعتبار ہوگا یعنی میت جس نوعیت کا کپڑا اپنی زندگی میں زیب تن کرتی رہی' اسی نوعیت کے کپڑے میں کفن دیا جائے گا۔ کفن میں فضول خرچی اور کنجوسی دونوں سے احتراز کرتے ہوئے میانہ راستہ نکالا جائے گا۔

سوال نمبر 2: (۱) اصحاب فروض کو اصحاب فروض کیوں کہا جاتا ہے؟

(۲) اصحاب فروض کتنے اور کون کون سے ہیں؟ نیز جدفاسد کی تعریف کریں۔

(۳) اولاد ام کے حالات مع امثلہ زینت قرطاس کریں؟

جواب: (الف) اصحاب فروض کی وجہ تسمیہ:

اصحاب، صاحب کی جمع ہے جس طرح کہا جاتا ہے "صاحب دار"۔ اس کا معنی ہے: والا۔ فروض، فرض کی جمع ہے، جس کا معنی ہے: حصہ۔ اصحاب فروض کا معنی ہوا: حصہ والے لوگ۔ چونکہ قرآن کریم میں ان کے حصص مقرر شدہ ہیں، اس لیے ان کو "اصحاب فروض" کہا جاتا ہے۔

(ب) اصحاب فروض کی تعداد:

کل اصحاب فروض بارہ ہیں۔ ان میں سے چار مرد ہیں جو درج ذیل:

(۱) باپ۔ (۲) دادا۔ (۳) اخیافی بھائی۔ (۴) شوہر۔

ان میں سے آٹھ عورتیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) بیوی (۲) بیٹی (۳) پوتی (۴) والدہ (۵) دادی (۶) حقیقی بہنیں (۷) علاتی بہنیں (۸) اخیافی بہنیں۔

(ج) اولاد ام کے احوال:

اولاد ام کی تین حالتیں ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) ایک ہونے کی صورت میں سدس ملے گا۔

(۲) جب دو یا دو سے زائد ہوں تو دو ثلث حصہ ملے گا۔

(۳) بیٹے یا پوتے نیچے تک اور اسی طرح باپ دادا کے ہوتے ہوئے ساقط ہو جائیں گے۔

سوال نمبر 3: (۱) حجب کی لغوی و اصطلاحی تعریف سپرد قلم کریں؟

(۲) حجب کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟ نیز بتائیں کہ محجوب کون کون ہوتے ہیں؟

جواب: (الف) حجب کا لغوی و اصطلاحی معنی:

اس کا لغوی معنی ہے: روکنا۔ اصطلاح میراث میں اس سے مراد ہے: کسی معین وارث کا کسی دوسرے وارث کی وجہ سے کل یا بعض مال وراثت سے محروم ہونا۔

(ب) اقسام حجب:

اقسام حجب دو ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- حجب نقصان: وہ ہے کہ اکثر حصہ سے کم حصہ کی طرف منتقل ہو جانا اور یہ پانچ افراد کے لیے ہوتا ہے: زوجین، ماں، پوتی اور علاتی بہن۔

۲- حجب حرمان: یہ ہے کہ کسی وارث کا کسی دوسرے کی وجہ سے مکمل وراثت سے محروم ہو جانا۔

اس میں دو قسم کے وارث ہوتے ہیں:

ایک فریق ایسا ہے جو کسی حال میں بھی حجب حرمان کے حکم میں نہیں آتے، یہ چھ ہیں:

والد، والدہ، بیٹا، بیٹی، شوہر، بیوی۔

دوسرا فریق وہ لوگ ہیں جو کبھی محجوب ہوتے ہیں اور کبھی وارث بنتے ہیں۔ فریق اوّل کے علاوہ تمام لوگ خواہ عصبات ہوں یا ذوی الارحام سب کے سب اسی فریق میں شامل ہیں۔

سوال نمبر 4: (۱) ذوی الارحام کی تعریف و توضیح سپرد قلم کریں؟

(۲) مفقود کی تعریف لکھیں نیز مدت مفقود کے بارے میں اختلاف آئمہ نقل کر کے مفتیٰ بہ قول کی نشاندہی کریں؟

جواب: (الف) ذوی الارحام کی تعریف:

وہ قریبی رشتہ دار ہیں جو اصحاب فرائض میں داخل نہ ہوں اور نہ ہی عصبات ہوں۔

(ب) مفقود کی تعریف:

فقہ کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ شخص ہے جو گم ہو جائے، اس کا علم نہ ہو اور اس کے زندہ ہونے یا مرنے کا علم نہ ہو۔

مدت مفقود میں اقوال:

مدت مفقود کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

۱- جب اس کے عمر ہم لوگ باقی نہ رہیں تو اس کی موت کا حکم لگا دیا جائے گا۔

۲- اس کی تاریخ پیدائش سے لے کر ایک سو سال مکمل ہونے پر اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا۔

۳- اس کی پیدائش سے لے کر اس کی عمر ایک سو بیس سال ہونے پر اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا۔

۴- اس کی پیدائش سے لے کر اس کی عمر ایک سو پچاس سال ہونے پر اس کی وفات کا حکم لگایا جائے۔

۵- اس کی پیدائش سے لے کر اس کی عمر نناوے سال مکمل ہونے پر وفات کا حکم لگایا جائے گا۔

مؤخر الذکر مدت پر اعتماد کرتے ہوئے اسی فتویٰ جاری کیا گیا ہے۔

سوال نمبر5: درج ذیل میں سے پانچ مسائل حل کریں:

(۱) میت ____ (۲) میت

والد بیٹی — بیوی والد والدہ

(۳) میت ____ (۴) میت

بیوی والدہ ۲ بہنیں — والدہ عینی بھائی خیفی بھائی چچا

(۵) میت ____ (۶) میت

خاوند بیٹی والدہ — خاوند ۶ بیٹیاں

جواب: (۱) میت

والد	بیٹی
عصبہ	1/3

(۲) میت

بیوی	والد	والدہ
¼	عصبہ	ثلث باقی بہ

(۳) میت

بیوی	والدہ	۲ بہنیں
¼	1/6	2/3

(۴) میت

والدہ	عینی بھائی	اخیافی بھائی	چچا
1/6	عصبہ	ساقط	ساقط

(۵) میت

خاوند	بیٹی	والدہ
¼	½	1/6

(۶) میت

خاوند	۶ بیٹیاں
¼	2/3

☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۷ھ/2016ء

﴿الورقة الثالثة: فقه و اصول فقه﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات **مجموع الأرقام:۱۰۰**

نوٹ: دونوں قسموں سے کوئی دو، دو سوال حل کریں۔

القسم الاوّل......فقه

سوال نمبر 1: الشفعة واجبة فی العقار وان كان ممالا يقسم ۔

(۱) عبارت کی تشریح وتوضیح سپرد قلم کریں؟ ۵

(۲) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف آئمہ مع الدلائل قلمبند کریں؟ ۱۰

(۳) مسلم وذمی، مرد وعورت، چھوٹا وبڑا اور باغی و عادل حق شفعہ میں برابر ہیں یا نہیں؟ وجہ ضرور تحریر کریں؟ ۱۰

سوال نمبر2: ولا يوكل من حيوان الماء الا السمك

(۱) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف آئمہ مع الدلائل تحریر کریں؟ ۱۳

(۲) ویکرہ اکل الطافی منه مذکورہ مچھلی کی حلت وحرمت کے بارے میں آئمہ کرام کیا فرماتے ہیں؟ واضح کریں؟ ۱۲

سوال نمبر 3: الوصية غير واجبة وهی مستحبة والقياس يا بی جوازها ۔

(۱) مذکورہ عبارت میں خط کشیدہ قید کا فائدہ تحریر کریں؟ نیز بتائیں کہ قیاس جواز وصیت کا انکار کیوں کرتا ہے؟ ۱۲

(۲) قاتل کے لئے وصیت کے جائز ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اختلاف آئمہ مع

الدلائل تحریر کریں؟ ۱۳

القسم الثانی......اصول فقه

سوال نمبر 4: الأصل ما يبتنی عليه غيره فالابتناء شامل للابتناء الحسی وهو ظاهر

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟ ۵

(۲) اصل کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں؟ نیز محصول میں مذکور تعریف کی نشاندہی کریں؟ ۱۰

(۳) ابتناء حسی اور ابتناء عقلی کی تعریف کرنے کے بعد بیان کریں کہ اصل کی تعریف میں ان میں سے کون سا ابتناء مراد لیا ہے؟ ۱۰

سوال نمبر5: ولا شك أن تعريف الأصل تعريف اسمی

(۱) ترجمہ کرنے کے بعد واضح کریں کہ مصنف کیا بیان فرما رہے ہیں؟ ۱۰

(۲) علت فاعلیہ، علت غائیہ، علت صوریہ کی تعریف کر کے مصنف نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ فقہ کی جو تعریف ذکر کی ہے وہ تحریر کریں؟ ۱۵

سوال نمبر 6: فالثلثة الأول اصول مطلقة لأن كل واحد منها مثبت للحكم وأما القياس فهو اصل من وجه

(۱) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں؟ نیز قیاس کے من وجہ اصل ہونے کی وجہ سپرد قلم کریں؟ (۱۰)

(۲) کتاب وسنت اور اجماع سے مستنبط قیاس کی مثالیں تحریر کریں؟ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ سوم: فقہ واصول فقہ﴾

قسم اوّل: فقہ

سوال نمبر 1: الشفعة واجبة في العقار وان كان ممالا يقسم .

(ا) عبارت کی تشریح وتوضیح سپرد قلم کریں؟

(۲) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف آئمہ مع الدلائل قلمبند کریں؟

(۳) مسلم وذمی، مرد وعورت، چھوٹا وبڑا اور باغی و عادل حق شفعہ میں برابر ہیں یا نہیں؟ وجہ ضرور تحریر کریں؟

جواب: (الف) عبارت کی تشریح وتوضیح:

عبارت میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ حق شفعہ ایسی جائیداد میں جائز ہے جو غیر منقول ہو خواہ وہ تقسیم ہو سکتی ہو یا تقسیم نہ ہو سکتی۔ اس سلسلہ میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: الشفعة في كل شيء عقار او ربع ۔ شفعہ کے جائز ہونے کی وجہ پڑوسی کا فائدہ ہے۔ چونکہ شفعہ کے لیے جائیداد غیر منقولہ ہونا شرط ہے، اس لیے دکان، مکان اور پلاٹ میں حق شفعہ جائز ہے مگر کشتیوں، بسوں اور سامان وغیرہ میں جائز نہیں ہے۔

(ب) مسئلہ شفعہ کے جواز وعدم جواز میں مذاہب آئمہ:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ شفعہ ہر اس چیز میں جائز ہے جو غیر منقولہ ہو، خواہ وہ قابل تقسیم ہو یا نہ ہو۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جواز شفعہ کے لیے چیز کا قابل تقسیم ہونا شرط ہے۔ نا قابل تقسیم چیز خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ میں شفعہ جائز نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ شفعہ کا مقصد تقسیم کی مشقت کو ختم کرنا ہے، لہٰذا

اس کے لیے چیز کا قابل تقسیم ہونا شرط ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل ہمسائیہ کے ضرر کو دور کرنا ہے، لہٰذا یہ مقصد نا قابل تقسیم میں بھی پورا ہو سکتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل زیادہ قوی ہے، کیونکہ یہ عند الناس زیادہ نافع ومفید اور مقبول ہے۔ اس طرح آپ کا موقف بے غبار اور حقیقت کے قریب ترین ہے۔

(ج) مسلم وذمی، مرد وعورت، صغیر وکبیر اور باغی وعادل کے حق شفعہ کا شرعی حکم:

جواب: حکم شرعی یکساں ہونا:

ان تمام کا حکم حق شفعہ شرعی اعتبار سے یکساں ہے، کیونکہ حق شفعہ کا بنیادی مقصد دفع ضرر ہے اور یہ تمام لوگ اس کے مستحق ہیں کہ ان کا ضرر دور کیا جائے۔ تاہم علامہ ابن لیلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذمی اور بچے کے لیے شفعہ نہیں ہے، کیونکہ ذمی کافر ہے جس پر اسلامی احکام نافذ نہیں ہو سکتے جبکہ بچہ غیر مکلف ہے جو ضرر وافادہ سے مستثنیٰ ہے۔

سوال نمبر 2: ولا يؤكل من حيوان الماء الا السمك .

(ا) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف آئمہ مع الدلائل تحریر کریں؟

(۲) ویکرہ اکل الطافی منہ مذکورہ مچھلی کی حلت وحرمت کے بارے میں آئمہ کرام کیا فرماتے ہیں؟ واضح کریں؟

جواب: (الف) مذکورہ مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

اس مسئلہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ دریائی تمام جانور حرام ہیں سوائے مچھلی کے۔ تاہم وہ مچھلی جو مر کر پانی پر تیر جائے اور الٹی ہو جسے طافی کہتے ہیں، بھی حرام ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(ا) ارشاد خداوندی ہے: ويحرم عليهم الخبائث ، یعنی مسلمانوں پر خبیث اشیاء حرام قرار دی گئی ہیں۔

(۲) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: **احلت لنا میتتان ودمان، المیتتان الحوت والجراد والدمان الکبد و الطحال ۔**

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تمام دریائی جانور حلال ہیں سوائے مگرمچھ، مینڈک، کتا، خنزیر اور بحری انسان کے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تمام دریائی جانور حلال ہیں سوائے مینڈک کے۔ ان دونوں کے دلائل یہ ہیں: (۱) **والحل میتتہ** ۔ یعنی پانی (دریائی) کا مردار حلال ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں اماموں کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

۱- اس میں اضافت عہدی ہے اور اس سے مراد صرف مچھلی ہے اور استغراق مچھلی کی انواع کی جملہ انواع کی وجہ سے ہے۔ اس پر قرینہ یہ روایت ہے: **احلت لنا میتتان**۔

۲- یہاں حل بمعنی طاہر ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ جانور پاک ہیں کیونکہ دریا کا پانی پلید نہیں ہوتا۔ یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ یہ جانور حلال ہیں اور ان کا کھانا جائز ہے۔

سوال نمبر 3: الوصیۃ غیر واجبۃ وھی مستحبۃ والقیاس یابی جوازھا ۔

(۱) مذکورہ عبارت میں خط کشیدہ قید کا فائدہ تحریر کریں؟ نیز بتائیں کہ قیاس جواز وصیت کا انکار کیوں کرتا ہے؟

(۲) قاتل کے لئے وصیت کے جائز ہونے یا نہ ہونے کے بار میں اختلاف آئمہ مع الدلائل تحریر کریں؟

جواب: (الف) غیر واجبۃ کی قید کا فائدہ:

مذکورہ بالا عبارت میں خط کشیدہ الفاظ (غیر واجبۃ) کی قید لگا کر مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وصیت واجب و ضروری نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ تاہم قیاس اسے جائز نہیں رکھتا، اس لیے کہ وصیت ایسی تملیک ہے جو موصی کی ملکیت کے زوال حال

کی طرف مضاف ہوتی ہے۔ اگر اسے ملکیت کے قیام کے حال کی طرف مضاف کردیا جائے تو قول باطل قرار پائے گا۔ مثلاً مَلَّکْتُکَ غَدًا ۔ یہی بات مناسب ہے لیکن لوگوں کی ضرورت و آسانی کے پیش نظر ہم اسے جائز کے درجہ میں رکھتے ہیں۔

(ب) قاتل کے بارے وصیت میں مذاہب آئمہ:

کیا قاتل کے حق میں وصیت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ قاتل کے حق میں وصیت کرنا باطل و ممنوع ہے۔ آپ نے اس بارے میں مشہور حدیث سے استدلال کیا ہے: **لا وصیۃ للقاتل**۔ یعنی قاتل کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاتل کے حق میں وصیت کرنا جائز ہے۔ تاہم اگر قاتل رشتہ دار ہو تو اس کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

قسم الثانی اصول فقہ

سوال نمبر 4: اَلْاَصْلُ مَا یَبْتَنِیْ عَلَیْهِ غَیْرُهٗ فَالْاِبْتِنَاءُ شَامِلٌ لِلْاِبْتِنَاءِ الْحِسِّیِّ وَهُوَ ظَاهِرٌ

(۱) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(۲) اصل کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں؟ نیز محصول میں مذکور تعریف کی نشاندہی کریں؟

(۳) ابتناء حسی اور ابتناء عقلی کی تعریف کرنے کے بعد بیان کریں کہ اصل کی تعریف میں ان میں سے کون سا ابتناء مراد لیا ہے؟

جواب: (الف) اعراب و ترجمہ عبارت:

اعراب اوپر لگا دیئے ہیں اور ترجمہ عبارت درج ذیل ہیں:

اصل وہ ہے جس پر کسی چیز کی بنا رکھی جائے۔ پس یہ بنیاد، بناء حسی کو بھی شامل ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

(ب) اصل کا لغوی و اصطلاحی معنی:

لفظ ''اصل'' کا لغوی معنی ہے: وہ چیز جس پر کسی دوسری چیز کی اس حیثیت سے بنیاد رکھی جائے کہ وہ اصل ہے۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے: راجح، دلیل، قاعدہ کلیہ۔

(ج) ابتناء حسی اور ابتناء عقلی کی تعریفات:

ابتناء کی دو اقسام ہیں، جنکی تفصیل و تعریفات درج ذیل ہیں:

۱- ابتناء حسی: ظاہر میں ایک چیز کی بنیاد دوسری چیز پر رکھی گئی ہو مثلاً دیواروں پر چھت کی ابتناء یا اساس پر دیواروں کی ابتناء یا درخت کی شاخوں کی تنے پر ابتناء۔

۲- ابتناء عقلی: دائرہ عقل میں ایک چیز دوسری چیز کے لیے بنیاد ثابت ہو رہی ہو مثلاً حکم کی ابتناء دلیل پر ہو۔

ابتناء مقصود: یہاں دونوں اقسام میں سے ابتناء عقلی مراد ہے۔

سوال نمبر 5: ولا شك أن تعريف الأصل تعريف اسمي

(۱) ترجمہ کرنے کے بعد واضح کریں کہ مصنف کیا بیان فرما رہے ہیں؟

(۲) علت فاعلیہ، علت غائیہ، علت صوریہ کی تعریف کرکے مصنف نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ فقہ کی جو تعریف ذکر کی ہے وہ تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ اور غرض مصنف:

ترجمہ: اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اصل تعریف، تعریف اسمی ہے۔

غرض مصنف: یہاں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اصل کی تقسیم کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

۱- تعریف حقیقی: ماہیت حقیقیہ کو بیان کرنا

۲- تعریف اسمی: ماہیت اعتباریہ کی تعریف کرنا

(ب) اصطلاحات کی تعریفات:

۱- علت فاعلیہ: وہ چیز ہے جو شئی سے خارج ہو مگر شئی کا وجود اس سے ہو مثلاً معمار،

مکان کے لیے۔

۲- علت غائیہ: وہ چیز ہے جو شئی سے خارج ہو جبکہ شئی کے وجود کا سبب ہو مثلاً مکان میں رہائش اختیار کرنا۔

۳- علت صوریہ: وہ شئی ہے جو چیز سے خارج ہو شئی کا وجود اس سے نہ ہو اور نہ اس کی وجہ سے شئی تیار ہوئی ہو مثلاً معمار کے اوزار۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعریف فقہ:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق فقہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

الفقه معرفة النفس مالها وما عليها۔ یعنی آدمی کا مفید وغیر مفید امور کی پہچان حاصل کرنا۔

اس تعریف میں ''نفس'' سے مراد عبد یا نفس انسان ہے۔

سوال نمبر 6: فالثلثة الأول اصول مطلقة لأن كل واحد منها مثبت للحكم وأما القياس فهو اصل من وجه

(۱) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں؟ نیز قیاس کے من وجہ اصل ہونے کی وجہ سپرد قلم کریں؟

(۲) کتاب وسنت اور اجماع سے مستنبط قیاس کی مثالیں تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

پس پہلی تینوں اقسام مطلق اصول ہیں، کیونکہ ان میں ہر ایک مثبت للحکم ہے۔ قیاس میں وجہ اصل ہے۔

قیاس کے وجہ اصل ہونے کی وجہ:

تین دلیلیں یعنی کتاب وسنت اور اجماع مطلقاً اصول ہیں، کیونکہ ان میں سے ہر ایک مثبت للحکم ہے مگر قیاس اصل ہے من وجہ۔ اس لیے کہ اس پر حکم مرتب و مؤثر ہوتا ہے لیکن دوسروں کی نسبت فرع ہے۔ تاہم چاروں دلیلیں اصول فقہ ہیں، کیونکہ ان پر صادق آتا

ہے: مایبتنی علیہ الفقہ ۔ قیاس کی علت باقی دلیلوں سے مستنبط ہوتی ہے، اس لیے حکم قیاس کے ذریعے جو چیز ثابت ہوگی وہ باقی ادلہ کے ذریعے ثابت ہوگی۔ قیاس کو باقی ادلہ کی فرع کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ باقی ادلہ مثبت للحکم ہیں جبکہ قیاس مظہر للحکم ہے۔

(ب) کتاب، سنت اور اجماع سے مستنبط قیاس کی مثالیں:

ادلہ ثلاثہ سے مستنبط قیاس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

۱- کتاب اللہ سے مستنبط قیاس کی مثال: ارشاد خداوندی ہے: قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ ۔ حالت حیض میں وطی پر قیاس کرتے ہوئے حرمت لواطت بھی ثابت کی گئی کیونکہ علت ''اَذًى'' ہے۔

۲- سنت سے مستنبط ہونے والے قیاس کی مثال: ارشاد نبوی ہے: الحنطة بالحنطة مثلاً بمثل يدا بيد والفضل ربو ۔ میں گندم کی بیع گندم سے زیادتی کے ساتھ منع ہونے پر قیاس کرتے ہوئے چونہ کی بیع چونہ سے زیادتی کے ساتھ بھی ربوا ہے۔

۳- اجماع سے مستنبط ہونے والے قیاس کی مثال: مزنیہ کی ماں سے نکاح کی حرمت کو قیاس کیا گیا ہے لونڈی کی ماں سے نکاح کی حرمت پر جو اجماع امت سے ثابت ہے، اس میں نص وارد نہیں ہے۔ تاہم ازواج کی امہات سے نکاح کرنے کی حرمت نص سے ثابت ہے، اس میں زوجہ سے وطی کرنے یا نہ کرنے کی کوئی شرط نہیں لگائی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۷ھ/2016ء

﴿الورقة الرابعة: اصول حدیث واصول تحقیق﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات — **مجموع الأرقام: ۱۰۰**

نوٹ: دونوں قسموں سے کوئی دو، دو سوال حل کریں

القسم الاوّل ...... اصول حدیث

سوال نمبر 1: (۱) خبر کا لغوی واصطلاحی معنی تحریر کریں؟ ۱۰

(۲) خبر، حدیث کے مرادف ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اقوال مختلفہ ذکر کرنے کے بعد بتائیں کہ ان میں نسبت کون سی ہے؟ ۱۵

سوال نمبر 2: (۱) متابع کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں؟ ۱۰

(۲) متابع کی اقسام مع تعریفات وامثلہ سپرد قلم کریں؟ ۱۵

سوال نمبر 3: (۱) مدرج الاسناد کی تعریف زینت قرطاس کریں۔ ۵

(۲) مدرج الاسناد کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟ تفصیلاً وضاحت کریں؟ (۱۰)

(۳) موقوف ومقطوع کی وضاحت کریں؟ نیز انکا اگر کوئی اور نام ہو تو ضرور تحریر کریں؟ (۱۰)

القسم الثانی ...... اصول تحقیق

سوال نمبر 4: (۱) اچھے موضوع کی شرائط کتنی اور کون کون سی ہیں؟ ان میں سے کسی دو کی وضاحت کریں؟ ۱۵

(۲) نامناسب موضوعات میں سے کسی دو کی نشاندہی کر کے ان کی تشریح سپرد قلم

کریں؟ (۱۰)

سوال نمبر5: (ا) صفحہ عنوان (Title Page) پر کون کون سی معلومات ذکر کی جاتی ہے؟ تفصیلاً تحریر کریں؟ ۱۵

(۲) خاکۂ تحقیق کے مقدمہ میں محقق اپنے موضوع اور عنوان کے حوالے سے کن اہم امور کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے؟ ان امور کے صرف نام قلمبند کریں؟ ۱۰

سوال نمبر6: (ا) عربی واسلامی تحقیق کے جدید ذرائع میں سے کسی دس کے نام اور ان میں دو کی وضاحت سپردقلم کریں؟ ۱۵

(۲) تعدد مصادر کی صورت میں سب سے پہلے کسے ترجیح دی جائے گی؟ نیز بتائیں کہ اگر کسی خبر (Information) کے بارے میں قدیم مصادر کا اختلاف ہو تو محقق کو کیا کرنا چاہئے؟ ۱۰

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ چہارم: اصول حدیث واصول تحقیق﴾

قسم اوّل: اصول حدیث

سوال نمبر1: (ا) خبر کا لغوی واصطلاحی معنی تحریر کریں؟

(۲) خبر، حدیث کے مرادف ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اقوال مختلفہ ذکر کرنے کے بعد بتائیں کہ ان میں نسبت کون سی ہے؟

جواب: (الف) خبر کا لغوی واصطلاحی معنی:

لفظ "خبر" کا لغوی معنی ہے: اطلاع، کوئی بات پہنچانا۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے: وہ قول یا فعل یا تقریر جو غیر نبی سے منقول ہو۔

(ب) خبر اور حدیث کے درمیان امتیاز وفرق:

ا- خبر: اس بارے میں فقہاء کے تین اقوال ہیں:

(i) یہ حدیث کے مرادف ہے یعنی دونوں کا اصطلاحی معنی ایک ہے۔

(ii) یہ حدیث کے مغائر ہے یعنی حدیث وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو آپ کے غیر سے منقول ہو۔

(iii) خبر، حدیث سے عام ہے یعنی حدیث وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا آپ کے غیر سے منقول ہو۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کا نام ہے۔

خبر اور حدیث میں نسبت:

حدیث اور خبر کے درمیان عام خاص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر حدیث خبر ہے لیکن ہر خبر حدیث نہیں ہے۔

سوال نمبر2: (ا) متابع کالغوی واصطلاحی معنی بیان کریں؟

(۲) متابع کی اقسام مع تعریفات وامثلہ سپردقلم کریں؟

جواب: (الف) متابع کالغوی واصطلاحی معنی:

متابع: لغوی اعتبار سے یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے، جس کا معنی ہے: موافق، مطابق۔
اصطلاحی طور پر اس سے مراد وہ حدیث ہے جس میں دوسرا راوی اس راوی کے ساتھ موافقت ومشارکت کرے۔

اس کی دواقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- متابع تامہ: جب راوی کی مشارکت کا آغاز سند سے ہو مثلاً امام بخاری روایت کرتے ہیں: عن عبداللہ بن مسلمۃ القعنبی عن مالک، پھراپنی سند سے روایت کرتے ہیں جس میں ہے: فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین۔

۲- متابع قاصرہ: جب راوی کی شارکت درمیان سند سے ہو مثلاً ابن خزیمہ نے عاصم بن محمد کے طریق سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: عاصم بن محمد عن ابیہ محمد بن زید عن جدہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم فکملو الثلاثین۔

سوال نمبر3: (ا) مدرج الاسناد کی تعریف زینت قرطاس کریں؟

(۲) مدرج الاسناد کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟ تفصیلاً وضاحت کریں؟

(۳) موقوف ومقطوع کی وضاحت کریں؟ نیز ان کا اگر کوئی اور نام ہو تو ضرور تحریر کریں؟

جواب: (الف) مدرج الاسناد کی تعریف:

وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند میں راوی اپنی طرف سے مزید راویوں کو داخل کردے۔

(ب) مدرج الاسناد کی اقسام:

مدرج الاسناد کی دواقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- وہ حدیث ہے جس کی سند کے سیاق کو تبدیل کیا گیا ہو۔

۲- راوی سلسلہ سند چلاتا رہا، پھر رکاوٹ پیدا ہوئی تو اس نے اپنی جانب سے کلام میں اضافہ کردیا جبکہ سامعین اسے متن ہی تصور کرتے رہے اور انہوں نے اسے دوسروں کو اسی طرح روایت کردیا۔

(ج) اصطلاحات کی تعریفات:

۱- موقوف: لغوی لحاظ سے یہ وَقَفَ ثلاثی مجرد مثال واوی سے واحد مذکر اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ اس سے مراد ہے کہ راوی حدیث کو صحابی پر ٹھہرادیتا ہے اور باقی سلسلہ سند کو ساقط کردیتا ہے۔

اصطلاحی طور پر اس سے مراد ہے: وہ قول، فعل یا سکوت جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف کی گئی ہو۔

دونوں مفاہیم کو ملانے سے وضاحتی تعریف یوں ہے: وہ چیز جو ایک صحابی یا متعدد صحابہ کی جماعت کی طرف منسوب یا مضاف ہو خواہ ان کی طرف منسوب چیز قول یا فعل یا سکوت ہو، برابر ہے کہ متصل ہو یا منقطع ہو۔

یادرہے فقہاء خراسان کی اصطلاح میں موقوف کو اثر بھی کہا جاتا ہے۔

۲- مقطوع: لغوی اعتبار سے قَطَعَ ثلاثی مجرد صحیح سے صیغہ واحد مذکر اسم مفعول ہے، جو معنوی اعتبار سے وصل کی ضد ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے اس سے مراد وہ قول یا فعل ہے جو تابعی یا اس سے نیچے والے طبقہ کی طرف منسوب ہو۔

دونوں مفاہیم کو ملانے سے مقطوع کی جامع تعریف یوں ہوگی: وہ قول یا فعل جس کی نسبت سند تابعی یا تبع تابعی یا کسی نچلے طبقے کے راوی کی طرف کی گئی ہو۔ بعض محدثین کے نزدیک مقطوع اور منقطع دونوں مترادف ہیں۔

فائدہ: مقطوع اور منقطع دونوں مترادف نہیں ہوسکتے، کیوں کہ مقطوع سند کی صفت ہے جبکہ منقطع متن کی صفت ہے۔

(قسم ثانی: اصول تحقیق)

سوال نمبر 4: (ا) اچھے موضوع کی شرائط کتنی اور کون کون سی ہیں؟ ان میں سے کسی دو کی وضاحت کریں؟

(۲) نامناسب موضوعات میں سے کسی دو کی نشاندہی کر کے ان کی تشریح سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) اچھے موضوع کی شرائط:

جب ہم موضوع تحقیق کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہر موضوع مقصودہ علمی تحقیق کے قابل ہوتا ہے، بلکہ ایک اچھے موضوع کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

۱- جدت وتخلیق (Innovation & Creativity)

موضوع کی جدت حسن انتخاب کی اولین شرط ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس موضوع پر پہلے نہ لکھا گیا ہو، نہ اس کی رجسٹریشن ہوئی ہو، اور نہ اس پر پہلے کسی نے تحقیق کی ہو۔ اگر پہلے سے تحقیق شدہ موضوع کو منتخب کیا گیا تو علمی اور ادبی سرقہ وخیانت کا اقدام ہوگا۔

۲- دلچسپی ورغبت (Interest)

موضوع میں دلچسپی اور رغبت بھی شرط ہے اور اسی پر تحقیق کی کامیابی کا دارومدار ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایسا موضوع انتخاب کیا جائے جس میں محقق کی ذاتی ورغبت ہو، کیونکہ اسی ذاتی شوق کی وجہ سے محقق ایک سنجیدہ، تخلیقی اور مفید تحقیق کرتا ہے۔ اس کی علمی شخصیت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے اور وہ اپنی تحقیق کو زیادہ محنت اور سرگرمی اور کامیابی سے مکمل کر لیتا ہے۔

مشہور محقق ڈاکٹر احمد شلبی کہتے ہیں کہ محقق کو مقالے کا موضوع منتخب کرنے سے پہلے اپنے آپ سے مندرجہ ذیل سوالات کرنے چاہیں: (۱۵)

۱- کیا میں اپنے موضوع کو پسند کرتا ہوں؟ کیا اس میں میری رغبت ہے؟ کیا یہ میرے لیے اس قدر دلچسپ ہے کہ میں اس پر محنت کر سکوں؟

۲- کیا مجھ میں اس عمل تحقیق کو سرانجام دینے کی صلاحیت وطاقت ہے؟

۳- کیا اس موضوع پر تحقیقی مقالہ تیار کرنا ممکن بھی ہے؟

۴- کیا یہ موضوع اس قابل ہے کہ اس پر ذہنی وجسمانی اور مالی محنت صرف کی جائے؟

۵- کیا اس موضوع کا پوری طرح استیعاب ممکن ہے؟ کیا اس موضوع پر مواد کی وافر فراہمی ممکن ہے؟

اس طرح کے دیگر سوالات تحقیق میں طالب علم کی رغبت ودلچسپی اور مقالہ نگاری کی صلاحیت کا جائزہ لینے کے لیے معاون ہوتے ہیں۔

۳- جامعیت اور وضاحت:

ضروری ہے کہ موضوع اپنے معنی کے اعتبار سے بالکل واضح اور اپنے مقصد ومراد پر دلالت کرنے والا ہو۔ اس میں افکار کی گہرائی پائی جائے۔ اسلوب وتعبیر اتنی پختہ، پائیدار، سلیس، واضح اور دلکش ہو کہ کسی قسم کا غموض، التباس اور پیچیدگی نہ پائی جائے۔

۴- لفظی تحدید:

عنوان تحقیق نہ اتنا لمبا ہو کہ بیزار کردے اور نہ اتنا مختصر ہو کہ مفہوم واضح نہ ہو سکے۔ موضوع کو عنوان کی شکل دیتے ہوئے الفاظ کی تحدید اور کلمات کی جامعیت وقلت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ یہ عنوان اس صفت کا حامل ہونا چاہیے: "خیر الکلام ماقل ودل" "بہترین کلام وہ ہے جو کم الفاظ پر مشتمل ہو اور زیادہ معانی سمجھا دینے والا ہو"۔

۵- مصادر ومراجع کی دستیابی:

انتخاب موضوع سے پہلے اس موضوع کے مصادر (Sources) کی دستیابی کا یقین کر لینا چاہیے۔ محقق کو ایسے موضع منتخب کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے جن کے مصادر ومراجع نادر الوجود اور کم یاب ہوں، تاکہ اس کا وقت اور محنت ضائع نہ ہوں۔ بعض اوقات مصادر ومراجع کی قلت اور عدم فراہمی کے باعث موضوع بدلنا پڑتا ہے، اور اس وجہ سے محقق کی بہت سی محنت اور وقت ضائع ہو جاتا ہے۔

۶-مدت تحقیق کا لحاظ:

موضوع منتخب کرتے وقت اس بات کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ مقالہ کی تیاری اور جمع کروانے کی مقررہ مدت کے اندر اس موضوع پر لکھنا اور تحقیق کرنا ممکن ہو۔ ایسا موضوع منتخب کرنا معقول نہیں ہوگا کہ جس کے بارے میں معلومات جمع کرنے میں ایک سال لگ جائے اور تحریر و تکمیل کے لیے دوسرا سال بھی درکار ہو جبکہ محقق کو اپنی تحقیق کے لیے صرف ایک سمسٹر یعنی چار ماہ کا عرصہ ملے۔

۷-اخراجات:

بعض تحقیقات اپنے موضوع کے اعتبار سے تو انتہائی پرکشش اور جاذب ہوتی ہیں لیکن ان کی تکمیل کے لیے اتنا زیادہ سرمایہ درکار ہوتا ہے کہ ہر شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ لہٰذا موضوع کا انتخاب کرنے سے پہلے اس پر خرچ آنے والی لاگت کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

۸-معاشرتی مقبولیت:

انتخاب موضوع کے لیے ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ اسے معاشرتی مقبولیت بھی حاصل ہو۔ اس لئے کہ بہت سے موضوعات ایسے ہوتے ہیں کہ طالب علم ان پر تحقیق کرنا چاہتا ہے لیکن معاشرہ اس کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا ایسے موضوعات انتخاب کرنے اور ان پر تحقیق کرنے سے طالب علم کو دریغ کرنا چاہیے' کیونکہ جب وہ اپنے معاشرے کو چیلنج کرے گا تو اسے بہت شدید حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کسی معاشرے میں ممنوع قرار دی جانے والی یا مقدس سمجھی جانے والی چیزوں کو موضوع تحقیق بناتے وقت شدت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۹-مقالے کی طوالت:

موضوع کے انتخاب کے لیے یہ شرط ہے کہ جب وہ کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے بعد کتابی شکل میں سامنے آئے تو اس کا حجم اور طوالت درجہ علمی کے مطابق معقول ہو' کیونکہ ہر درجہ علمی یعنی ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی اور اسائنمنٹس (Assignments) کے

لیے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ صفحات کی حد مقرر ہے۔ موضوع مقالہ نہ تو اس قدر مختصر مواد والا ہو کہ اس پر صرف چند صفحات لکھے جاسکیں اور نہ ہی اتنی طویل معلومات والا ہو کہ اس پر ہزاروں صفحات لکھ دیئے جائیں اور وہ سمٹنے میں نہ آئے۔ ٹرم پیپر ہو یا ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی کا مقالہ ہر ایک کے موضوع کا انتخاب اس کی طوالت اور اختصار کو دیکھ کر کیا جانا چاہیے۔

۱۰-موضوع کی معرفت:

ایسا موضوع کبھی انتخاب نہ کریں جس کے بارے میں آپ کچھ جانتے ہی نہ ہوں یا بہت تھوڑا جانتے ہوں۔ اگر آپ صرف تاریخ ادب میں مہارت رکھتے ہیں تو بلاغت کو اپنا موضوع تحقیق نہ بنائیں۔ اگر آپ صرف فقہ وتفسیر میں مطالعہ رکھتے ہیں تو علوم عقلیہ کو اپنا موضوع تحقیق نہ بنائیں۔

(ب) نامناسب موضوعات:

محقق کو مندرجہ ذیل موضوعات انتخاب کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۱-سوانح عمری:

کسی شخص کی سیرت وسوانح کو موضوع تحقیق بنانے سے گریز کرنا چاہیے' کیونکہ یہ اصلی اور تخلیقی تحقیق نہ ہوگی، بلکہ ایک یا ایک سے زیادہ مصادر سے محض نقل کا ایک مجموعہ کہلائے گی۔ البتہ ایک شخص کی سیرت کا دوسرے شخص کی سیرت کے ساتھ موازنہ وتقابل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کسی شخصیت کے انسانی، سیاسی یا ادبی پہلو کو موضوع تحقیق بنایا جاسکتا ہے یا کسی فرد کی شخصیت کے کسی ایک زاویے، معاشرے پر اس کے اثرات یا اس کے علمی کارناموں میں کسی ایک کارنامے یا اس کی تالیفات میں سے کسی ایک کو موضوع تحقیق بنایا جاسکتا ہے۔ سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ آپ کی تحقیق میں کوئی منفرد اور نئی چیز سامنے آئے۔

۲-انتہائی نئے موضوعات:

محقق کو ایسے موضوعات کا انتخاب نہیں کرنا چاہیے جو بہت جدید ہوں یا جن کے

بارے میں زیادہ معلومات میسر نہ ہوں یا جن کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہو۔ آپ ایسے موضوع کے بارے میں کیا مقالہ لکھ سکتے ہیں جس کے ماہرین بھی ابھی اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ " اکتب فیما تعرف و ابتعد عما لا تعرف " لکھو جس کے بارے میں جانتے ہو، دور رہو جس کے بارے میں نہیں جانتے ہو"۔

۳-انتہائی فنی موضوعات:

اگر آپ نے یونیورسٹی سے ادب، تعلیم یا معاشرتی علوم (Social Science) میں ایم اے کیا ہے، تو آپ 'جسم کی قوت مدافعت'، 'مریخ پر زندگی کے امکانات'، 'الیکٹرونک کمپیوٹرز کی جدید ڈیزائننگ' جیسے دیگر سائنسی اور تکنیکی موضوعات کے بارے میں کیسے لکھ سکتے ہیں۔ ہزاروں موضوعات ایسے ہیں جن کے بارے میں تحقیق کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی، کیونکہ وہ اس کی استعداد سے بالاتر اور اس کے تخصص سے خارج ہوتے ہیں۔

۴-جذباتی موضوعات:

کئی ایسے موضوعات ہیں جن کے بارے میں ہم انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ لکھ نہیں پاتے' کیونکہ ہماری ان سے جذباتی وابستگی ہوتی ہے۔ اگر کوئی محقق ان موضوعات پر لکھنے اور تحقیق کرنے پر مجبور ہو جائے تو پھر اسے اپنے جذباتی پہلو پر مکمل کنٹرول کرنا ہوگا اور انتہائی ممکنہ حد تک انصاف اور عقلی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے تحقیق کرنا ہوگی، کیونکہ کسی بھی علمی تحقیق کے لیے غیر جانبداری اور انصاف پسندی بنیادی شرط ہے۔

۵-تلخیص:

ایسے موضوع کے انتخاب سے اجتناب کیجئے جو دوسروں کی تحریروں کا خلاصہ معلوم ہو۔ ایک تحقیق کا کئی مصادر و مراجع سے اخذ شدہ مکمل و مدلل مطالعے پر مشتمل ہونا ضروری ہے' جبکہ خلاصہ نویسی میں کوئی تحقیق نہیں ہوتی بلکہ ایک محقق طالب علم کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ وہ براہ راست تلخیص نویسی کو مقالے کا موضوع بنائے، کیونکہ ٹرم پیپر میں بھی

آپ کے مصادر و مراجع کی تعداد دس سے بیس کے درمیان ہونی چاہیے جبکہ خلاصہ نویسی کے مصادر و مراجع نہیں ہوتے۔

۶-تکرار:

ایسے موضوع کا انتخاب کرنے سے اجتناب کریں جس پر بار بار اور کئی بار تحقیق کی جا چکی ہو، کیونکہ آپ کے لیے کسی نئی چیز کا اضافہ مشکل ہوگا اور تکرار، اصلیت (Originality) کی صفت کو ختم کر دیتا ہے، جبکہ یہ صفت کسی بھی مقالے کی بنیادی شرط ہوتی ہے۔

۷-انتہائی وسیع موضوع:

تحقیق کے لیے کسی انتہائی وسیع موضوع کے انتخاب سے اجتناب کریں، کیونکہ آپ ایک محدود و مقرر مدت کے دوران اس کا پوری طرح ادراک، احاطہ اور استیعاب نہیں کر سکتے۔ نیز آپ موضوع کی وسعت کی وجہ سے سرسری و سطحی مطالعہ کی بنا پر کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں کر پاتے۔ وسیع موضوع انتہائی زیادہ محنت کا تقاضا کرتا ہے، جبکہ اس کا کوئی تحقیقی و تخلیقی فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ اس طرح محنت زیادہ درکار ہوتی ہے اور اس کے ثمرات بہت کم۔

۸-انتہائی محدود موضوع:

انتہائی محدود و تنگ موضوع پر بھی تحقیق کرنے سے گریز کیجئے، جیسے انتہائی وسیع موضوع آپ کا وقت ضائع کرے گا اسی طرح ایک تنگ موضوع آپ پر جمود طاری کر سکتا ہے، کہ آپ اس کے بارے تحقیق کرنے اور لکھنے کے لیے کچھ نہ پا سکیں۔ لہٰذا ان دونوں حدوں کے درمیان رہ کر موضوع کا انتخاب کرنا ہوگا۔

سوال نمبر 5: (ا) صفحہ عنوان (Title Page) پر کون کون سی معلومات ذکر کی جاتی ہے؟ تفصیلاً تحریر کریں؟

(۲) خاکہ تحقیق کے مقدمہ میں محقق اپنے موضوع اور عنوان کے حوالے سے کن اہم امور کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے؟ ان امور کے صرف نام قلمبند کریں۔

جواب: (الف) خاکہ تحقیق (Synopsis) کے عناصر

۱۔ صفحہ عنوان (Title Page)

اس صفحہ عنوان پر مندرجہ ذیل معلومات ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ عنوان تحقیق:

۲۔ اس کے نیچے (علمی درجہ کا نام جس کے لیے خاکہ پیش کیا جارہا ہے مثلاً: "خاکہ تحقیق برائے ایم۔اے، ایم۔فل، پی ایچ ڈی عربی/اسلامیات" وغیرہ۔

۳۔ یونیورسٹی کا مونوگرام:

۴۔ دائیں جانب "مقالہ نگار" لکھ کر اس کے نیچے محقق کا نام اور رول نمبر وغیرہ۔

۵۔ اس کے بالمقابل "زیر نگرانی" لکھ کر اس کے نیچے نگران استاد کا نام، علمی عہدہ اور پتہ وغیرہ۔

۶۔ ڈیپارٹمنٹ کا نام مثلاً "شعبہ عربی زبان وادب"۔

۷۔ اس کے نیچے یونیورسٹی کا نام، شہر اور ملک کا نام، مثلاً "پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان"۔

۸۔ سب سے آخر میں تعلیمی سال لکھا جائے گا۔ مثلاً "تعلیمی سیشن 2011ء/1432ھ"

جہاں تک عنوان تحقیق کا تعلق ہے تو وہ موضوع کی نسبت زیادہ محدود ہوتا ہے اور موضوع کا آئینہ دار ہوتا ہے اور بعض اوقات عنوان ہی تحقیق کا موضوع ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں موضوع بہت وسیع اور کئی اصناف و انواع پر مشتمل ہوتا ہے۔ جبکہ عنوان اس موضوع کی کسی ایک صنف، نوع یا پہلو پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر "پاکستان میں عربی زبان وادب" ایک موضوع ہے، لیکن اگر ہم پاکستان کے کسی عربی شاعر یا عربی نثر نگار پر تحقیق کرنا چاہیں مثلاً: "فیض الحسن سہارنپوری بحیثیت شاعر" تو یہ عنوان تحقیق ہوگا۔

تحقیق کا عنوان دلچسپ، دلکش اور جاذب ہونا چاہیے، نیز اسے امکانی حد تک مختصر اور جامع ہونا چاہیے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ پوری طرح واضح ہو۔ اور اسے پڑھتے ہی

اس کے تحت آنے والی تمام جزئیات وتفاصیل اور ابواب وفصول کا اندازہ ہو جائے۔

مشہور محقق ڈاکٹر ابراہیم سلامہ نے عنوان کی یہ تعریف کی ہے:

"ان العنوان يشبه اللافتة ذات السهم الموضوعة في مكان لترشد السائرين حتى يصلوا الى مدفهم"۔

"عنوان ایک تیر (Arrow) والے بورڈ (Board) کی طرح ہوتا ہے جسے کسی جگہ نصب کیا جاتا ہے تاکہ راہگیر اس کی مدد سے اپنی منزل تک پہنچ سکیں"۔

(ب) ۲۔ مقدمہ: (Preface)

صفحہ عنوان کے بعد اگلے صفحہ پر "مقدمہ" کی ہیڈنگ تحریر کی جاتی ہے۔ یہ مقدمہ مقالے (Thesis) کا مقدمہ نہیں بلکہ خاکہ تحقیق کا مقدمہ ہے، جس میں محقق اپنے موضوع اور عنوان کے حوالے سے مندرجہ ذیل اہم امور کے بارے میں جامع انداز میں معلومات فراہم کرتا ہے۔

☆ تعارف موضوع (Introduction)

محقق مختصر الفاظ میں اپنے موضوع کا تعارف پیش کرتا ہے اور خاص طور پر فرضیہ تحقیق (Hypothesis) کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

☆ فرضیہ تحقیق (Hypothesis)

فرضیہ تحقیق سے مراد کسی مسئلے کے بارے میں محقق کی ابتدائی رائے، اندازہ اور دانشورانہ قیاس ہے جسے وہ موضوع کے انتخاب کے بعد وقتی طور پر اختیار کرتا ہے، خواہ تحقیق کے بعد وہ فرضیہ غلط ہی ثابت کیوں نہ ہو جائے۔ فرضیہ دراصل محقق کی پیشگوئی ہے جو قبل از مطالعہ مصادر ومراجع کی جاتی ہے۔ موضوع حل طلب سوالات سے عبارت ہوتا ہے جبکہ فرضیہ میں ان کے امکانی جوابات ہی فرضیہ کہلاتے ہیں۔ محقق ہمیشہ اس مواد کی تلاش کرتا ہے جو اس کے فرضیے کی تصدیق یا تردید کرتا ہو، لہٰذا فرضیہ کی بدولت محقق کی بھرپور توجہ موضوع کے چند خاص پہلوؤں اور جہتوں پر مرکوز رہتی ہے اور مختلف مصادر ومراجع سے

حقائق وخیالات کے بہترین چناؤ میں فرضیہ اس کی معانت کرتا ہے۔

فرضیہ تحقیق تمام لٹریچر کا طائرانہ جائزہ لینے کے بعد لکھنا چاہیے اور فرضیات لکھنے کا انداز بیانیہ ہونا چاہیے نہ کہ سوالیہ۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر قسم کی تحقیق میں فرضیہ کی ضرورت ہو۔ اگر محقق صرف معلومات و حقائق کو جمع کر رہا ہو، مثلاً کسی مکتبہ کے مخطوطات کی فہرست تیار کر رہا ہو یا کسی موضوع پر کتابیات مرتب کر رہا ہو، کوئی اشاریہ بنا رہا ہو یا اس قسم کی کوئی فہرست بنا رہا ہو تو کسی فرضیے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن وہ تحقیق جو تنقیدی تشریح وتوضیح کا کام کرتی ہے، اس میں فرضیہ ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

☆۔مقاصد تحقیق:(Objectives)

اس مقدمہ میں تحقیق کے بنیاد مقاصد اور اہداف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

☆۔اسباب انتخاب موضوع(Justification & Likely Benefits)

مقدمہ میں اس موضوع کے انتخاب کرنے کی وجوہات اور اسباب کو بیان کیا جاتا ہے۔

☆۔سابقہ تحقیقات کا جائزہ(Literature Review)

مقدمہ میں اس موضوع کا مختصر تاریخی جائزہ لیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ (موضوع) کب شروع ہوا؟ اس کا ارتقاء کیسے ہوا؟ کس کس پہلو اس پر تحقیق ہوئی؟ کن لوگوں نے اس پر تحقیق کی؟ اور ان محققین نے کس حد تک تحقیق کی؟ پھر وہ کون سا نکتہ ہے جہاں سے اس نئی تحقیق کا آغاز کیا جا رہا ہے؟ کیونکہ اس نکتے پر پہلے کسی نے تحقیق نہیں کی۔

☆۔اہمیت موضوع(Importance of the Subject)

مقدمہ میں موضوع کی اہمیت کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور تحقیق کی اہمیت کے حوالے سے پائے جانے والے تمام استفسارات کا جواب دیا جاتا ہے۔ نیز اس موضوع پر تحقیق کرنے کے محرکات اور جوازات بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

☆ منہج تحقیق(Research Methodology)

خاکہ تحقیق کے مقدمہ میں اپنے موضوع کی مناسبت سے منہج تحقیق کی وضاحت بھی

کی جاتی ہے مثلاً: عام طور پر انسانی ونظریاتی علوم میں تحقیق کے لیے اختیار کیا جانے والا منہج عقلی، منطقی، استقرائی، وصفی، تحلیلی، استدلالی اور استنباطی نوعیت کا ہوتا ہے لہٰذا تحقیق کے تمام مراحل، طرق، اسالیب معنویہ و مادیہ اور وسائل کا ذکر بھی یہاں کیا جاتا ہے۔

☆۔محنت وکاوش اور وسائل تحقیق(Research Sources & Aids)

خاکہ تحقیق کے مقدمے میں محقق یہ بھی وضاحت کر سکتا ہے کہ اسے اس موضوع پر تحقیق کرنے کے لیے کسی قسم کی ذہنی، فکری، جسمانی اور مادی محنت درکار ہوگی اور کون کون سے وسائل تحقیق استعمال کیے جائیں گے۔ اس محنت وکاوش کا تذکرہ اس لئے ضروری ہے تا کہ اس موضوع اور تحقیق کی اہمیت سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

☆۔بنیادی مصادر ومراجع(Basic Sources)

مقدمہ میں طالب علم اپنے موضوع کے متعلق بنیادی مصادر ومراجع کا تعارف بھی درج کرے گا تا کہ اس موضوع کے اصلی مصادر(Original Sources) کا اندازہ ہو سکے۔

سوال نمبر 6:(۱) عربی واسلامی تحقیق کے جدید ذرائع میں سے کسی دس کے نام اور ان میں سے دو کی وضاحت سپرد قلم کریں؟

(۲) تعداد مصادر کی صورت میں سب سے پہلے کسے ترجیح دی جائے گی؟ نیز بتائیں کہ اگر کسی خبر(Information) کے بارے میں قدیم مصادر کا اختلاف ہو تو محقق کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: (الف) جواب حل شدہ پرچہ بابت 2014ء میں ملاحظہ کریں۔

(ب) جواب حل شدہ پرچہ بابت 2015ء میں ملاحظہ کریں۔

☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظيم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۷ھ/2016ء

﴿الورقة الخامسة: لشرح معانی الآثار﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظه: السؤال الأول اجباری ولك الخيار فی البواقی ان تجيب عن ثلثة فقط

السؤال الأول: اكتب باللغة العربية شذرة وجيزة مشتملة على ترجمة الامام الطحاوی مع بيان مزايا كتابه ووجه تسميته بشرح معانی الآثار ولاتكون أقل من عشرين سطرا؟(۲۵)

السؤال الثانی: عن ابی عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم امّنی جبرئيل عليه السلام مرتين عند باب البيت فصلی بی الظهر حين مالت الشمس فصلی بی العصر حين صار ظل كل شیء مثله .

(۱) ترجم الحديث الی اللغة الأردية؟(۱۰)

(۲) بين اختلاف الائمة فی وقت العصر ابتداءً وانتهاءً مع دلائلهم؟(۱۵)

السؤال الثالث: عن وائل بن حجر قال رأيت رسول الله صلی الله عليه وسلم حين يكبر للصلوة وحين يركع وحين يرفع رأسه من الركوع يرفع يديه حذال أذنيه .

(۱) ترجم الحديث الی اللغة الأردية وشكله؟(۵)

(۲) فصل الاختلاف بين الفقهاء فی مسئلة رفع اليدين فی الصور المذكورة فی الحديث مع دلائلهم؟(۱۵)

(۳) اذكر نظر الطحاوی رحمه الله تعالیٰ فيه؟(۵)

السؤال الرابع: عن أبی موسی الأشعری قال علمنا رسول الله صلی الله عليه وسلم الصلوة فقال اذا كبر الامام فكبر وا واذا ركع فاركعوا واذا سجد فاسجدوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولو االلهم ولك الحمد .

(۱) ترجم الحديث و بين معنی "سمع الله لمن حمده"؟(۱۰)

(۲) فصل اختلاف الائمة فی التسميع والتحميد للامام و المأموم مع دلائلهم؟(۱۵)

السؤال الخامس: عن أبی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من كان مصليا منكم بعد الجمعة فليصل أربعا .

(۱) شكل الحديث وترجم الی اللغة الأردية؟(۱۰)

(۲) فصل الاختلاف بين الفقهاء فی التطوع بعد الجمعة مع دلائلهم؟(۱۵)

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ پنجم: شرح معانی الآثار﴾

سوال 1: اکتب باللغة العربیة شذرة وجیزة مشتملة علی ترجمة الامام الطحاوی مع بیان مزایا کتابه ووجه تسمیته بشرح معانی الآثار ولاتکون أقل من عشرین سطرا .

جواب: ترجمة الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ:

ولد الامام الطحاری رحمه الله تعالیٰ فی سنة تسع وعشرین ومائة (۲۲۹ھ) وهو الاصح . وکان اسمه مع کنیته: ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامة المصری الطحاوی، وهو کان احد امن محدثی عصره وروی عنه الامام مسلم وابو داؤد والنسائی وابن ماجة .

وقال السیوطی رحمه الله فی ثنائه: الامام، العلامة، الحافظ، صاحب التصانیف الکثیرة وکان ثقة ثبتا فقیهًا لم یخلف بعد مثله .

قال بدر العینی رحمه الله: امام الطحاوی رحمه الله فانه مجمع علیه فی ثقته و دیانته و امانته وفضیلته التامة ویده الطولی فی الحدیث وعِلَلِه وناسخه ومنسوخه ولم یخلفه فی ذلك احد ولقداثنی علیه السلف والخلف .

وکان الامام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ باعلم الناس بمذهب ابی حنفیة و مذاهب الأئمة الاخری وهو کان یروی عن الشافعی رحمه الله بواسطة وعن مالك رحمه الله بواسطتین وعن ابی حنففة بثلاثة وسائط .

وکان الامام الطحاوی شافعیا فقرأفی کتابه ان کانت المرأة حاملة ماتت وفی بطنه ولد حی لم یشق بطنها ولکن یحوز الامام ابو حنیفة بشقه واخراج ولدها وکان الطحاوی مشقوقًا ، واذا قرأ ذلك المسلة فقال: لا ارضی بمذهب امام یرضی بهلا کی فترك مذهب الشافعی رحمه الله تعالیٰ ودخل فی مذهب ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ .

وهوتوفی سنة احدی وعشرین وثلاثة مائة (۳۲۱ھ)

ومزایا کتابه ووجه تسمیته: کان الأمام الطحاوی رحمه الله کثیر التصانیف واسماء بعض تصانیفه فی الاتیة .

(۱) مشکل الآثار (۲) احکام القرآن (۳) شرح جامع الصغیر (۴) شرح الجامع الکبیر (۵) شرح الجامع الاوسط (۶) کتاب الوصایا (۷) کتاب مناقب ابی حنیفة (۸) کتاب المحاضرات (۹) شرح معانی الاثار .

ومؤخر الذکر کتابه: شرح معانی الآثار یشتمل علی کثیر العلوم مثلاً الاحادیث والآثار والفقه و غیر هم .

ویقول الامام الطحاوی رحمه فی ابتداء کتابه: سألنی بعض اصحابنا من العلماء ألف کتابا اذکر فیه الآثار المأثورة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الاحکام یتوهم اهل الالحادو الضعفة من اهل الاسلام ان بعضها ینقص بعضاالقلة علمهم بنا سخها من منسوخها و ما یجب به العمل منها لمایشهدله من الکتاب الناطق والسنة المجتمع علیه واجعل لذالك ابوابا اذکر فی کل کتاب منها مافیه من الناسخ و المنسوخ وتاویل العلماء و احتجاج بعضهم علیٰ بعض واقامة الحجة لمن صح عندی قوله منهم بما یصح به مثله من کتاب اوسنة او اجماع اوتواتر من اقاویل الصحابة اوتا بعیهم وانی نظرت فی ذالك وبحثت عنه بحثا شدیدا فاستخرجت منه ابوابا علی النحو الذی سال وجعلت ذالك کتباذکرت فی کل کتاب منها

جنسا من تلك الاجناس .

سوال 2: عن ابی عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم امنی جبرئيل عليه السلام مرتين عند باب البيت فصلى بی الظهر حين مالت الشمس فصلى بی العصر حين صار ظل كل شیء مثله .

(۱) ترجم الحديث الى اللغة الأردية؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) بين اختلاف الائمة فی وقت العصر ابتداءً وانتهاءً مع دلائلهم؟

(نمازِ عصر کے وقت کی ابتداء اور انتہاء کے بارے میں مذاہب بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ مجھے نماز پڑھائی۔ انہوں نے ظہر کی نماز مجھے اس وقت پڑھائی کہ آفتاب زوال پذیر ہو چکا تھا، پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا۔

(ب) نمازِ عصر کے وقت کی ابتداء وانتہاء میں مذاہب آئمہ:

نمازِ عصر کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اصل سایہ کے علاوہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر نمازِ ظہر کا وقت ختم اور نمازِ عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ پہلے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت نمازِ عصر پڑھائی تھی کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل تھا۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصلی سایہ کے علاوہ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے پر نمازِ ظہر کا وقت ختم اور نمازِ عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، جو غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے۔

آپ نے درج ذیل روایات سے استدلال کیا ہے:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زوال آفتاب کے بعد انسان کا سایہ اس کے قد کے برابر ہونے تک وقت نمازِ ظہر باقی رہتا ہے جب تک وقت عصر کا آغاز نہ ہو جائے۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی امتوں کی نسبت ہمارا زمانہ نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک ہے۔ یہودیوں کو تورات سے نوازا گیا وہ ظہر تک کام کرتے ہوئے عاجز آ گئے۔ انہیں (مزدوری) ایک قیراط دیا گیا۔ نصاریٰ کو انجیل دی گئی، وہ عصر تک کام کرتے ہوئے عاجز آ گئے۔ انہیں ایک قیراط دیا گیا۔ ہمیں قرآن سے نوازا گیا۔ ہم نے غروب آفتاب تک کام کیا، تو دو قیراط سے نوازے گئے۔ اس پر اہل تورات اور اہل انجیل کی طرف سے یہ اعتراض اٹھایا گیا کہ اے پروردگار! تو نے انہیں دو قیراط عطا کیے ہیں اور ہمیں ایک قیراط عنایت کیا جبکہ ہم نے کام بھی زیادہ وقت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے: اے لوگو! کیا میں تمہاری مزدوری سے کوئی چیز کم کی ہے! انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر یہ میرا فضل ہے جس پر میں چاہوں زیادہ کروں۔

اس روایت کا تقاضا ہے کہ ابتداء وقت عصر دو مثل سایہ ہونے کو تسلیم کر لیا جائے ورنہ نمازِ ظہر اور نمازِ عصر تک کام کرنے والے لوگ برابر ہو جائیں گے اور امت محمدیہ کا امتیاز بھی ختم ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ روایت منسوخ ہے دوسری روایات کے ساتھ، کیونکہ اس کا تعلق اسلام کے ابتدائی زمانہ سے ہے۔

سوال 3: عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلصَّلٰوةِ وَحِيْنَ يَرْكَعُ وَحِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ .

(۱) ترجم الحديث الى اللغة الأردية وشكله .

(حدیث کا اُردو ترجمہ کریں اور اس پر اعراب لگائیں؟)

(۲) فصل الاختلاف بين الفقهاء في مسئلة رفع اليدين في الصور المذكورة في الحديث مع دلائلهم .

(مذکورہ صورتوں میں رفع یدین کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

(۳) اذكر نظر الطحاوي رحمه الله تعالى فيه .

(نظر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ واعراب حدیث:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اپنا سر اٹھاتے وقت اپنے کانوں کی لو کے برابر رفع یدین کرتے تھے۔

(ب) مذکورہ صورتوں میں رفع یدین کرنے کے بارے میں مذاہب آئمہ:

اس بات میں سب آئمہ کا اتفاق ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اپنا سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور ایک قول کے مطابق حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ انہوں نے حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مالک بن

حویرث، حضرت ابوہریرۃ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات سے استدلال کیا ہے جن سے رفع یدین کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک مشہور قول کے مطابق حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رکوع جاتے وقت اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت براء بن عارب رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے شوافع اور حنابلہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے یا منسوخ ہے۔

(ج) مسئلہ رفع یدین کے بارے میں نظر طحاوی:

مسئلہ رفع یدین کے حوالے سے حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

اس مسئلہ کا غور وفکر کے طریقہ سے حل یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے اور سجود میں رفع یدین نہ کرنے میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے۔ اب زیر غور یہ مسئلہ ہے کہ رکوع کرتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہنے کا تعلق کس کے ساتھ ہے؟ تکبیر تحریمہ کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ فرض ہے جبکہ یہ فرض نہیں ہے۔ اس طرح اس کا تعلق سجود کے مابین تکبیر کے ساتھ ہے، کیونکہ یہ سنت ہے۔ لہٰذا رفع یدین کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہوگا، اسے تکبیر تحریمہ پر نہیں بلکہ سجود کی تکبیر پر قیاس کیا جائے گا۔ چونکہ وہاں رفع یدین نہیں کیا جاتا' لہٰذا یہاں بھی رفع یدین نہیں کیا جائے گا۔

سوال 4: عن أبي موسى الأشعري قال علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوة فقال اذا كبر الامام فكبروا واذا ركع فاركعوا واذا سجد فاسجدوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ولك الحمد .

(۱) ترجم الحديث و بين معنى "سمع الله لمن حمده"؟

(ترجمہ حدیث کریں اور سمع اللہ لمن حمدہ کا معنی بتائیں؟)

(۲) فصل اختلاف الائمة فی التسمیع والتحمید للامام و الماموم مع دلائلهم؟

(امام اور مقتدی دونوں کے تسمیہ وتحمید کہنے کے بارے میں مذاہب آئمہ تحریر کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام تکبیر تحریمہ کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔ جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ (جس شخص نے اللہ کی تعریف بیان کی، اللہ نے اسے سنا) کہے تو تم ولک الحمد (اور تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں) کہو۔

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کا مفہوم:

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، اوصاف ومحاسن اور خصائص بیان کرتا ہے تو اس کا رطب اللسان ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے، کیونکہ وہ دلوں کے تصورات وافکار کو جانتا ہے۔ پھر اس سے بہتر مجلس میں اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتا ہے اور اس کے بارے میں اظہار رضامندی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کے احوال سے آگاہ ہونے کے باوجود اپنے مقرب بندوں (فرشتوں) سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے تھے؟ فرشتے عرض گزار ہوتے ہیں: اے پروردگار! وہ تجھے یاد کر رہے تھے، تیرا ذکر کر رہے تھے، حصول جنت کی آرزو کر رہے تھے اور دوزخ سے بچنے کی دعا کر رہے تھے۔

(ب) امام اور مقتدی کی تسمیع وتحمید کہنے میں اقوال آئمہ:

امام ومقتدی اور منفرد کی تسمیع وتحمید کہنے میں فقہاء کرام کے متعدد اقوال ہیں، جن میں سے تین مشہور اقوال درج ذیل ہیں:

۱- باجماعت نماز کی صورت میں امام ومقتدی میں تقسیم ہیں، یعنی امام سَمِعَ اللّٰہُ الخ کہے اور مقتدی رَبَّنَا لَکَ الخ کہے گا۔

۲- اگر امام نہ کہے تو مقتدی دونوں کو جمع کرے گا۔

۳- منفرد دونوں کو جمع کرے گا۔

سوال 5: عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا مِّنْكُمْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا ۔

(۱) شکل الحدیث وترجم الی اللغة الأردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اُردو ترجمہ کریں؟)

(۲) فصل الاختلاف بین الفقهاء فی التطوع بعد الجمعة مع دلائلهم ۔

(نماز جمعہ کے بعد پڑھے جانے والے نوافل کی تعداد کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو نماز جمعہ کے بعد نوافل ادا کرنا چاہے وہ چار رکعت ادا کرے۔

(ب) نماز جمعہ کے بعد پڑھے جانے والے نوافل میں مذاہب آئمہ:

نماز جمعہ کے بعد کتنی رکعات سنت ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- طرفین کے نزدیک جمعہ کے بعد چار رکعت سنت ہیں، انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے دو رکعات سنت ہیں، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: عن عمر رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایصلی بعد الجمعة حتی

ینصرف فیصلی رکعتین فی بیته۔ حضرت عمر رضی اللہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد گھر واپس جا کر دو رکعات ادا فرماتے تھے۔

۳-حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھ رکعات ہیں۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) عن علی رضی اللہ عنہ قال من کان مصلیا بعد الجمعة فلیصل ستاً۔

(ii) عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ کان یصلی بعد الجمعة ست رکعات۔

(iii) عن عطاء رضی اللہ عنہ قال رأیت ابن عمر رضی اللہ عنہ صلی بعد الجمعة رکعتین ثم صلی بعد ذالك اربعاً۔

چھ رکعات ادا کرنے کی صورت میں ان روایات پر عمل ہو جائے گا۔

آپ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

۱- زیادہ مصروفیت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دو رکعت پر اکتفا کیا ہوگا۔

۲-قولی حدیث کو فعلی حدیث پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

الاختیار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربیة والاسلامیة "السنة الثانیة"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۷ھ/2016ء

﴿الورقة السادسة: للمؤطين﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظه: أجب عن اثنین، من کل قسم

القسم الأول......الموطا للامام مالك

السؤال الأول: عن نافع أن عبدالله بن عمر کان یقول لا رضاعة الالمن ارضع فی الصغر ولا رضاعة لکبیر۔

(۱) اکتب معنی الرضاع و بین المقدار و المدة تثبت بسببهما حرمة الكناح؟ ۱۰

(۲) هات بالدلائل على حرمة النكاح بسبب الرضاع من القران والسنة و غيرهما؟ ۱۵

السؤال الثانی: قال مالك رحمه الله تعالیٰ فی الیهودی والنصرانی یسلم عبد احدهما فیعتقه قبل أن یباع علیه أن ولاء العبد المعتق للمسلمین فان أسلم الیهودی والنصرانی بعد ذلك لم یرجع الیه الولاء أبدا۔

(۱) شکل العبادة وترجم الی اللغة الأردیة؟ ۱۰

(۲) بین مفصلا و مدللا مذهب الامام مالك والامام أبی حنیفة فی أن السید هل یرث الیهودی والنصرانی ویثبت له ولاء هما اذا أعتقهما أم لا؟ ۱۵

السؤال الثالث: (۱) بین معنی الفرائض لغة واصطلاحا وموضوعها وأقسام الورثة؟ ۱۰

(۲) بین میراث الأب والأم من ولدهما، وبین میراث الولد من الأب والأم مفصلاً؟ ۱۵

القسم الثانی......المؤطا للامام محمد

السؤال الرابع: عن نافع عن ابن عمر كان يقول لاينكح المحرم ولايخطب على نفسه ولا على غيره.

(۱) انقل الحديث الى الأردية وأوضح العبارة المخطوطة عليها؟ (۱۰)

(۲) فصل اختلاف الائمة الأربعة فى نكاح المحرم وانكاحه مع دلائلهم؟ ۱۵

السؤال الخامس: قال عمر رضى الله عنه لايصلح لامرأة أن تنكح الا باذن وليها أو ذى الرأى من أهلها أو السلطان.

(۱) شكل الحديث ثم ترجم الى للغة الأردية؟ ۱۰

(۲) بين اختلاف الائمة الأربعة فى نكاح الحرة البالغة بغير اذن وليها مع دلائلهم؟ ۱۰

السؤال السادس: (۱) فصل مذهب الامام أبى حنيفه رحمه الله تعالىٰ والامام الشافعى رحمه الله تعالىٰ فى مسئلة القرأة فى صلوة الجنازة مع دلائلهما؟ ۱۰

(۲) اكتبوا باللغة العربية شذرة وجيزة مزينة بالدلائل على أن المؤطا للامام محمد رحمه الله تعالىٰ افضل من المؤطا للامام مالك؟ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ ششم: مؤطین﴾

قسم اوّل: مؤطا امام مالک

سوال 1: عن نافع أن عبدالله بن عمر كان يقول لا رضاعة الالمن ارضع فى الصغر ولا رضاعة لكبير.

(۱) اكتب معنى الرضاع و بين المقدار و المدة تثبت بسببهما حرمة النكاح؟

(رضاع کا معنی لکھیں؟ دودھ پینے کی مقدار اور مدت بیان کریں جن سے حرمت نکاح ثابت ہوتی ہے؟)

(۲) هات بالدلائل على حرمة النكاح بسبب الرضاع من القرآن والسنة و غيرهما.

(قرآن وسنت سے رضاعت کے ایسے دلائل لائیں جن سے حرمت نکاح ثابت ہوتی ہے؟)

جواب: (الف) رضاع کا معنی، اس کی مقدار اور مدت:

لفظ ''رضاع'' کا معنی ہے۔ دودھ پلانا۔ شیر خوارگی کے زمانہ میں مطلقاً یعنی ایک دو چسکیاں بھی دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، جس سے حرمت نکاح بھی ثابت ہوجاتی ہے۔ شیر خوارگی کے زمانہ کے بعد کسی خاتون کا دودھ پینے سے نہ رضاعت ثابت ہوتی ہے اور نہ حرمت نکاح۔

(ب) حرمت نکاح کے حوالے سے قرآن وسنت سے دلائل:

قرآن وسنت سے حرمت نکاح اور رضاعت کے ثبوت کے حوالے سے دلائل درج

ذیل ہیں:

۱-اعلان قرآن ہے: وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ ۔ ''تمہاری مائیں وہ ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا''۔

۲-ارشاد خداوندی ہے: اَلّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ ۔ ''جن خواتین نے تمہیں دودھ پلایا وہ تمہاری مائیں ہیں''۔

۳-اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ مُحَرَّمَاتٌ لِاَجْلِ اَنَّهُنَّ اَرْضَعْنَكُمْ ۔ ''جن عورتوں نے تمہیں دودھ پلایا، وہ دودھ پلانے کی وجہ سے تم پر حرام ہیں''۔

۴-وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔ تمہاری رضائی بہنیں بھی (تم پر) حرام ہیں۔

۵-ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی عورت نے کسی صحابی اور اس کی زوجہ کو دودھ پلانے کا دعویٰ کیا، وہ صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے یہ معلوم کیے بغیر کہ اس نے کتنی چسکیاں دودھ پلایا تھا۔ صحابی کو اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اگر پانچ چسکیوں کی شرط ہوتی تو آپ یقیناً فرماتے کہ اس خاتون سے معلوم کرو کہ اس نے کتنی چسکیاں دودھ پلایا تھا؟ اگر پانچ سے کم چسکیاں دودھ پلایا ہو تو معاف ہے، مگر آپ نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا تھا۔

سوال 2: قَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ يُسْلِمُ عَبْدُ اَحَدِهِمَا فَيَعْتِقُهُ قَبْلَ اَنْ يُبَاعَ عَلَيْهِ اَنَّ وَلَاءَ الْعَبْدِ الْمُعْتَقِ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَاِنْ اَسْلَمَ الْيَهُوْدِيُّ وَالنَّصْرَانِيُّ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ يَرْجِعْ اِلَيْهِ الْوَلَاءُ اَبَدًا ۔

(۱) شکل العبارة وترجم الی اللغة الأردية؟

(عبارت پر اعراب لگائیں اور اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) بین مفصلا و مدللا مذهب الامام مالك والامام أبی حنيفة فی أن السيد هل يرث اليهودی والنصرانی ويثبت له ولاء هما اذا أعتقهما أم لا؟

(اگر آقا کسی یہودی یا نصرانی غلام کا وارث بنے گا اور اس کے لیے ان کی ولاء ثابت

کی کہ جب وہ انہیں آزاد کرے؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہودی یا نصرانی کا غلام مسلمان ہو جائے پھر فروخت کرنے سے پہلے اسے آزاد کر دے، تو اس آزاد ہونے والے غلام کی ولاء مسلمانوں کو ملے گی۔ پھر بعد ازاں یہودی یا نصرانی بھی مسلمان ہو جائے تو ولاء اس طرف کبھی نہیں لوٹے گی۔

(ب) مسلمان آقا کا یہودی یا نصرانی کی ولاء کے وارث ہونے میں مذاہب آئمہ:

کیا مسلمان آقا یہودی یا نصرانی کی ولاء کا وارث ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ) کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ولاء کے وارث ہونے کے لیے دو شرائط ہیں (۱) وہ آزاد کنندہ ہو (۲) مسلمان ہونا۔ اگر آزاد کنندہ اور غلام کا دین مختلف ہو تو کافر کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ آپ نے یہ دونوں شرائط احادیث سے ثابت کی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ۔ یعنی ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہے۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: لَا يَتَوَارَثُ اَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَيْئًا ۔ دو مختلف دینوں والے باہم وارث نہیں ہو سکتے۔

۲-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اگر یہودی یا نصرانی کا بیٹا مسلمان ہو تو اپنے یہودی یا نصرانی باپ کے موالی کی وراثت پائے گا جبکہ وہ غلام مسلمان ہو گیا ہو آزاد کرنے والے سے پہلے۔ اگر وہ غلام آزادی کے وقت مسلمان تھا تو نصرانی یا یہودی کے بیٹے کو مسلمان غلام کی ولاء سے کوئی چیز نہیں ملے گی کیونکہ یہودی یا نصرانی کے لیے ولاء نہیں ہے۔ پس مسلمان غلام کی ولاء مسلمانوں کے لیے ہے۔

سوال 3: (۱) بین معنی الفرائض لغة واصطلاحا وموضوعها وأقسام

الورثة؟ ۱۰

(فرائض کا لغوی واصطلاحی معنیٰ، اس کا موضوع اور ورثاء کی اقسام بیان کریں؟)

(۲) بين ميراث الأب والأم من ولدهما، وبين ميراث الولد من الأب والأم مفصلاً؟

(اولاد کی طرف سے والدین کے وارث بننے اور والدین کی طرف سے اولاد کے وارث بننے کی تفصیل بیان کریں؟)

جواب: (الف) فرائض کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لفظ ''فرائض'' فرض کی جمع ہے، جس کا معنی ہے: مقدار، حصص مثلاً نصف ربع، ثمان، ثلثان، ثلث اور سدس۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے: میت کا وہ ترکہ جو شریعت کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق ورثاء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

موضوع:

میت کا مال اور اس کے ورثاء۔

اقسام ورثاء:

اقسام ورثاء آٹھ ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) اصحاب الفرائض (۲) عصبات من جهت النسب (۳) عصبة من جهة السبب (۴) ذوی الارحام (۵) مولی الموالاة (۶) مقوله بالنسب علی الغیر (۷) موصی له بجمیع المال (۸) بیت المال۔

(ب) صاحب اولاد ماں باپ کی میراث کا مسئلہ:

اگر متوفی نے بیٹا یا پوتا چھوڑا ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر اس نے بیٹا یا پوتا نہ چھوڑا ہو تو باپ سے متعلق ذوی الفروض کو ان کے حصے دیئے جائیں گے۔ اگر چھٹا حصہ یا زیادہ بچا تو وہ باپ کو ملے گا۔ اگر ان سے چھٹا حصہ یا زیادہ نہ بچا تو باپ کو چھٹا حصہ ملے

گا۔

والدہ کو اس کے بیٹے کی میراث سے سدس ملے گا، جبکہ متوفی کا بیٹا یا بیٹی ہو۔ پس متوفی نے بیٹا یا بیٹے کی اولاد لڑکے لڑکیاں چھوڑیں تو اس کے لیے چھٹا حصہ ہے۔

اولاد کی میراث کا مسئلہ:

جب ماں یا باپ فوت ہو جائے تو اس نے پیچھے بیٹے اور بیٹیاں چھوڑی ہوں تو بیٹوں کو بیٹیوں کی نسبت دوگنا حصہ ملے گا۔ اگر ایک بیٹی ہو تو اسے نصف ملے گا اور دو یا دو سے زیادہ ہونے کی صورت میں انہیں دوتہائی حصہ ملے گا۔

قسم ثانی: مؤطا امام محمد

سوال 4: عن نافع عن ابن عمر كان يقول لاينكح المحرم ولايخطب علی نفسه ولا علی غيره.

(۱) انقل الحديث الی الأردية وأوضح العبارة المخطوطة عليها؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ عبارت کی وضاحت کریں؟)

(۲) فصل اختلاف الائمة الأربعة فی نکاح المحرم وانکاحه مع دلائلهم؟

(حالت احرام میں اپنا نکاح کرانے اور دوسرے کا کرنے کے بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ فرمایا کرتے تھے کہ حالت احرام میں کوئی شخص نکاح نہیں کرسکتا، وہ اپنے لیے پیغام نکاح بھیج سکتا ہے اور نہ دوسرے کے لیے۔

خط کشیدہ عبارت کی وضاحت:

حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے لیکن وطی و جماع منع ہے۔ اگر کسی نے کسی عورت

کے بارے میں پیغام نکاح بھیجا ہوا اور فریقین کے درمیان بات چیت چل رہی ہو یا پیغام نکاح منظور کر لیا گیا تو اسی عورت کو پیغام نکاح پہنچانا منع ہے، کیونکہ اس صورت میں لڑائی کا اندیشہ ہے یا کم از کم نفرت و کدورت کی فضا تو ضرور پیدا ہو جائے گی۔ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی نہ ہو یا پیغام نکاح دینے والے فریق نے اجازت دے دی ہو تو پیغام نکاح ارسال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(ب) حالت احرام میں نکاح کرنے کے جواز و عدم جواز میں مذاہب آئمہ:

کیا حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) عن ابن عباس رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم تزوج میمونة وهو محرم ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا تھا۔

(ii) حالت احرام میں جس طرح دیگر عقود و معاملات جائز ہیں، اسی طرح نکاح بھی جائز ہے۔

(iii) حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناجائز ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں صراحت سے یہ الفاظ ہیں: لاینکح المحرم ولا یخطب۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہاں نکاح کا لغوی معنی مراد ہے یعنی جماع کرنا۔ گویا حالت احرام میں نکاح کرنا تو جائز ہے لیکن جماع کرنا منع ہے۔

سوال 5: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَصْلُحُ لِامْرَأَةٍ اَنْ تَنْكِحَ اِلَّا بِاِذْنِ وَلِيِّهَا اَوْ ذِی الرَّأْیِ مِنْ اَهْلِهَا اَوِ السُّلْطَانِ ۔

(۱) شکل الحدیث ثم ترجم الی للغة الأردیة؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) بین اختلاف الائمة الأربعة فی نکاح الحرة البالغة بغیر اذن ولیها مع دلائلهم ۔

(آزاد عاقلہ بالغہ کا اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب و ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ولی یا اپنے اہل خانہ میں سے کسی باشعور شخصیت یا حاکم وقت کی اجازت کے بغیر نکاح کرے۔

(ب) عاقلہ بالغہ اور آزاد عورت کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا عاقلہ بالغہ اور آزاد عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ آئمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مذکورہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔

ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد ربانی ہے: فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ ۔ "پس تم انہیں اپنے شوہر سے نکاح کرنے میں مت روکو"۔

(ii) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: لانکاح الا بولی ۔ "یعنی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہے"۔

(iii) عورت ناقص العقل اور ناقص الدین قرار دی گئی ہے، لہٰذا ولی کی معاونت کے بغیر وہ شوہر کا انتخاب کرنے میں غلطی کر سکتی ہے جو نقصان و پریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذکورہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے۔ تاہم غیر کفو میں کرنے کی صورت میں وہ اپنا نکاح ختم کرا سکتی ہے۔

آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد ربانی ہے: حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ "حتیٰ کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کرلے"۔

(ii) ارشاد خداوندی ہے: وَاَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ۔ "اور یہ کہ وہ عورتیں اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں"۔

(iii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورت اپنے نفس پر اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے، باکرہ عورت سے اجازت طلب کی جائے گی اور اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے"۔

آپ کے دلائل آئمہ ثلاثہ کے دلائل سے زیادہ قوی اور حقیقت کے عین مطابق ہیں، لہٰذا آپ کا مؤقف بھی مضبوط تر ہے۔

سوال 6 (ا) فصل مذهب الامام أبي حنيفة رحمه الله تعالى والامام الشافعي رحمه الله تعالى في مسئلة القرأة في صلوة الجنازة مع دلائلهما؟

(۲) اكتبوا باللغة العربية شذرة وجيزة مزينة بالدلائل على أن الموطا للامام محمد رحمه الله تعالى افضل من الموطا للامام مالك۔

(نماز جنازہ میں قرأت فاتحہ کے جواز وعدم جواز کے بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذاہب کی تفصیل مع دلائل سپرد قلم کریں؟)

جواب: (الف) نماز جنازہ میں قرأت فاتحہ کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

کیا نماز جنازہ میں قرأت فاتحہ جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قرأت کی نیت سے نماز

جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا درست نہیں ہے، آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: لا يقرأ في الصلوة على الجنائز۔ یعنی نماز جنازہ میں قرأت نہیں کی جائے گی۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے: فقرأ فاتحة الكتاب الخ۔ یعنی نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ قرأت کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے۔ یہ دعاؤ ثناء پر محمول ہے۔

(ب) الموطا للامام محمد افضل من موطا الامام مالك:

والامام محمد رحمه الله تعالى كان احد امن فقهاء الاحناف وهو ولد سنة النين و ثلاثين و مائة ۱۳۲ھ، واذا كانت عمره اربع عشرة سنة حضر في حلقة الدرس لابي حنيفة رحمه الله ليسئله مسئلة، فسئله قائلا، ماتقول في ولد احتلم بالليل بعد ماصلى صلوة العشاء، أيعيد الصلوة ام لا؟ اجاب الامام رحمه الله تعالى: نعم! ثم قام هنا واخذ نعله واعاد صلوة العشاء في زاوية المسجد۔

وتعلم العلوم والفنون من مشائخ عصره والاسماء منهم في الاتية:

(۱) الامام الاعظم ابو حنيفة (۲) الامام اسماعيل بن خالد (۳) الامام سفيان الثوري (۴) الامام زفر (۵) الامام ابو يوسف رحمهم الله تعالى، وسافر لحصول العلوم الى البلاد المختلفة: اعني مكة المعظمة والبصرة والشام ولواسط وسمع الحديث من الآئمة ومشائخ البلد۔

وتعلم منه كثير من الفقهاء والمشائخ الاحاديث وبعض اسماء هم في الآتية:

(۱) الامام محمد بن ادريس الشافعي (۲) الامام ابو سليمان

جوزمانی (۳) الامام هشام بن عبيدالله راوی (۴) الامام ابو عبيد القاسم (۵) الامام اسماعيل بن توبه (۶) الامام علی بن مسلم وغير هم .

وصنف كتباً كثيراً فی الحديث والفقه والآثار واسماء هن فی الاتية:

(۱) المؤطا الامام محمد (۲) كتاب الآثار (۳) كتاب الحج (۴) الجامع الكبير (۵) الجامع الصغير (۶) السير الصغير (۷) السير الكبير (۸) المبسوط (۹) كتاب الزيادات .

وهو توفی سنة تسع وثمانين ومائة (۱۸۹ھ)

المزايا والخصوصيات لمؤطا امام محمد رحمه الله تعالیٰ والبعض منهن فی الأتية:

۱-قال الشافعی رحمه الله تعالیٰ : حملت عن محمد و قربعير كتبا .

۲-قال ابو عبيد رحمه الله تعالیٰ :مارأيت اعلم بكتاب الله منه .

۳-قال ابراهيم الحربی رحمه الله تعالیٰ: قلت لاحمد: من اين لك هذه المسائل الدقيقة؟قال .(اجاب) من كتب محمد بن الحسن الشيبانی رحمه الله تعالیٰ .

۴-قال ابورجاء رحمه الله تعالیٰ عن محموية: وكنا نعده من الابدال .

والمزايا للمؤطا لامام محمد رحمه الله تعالیٰ فی الاتية .

☆ويشير بهذه العلامات الشهيرة علی الفتوی: (۱) وبه يفتی (۲) وبه نأخذ (۳) وهو المختار فی زماننا (۴) وفتوی مشائخنا (۵) وعليه العمل اليوم (۶) وعليه الاعتماد وغيرها .

☆ويذكر فی الاسناد: اخبرنا، ولا غيره من الالفاظ : سمعت وحدثنا .

☆ويذكر بعد ذكر موافقة معلمه، وهو قول ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ .

☆ويذكر كثير ابلفظ: ينبغی كذا وكذا، ولمراد منه السنة المؤكدة والواجب .

☆وقد يذكر فی بعض السنن لفظ: لابأس، كما قال فی بحث التراويح والمراد منه الجواز .

☆وليس فی هذا الكتاب حديث موضوع .

وبهذه الوجه نقول: المؤطا للامام محمد افضل عن مؤطا للامام مالك .

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولیٰ"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/ 2017ء

الورقة الأولیٰ: علم الکلام

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: (۱) ابوالحسن اشعری اور ابو علی جبائی کے درمیان ہونے والا مشہور مناظرہ سپرد قلم کریں؟ (۱۵)

(۲) معتزلہ کی وجہ تسمیہ اور ان کے رئیس کا نام تحریر کریں نیز بتائیں کہ معتزلہ اپنا کیا نام رکھتے ہیں؟ وجہ بھی ضرور لکھیں؟ (۶+۴+۹=۱۹)

سوال نمبر 2: (۱) قد یقال ان ما به الشیء هو هو باعتبار تحققه حقیقة و باعتبار تشخصه هوية ومع قطع النظر عن ذالك ماهية والشیء عندنا هو الموجود

مذکورہ عبارت پر وارد ہونے والا اعتراض اور اس کا جواب شرح عقائد کی روشنی میں سپرد قلم کریں؟ (۱۵)

(۲) قال أهل الحق حقائق الاشياء ثابتة

حق اور صدق کی تعریف کرنے کے بعد ان میں فرق کی وضاحت کریں؟ (۶+۶+۶=۱۸)

سوال نمبر 3: والارادة صفة الله تعالیٰ ازلية قائمة بذاته كرر ذلك تاكيدا و تحقيقا لاثبات صفة قديمة الله تعالیٰ تقتضی تخصيص المكونات بوجه دون وجه وفی وقت دون وقت

(۱) عبارت کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ کا مشار الیہ متعین کریں؟ (۱۰+۵=۱۵)

(۲) مذکورہ مسئلہ میں فلاسفہ، نجاریہ، کرامیہ اور بعض معتزلہ کا مذہب بیان کریں؟ (۵+۵+۴+۴=۱۸)

سوال نمبر 4: والمعراج لرسول الله صلی الله علیه وسلم فی اليقظة بشخصه الی السماء ثم الی ماشاء الله تعالیٰ من العلیٰ حق

(۱) عالم رؤیا میں معراج کے قائلین کے دلائل اور ان دلائل کے جوابات سپرد قلم کریں؟ (۸+۷=۱۵)

(۲) خط کشیدہ قیود کے فوائد شرح عقائد کی روشنی میں تحریر کریں؟ (۶+۶+۶=۱۸)

درجہ عالمیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2017ء

﴿پہلا پرچہ: علم الکلام﴾

سوال نمبر 1: (۱) ابوالحسن اشعری اور ابوعلی جبائی کے درمیان ہونے والا مشہور مناظرہ سپردِ قلم کریں؟
(۲) معتزلہ کی وجہ تسمیہ اور ان کے رئیس کا نام تحریر کریں نیز بتائیں کہ معتزلہ اپنا کیا نام رکھتے ہیں؟ وجہ بھی ضرور لکھیں۔

جواب: (۱) ابوالحسن اشعری اور ابوعلی جبائی کا مناظرہ: ابوالحسن اشعری نے اپنے استاذ جبائی سے کہا: مجھے بتائیں کہ تین بھائی فوت ہوئے ایک مطیع تھا اور دوسرا نافرمان تھا اور تیسرا چھوٹی عمر (یعنی عدمِ بلوغ) میں فوت ہو گیا، ان کا کیا حکم ہے؟

جبائی کا جواب: پہلے یعنی مطیع کو جنت میں ثواب دیا جائے گا، دوسرے یعنی عاصی کو آگ میں عذاب دیا جائے گا اور تیسرے یعنی صغیر کو نہ عذاب دیا جائے گا اور نہ ثواب۔

اشعری کا اعتراض: ابوالحسن اشعری نے کہا: اگر تیسرے نے یہ کہا: اے میرے رب! تو نے مجھے بچپن میں کیوں موت دی اور مجھے بڑی عمر تک باقی کیوں نہیں رکھا کہ میں بڑا ہو کر ایمان لاتا، فرمانبرداری کرتا اور جنت میں داخل ہو جاتا تو رب اس کے جواب میں کیا کہے گا؟

جبائی کا جواب: رب تعالیٰ فرمائے گا: مجھے معلوم تھا کہ تو نے بڑے ہو کر نافرمان بننا ہے اور جہنم میں جانا ہے، اس لیے تیرے لیے بہتر یہی تھا کہ تجھ پر بچپن میں ہی موت آئے۔

اشعری کا جواب پر اعتراض: اگر دوسرا (نافرمان) کہے: اے میرے رب! تو نے مجھے چھوٹی عمر میں کیوں نہیں مار دیا کہ میں نہ بڑا ہوتا نہ ہی تیری نافرمانی کرتا اور نہ آگ میں داخل ہوتا تو رب تعالیٰ کیا کہے گا؟ جبائی لاجواب ہو گیا: ''فبھت الجبائی'' تو جبائی مبہوت ہو گیا، کوئی جواب نہ دے سکا۔

(۲) معتزلہ کی وجہ تسمیہ: جب واصل بن عطاء حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس سے ہٹ گیا اور نئے مذہب کی بنیاد رکھی تو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قد اعتزل عنا'' تحقیق وہ ہم سے ہٹ گیا، جدا ہو گیا۔'' اس لیے ان کا نام ہی ''معتزلہ'' رکھ دیا گیا۔ معتزلہ اپنے آپ کو ''اصحابِ عدل و توحید'' کہتے ہیں کہ ہم ہی عادل اور توحیدی ہیں۔

معتزلہ نے کہا: مطیع کو ثواب دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، اسی طرح عاصی کو عذاب دینا بھی واجب ہے، وہ صفات قدیمہ کی بھی نفی کرتے ہیں۔ یہ ان کی عجیب توحید ہے، پھر انہوں نے علم کلام میں زیادہ زور دیا اور فلسفہ کا سہارا لیا ... [illegible]

معتزلہ کے رئیس کا نام: معتزلہ کے رئیس کا نام واصل بن عطاء ہے۔

معتزلہ کا نام: معتزلہ اپنا نام ''اصحاب العدل والتوحید'' رکھتے ہیں۔ان کے نزدیک عدل اور توحید ایک ساتھ ہیں۔ان کا نظریہ ہے کہ عدل کے بغیر توحید کوئی معنی نہیں رکھتی۔

سوال نمبر 2: (ا) قد یقال ان ما بہ الشیء ہو ہو باعتبار تحققہ حقیقۃ و باعتبار تشخصہ ہویۃ ومع قطع النظر عن ذالك ماہیۃ والشیء عندنا ہو الموجود

مذکورہ عبارت پر وارد ہونے والا اعتراض اور اس کا جواب شرح عقائد کی روشنی میں سپرد قلم کریں؟

(۲) قال اہل الحق حقائق الاشیاء ثابتۃ

حق اور صدق کی تعریف کرنے کے بعد ان میں فرق کی وضاحت کریں؟

جواب: ترجمہ عبارت: اور کبھی (حقیقت و ماہیت کے درمیان فرق اعتباری بیان کرنے کے لیے) کہا جاتا ہے کہ مابہ الشیء ہو ہو اپنے متحقق ہونے کے اعتبار سے حقیقت ہے اور اپنے متشخص ہونے کے اعتبار سے ہویۃ ہے اور ان سے صرف نظر کرتے ہوئے ماہیت ہے۔

عبارت پر وارد ہونے والا سوال اور اس کا جواب: اس عبارت پر ایک مشہور سوال وارد ہوتا ہے جس کا جواب شرح عقائد میں دیا گیا ہے۔سوال یہ ہے کہ حقیقت اور ماہیت ایک چیز کے دو نام ہیں یا دونوں الگ الگ دو چیزیں ہیں؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حقیقت اور ماہیت کے درمیان اگرچہ واقع اور نفس الامر کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ اوپر شارح رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں کی ایک ہی تعریف کر کے اشارہ کر چکے ہیں لیکن دونوں کے درمیان فرق اعتباری ہے۔جس کی توضیح یہ ہے کہ ایک شئ جو نفس الامر میں واحد ہے مگر اس میں مختلف حیثیات ہوتی ہیں اور ان مختلف حیثیتوں کے اعتبار سے اس کے متعدد نام ہوتے ہیں مثلاً زید ایک شخص ہے جو کتابت کرتا ہے اور کپڑے کی سلائی بھی کرتا ہے۔پہلی حیثیت کے اعتبار سے اس کو کاتب کہا جاتا ہے اور دوسری حیثیت کے اعتبار سے اس کو خیاط کہا جاتا ہے اور دونوں سے صرف نظر کرتے ہوتے وہ ایک انسان ہے۔اسی طرح مابہ الشیء ہو ہو، یعنی جس کی وجہ سے کوئی شئ شئ ہوتی ہے جیسے حیوان ناطق انسان کے لیے اس کی ایک حیثیت تو یہ ہے کہ وہ خارج میں متحقق بمعنیٰ موجود ہے۔اس حیثیت کے اعتبار سے اس کو انسان کی حقیقت کہیں گے، گویا حقیقت بمعنیٰ متحقق اور موجود ہے۔دوسری حیثیت یہ ہے کہ خارج میں متشخص اور معین ہے جس کی وجہ سے اس قابل ہے کہ اس کو ضمیر مثلاً ہو کا مرجع بنایا جائے، کیونکہ متشخص اور معین ہی کی طرف ضمیر راجع ہوتی ہے اس اعتبار سے اس کو ہویت کہتے ہیں، جو ضمیر ہو سے ماخوذ ہے۔ان دونوں حیثیتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کو ماہیت کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حقیقت اور ماہیت ایک ہی چیز یعنی ما بہ الشیء کے دو مختلف اعتبارات سے دو نام ہیں۔لہٰذا دونوں کے درمیان فرق اعتباری ہوا۔ والشی عندنا ہو الموجود، والثبوت والتحقق والوجود

والکون الفاظ مترادفة المعنیٰ و بدیھی التصور۔

(۲) حق کی تعریف: حکم واقع کے مطابق ہوتو وہ حق ہے۔حق اقوال، عقائد، ادیان اور مذاہب سب کو شامل ہے۔

صدق کی تعریف: صرف ان اقوال کو شامل ہے جو واقع کے مطابق ہوں۔

حق وصدق میں فرق: اگر واقع مطابق ہو حکم کے تو حق ہے اور اگر حکم مطابق ہو واقع کے تو صدق ہے۔

سوال نمبر 3: والارادة صفة الله تعالیٰ ازلیة قائمة بذاته کرر ذلک تاکیدا و تحقیقا لاثبات صفة قدیمة لله تعالیٰ تقتضی تخصیص المکونات بوجه دون وجه وفی وقت دون وقت

(۱) عبارت کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ کا مشار الیہ متعین کریں؟

(۲) مذکورہ مسئلہ میں فلاسفہ، نجاریہ، کرامیہ اور بعض معتزلہ کا مذہب بیان کریں؟

جواب: (۱) ترجمہ عبارت: ارادہ اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے، جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، اس بات کو تاکید کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ایک ایسی قدیم صفت ثابت کرنے کے لیے مکرر ذکر کیا جو مکونات کو معین وقت میں معین صفت کے ساتھ خاص کرنے کا مقتضی ہے۔

ذالک کا مشار الیہ: مذکورہ عبارت میں ذالک اسم اشارہ ہے جس کا مشار الیہ ''ارادہ'' ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ازلی ہے۔

(۲) فلاسفہ کا مذہب: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر افعال کا صادر ہونا واجب ہوتا ہے، وہ فاعل بالاضطرار ہے، بالارادہ و بالاختیار نہیں۔ اس مذہب کا ابطال واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر و مختار و مرید ہے، اس کے افعال اضطراری نہیں ہیں۔

نجاریہ کا مذہب: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بالذات مرید ہے لیکن بالصفۃ نہیں ہے۔ ان کا مذہب اس لیے باطل ہے کہ اس کی صفت اس کا غیر نہیں ہے۔

کرامیہ کا مذہب: یہ ہے کہ ارادہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، حادث ہے، اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ ان کے نزدیک صفات حادثہ کا قیام اللہ عزوجل کی ذات کے ساتھ جائز ہے۔ ان کا مذہب اس لیے باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات قدیمہ ہیں، تعلقات حادث ہیں اور انہوں نے صفات کو ہی حادث کہہ دیا ہے۔

بعض معتزلہ کا مذہب: معتزلہ میں سے بعض یعنی جبائیہ اور عبدالجبار کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مرید تو ہے لیکن اس کی صفت ارادہ [illegible]

اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے۔ البتہ مراد ہے کہ تعلق حادث ہے۔

سوال نمبر 4: والمعراج لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الیقظۃ بشخصہ الی السماء ثم الی ماشاء اللہ تعالیٰ من العلیٰ حق

(۱) عالم رؤیا میں معراج کے قائلین کے دلائل اور ان دلائل کے جوابات سپرد قلم کریں؟

(۲) خط کشیدہ قیود کے فوائد شرح عقائد کی روشنی میں تحریر کریں؟

جواب: (۱) عالم رؤیا میں معراج کے قائلین کے دلائل اور ان کے جوابات: جمہور علماء کلام اور مصنف کا یہ نظریہ ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر معراج بیداری میں کرایا گیا ہے اور اس کے دلائل قرآن واحادیث میں بالتفصیل موجود ہیں۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج بیداری میں نہیں بلکہ خواب میں کرایا گیا ہے۔ ان کے دلائل کے جوابات سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

(الف) بعض صحابہ، بعض تابعین اور بعض علماء کلام کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر معراج بیداری میں نہیں بلکہ خواب میں کرایا گیا، کیونکہ بیداری میں یہ سفر کرنا عقلاً محال ہے۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ سفر معراج بیداری میں کرنا محال تب ہو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود یہ سفر کریں اور اسے بیان کریں۔ یہ مقدس سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی امر محال ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ سفر کرانے کی دعوت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی اور سفر کرایا بھی اللہ تعالیٰ نے، پھر محال اور خلاف عقل کیسے ہوسکتا ہے؟ عالم رؤیا میں سفر معراج کرنے کی بات اگر تسلیم کی جائے تو اللہ تعالیٰ کا عاجز ہونا لازم آتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کے خلاف ہے۔

علاوہ ازیں انبیاء کرام کا اپنے اپنے مقام سے مسجد اقصیٰ میں پہنچنا، وہاں محفل کا منعقد ہونا، انبیاء کرام کا خطبات ارشاد فرمانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنا، مختلف مقامات وآسمانوں میں ان سے ملاقات کرنا، لامکان پر آپ کا جانا، اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا، امت محمدی کے لیے پچاس نمازوں کا تحفہ ملنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مشاورت ومعاونت سے نمازوں میں تخفیف ہو کر پچاس سے پانچ نمازوں کا تحفہ باقی رہ جانا، واپسی پر آپ کی طرف سے اہتمام کے ساتھ اسے بیان کیے جانا، دشمنوں کا انکار اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اقرار وتصدیق کرنا، یہ وہ حقائق ہیں جو اس سفر کے بیداری میں ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

(ب) سفر معراج خواب میں ہونے کے قائلین کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سفر معراج بیداری میں کرنے کے قائلین جھوٹے ہیں، کیونکہ شب معراج میں نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر سے بالکل الگ نہیں ہوئے تھے۔

اس دلیل کے متعدد جوابات ہیں:

(i) یہ واقعہ مکہ میں اس وقت پیش آیا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں یا ان کے بچپن کا زمانہ تھا، کیونکہ ان کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ سال کی عمر میں مکہ میں عقد ہوا جبکہ نو سال کی عمر میں مدینہ میں رخصتی ہوئی تھی۔

(ii) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معراج نہیں ہوا بلکہ متعدد بار سفر معراج کرایا گیا، ایک بار معجزہ معراج جسمانی سے سرفراز ہوئے باقی سب روحانی یا عالم رؤیا میں کرائے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا معراج جسمانی کا نہیں بلکہ روحانی یا عالم رؤیا میں پیش آنے والے معجزات معراج کے بارے میں فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر سے الگ نہیں ہوئے۔ آپ کا یوں فرمانا، یقیناً ایک حقیقت ہے جس سے معراج جسمانی کی نفی نہیں ہوتی ہے۔

(۲) خط کشیدہ قیود کے فوائد: قرآن کریم میں معجزہ معراج کا سفر مکہ سے مسجد اقصیٰ تک بیان ہوا ہے، اس سفر کو لفظ "اسریٰ" سے بیان کیا گیا ہے، لہٰذا معراج کے اس حصہ کو "اسراء" کہا جاتا ہے۔ خط کشیدہ الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ معراج کے اس حصہ کا ذکر ہے، جو مسجد اقصیٰ سے آسمانوں بلکہ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ سفر کے اس حصہ کو احادیث میں لفظ "اعرج" سے بیان کیا گیا ہے، اس لیے اسے "معراج" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خط کشیدہ الفاظ سے ایک تو "معجزہ معراج" بیداری میں ثابت کرنا مقصود ہے اور دوسرا مسجد اقصیٰ سے آسمانوں بلکہ لامکان تک سفر ثابت کرنا بھی مقصود ہے۔ بیداری میں "معجزہ معراج" پیش آنا اور آپ کا لامکان تک سفر کرنا، حق ہے۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولىٰ"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ / 2017ء

﴿الورقة الثانية: علم الفرائض﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات | مجموع الأرقام: ۱۰۰

سوال نمبر 1 اور 4 لازمی ہیں باقی میں سے کوئی ایک سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع ما بقی من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقی بعد الدين ثم يقسم الباقی بين ورثته بالكتاب والسنة واجماع الامة

(۱) عبارت کا ترجمہ کریں نیز ارث، مورث اور وارث کی وضاحت سپرد قلم کریں؟ (۲۲=۵+۵+۵+۷)

(۲) دین کا اصطلاحی معنی بیان کریں اور بتائیں کہ خراج اور زکوٰۃ دین ہیں یا نہیں؟ نیز خط کشیدہ میں قیاس کو ذکر نہ کرنے کی وجہ لکھیں؟ (۱۸=۶+۶+۶)

سوال نمبر 2: (۱) عصبہ کی تعریف کریں اور بتائیں کہ اس کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ نیز بتائیں کہ عصبہ بغیرہ کون کون سی چار عورتیں ہیں؟ (۱۵=۵+۵+۵)

(۲) ولاء کے جواز پر دلالت کرنے والی حدیث لکھیں نیز بتائیں کہ اگر معتَق معتِق کے باپ اور معتِق کے بیٹے کو چھوڑے تو ولاء کسے ملے گی؟ اس بارے میں اختلاف آئمہ سپرد قلم کریں؟ (۱۵=۱۰+۵)

سوال نمبر 3: (۱) حمل کی اکثر مدت کے بارے میں اختلاف آئمہ مع دلائل تحریر کریں؟ (۱۵)

(۲) حمل کے لیے کتنے اور کون کون سے حصے موقوف رکھے جائیں گے اس بارے میں آئمہ کے اقوال تحریر کریں نیز مفتیٰ بہ قول کا تعین کریں؟ (۱۵=۵+۱۰)

سوال نمبر 4: درج ذیل میں سے کوئی پانچ مسائل حل کریں؟ (۳۰=۶×۵)

(۱) میت

اب ابن الابن

(۲) میت

زوج اخت لا

میت

(۴)

زوج ام جد میت

(۵)

میت

زوج اختین لام ام

(۶)

میت

اب ام

ست بنات ثلث جدات ثلثة اعمام

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ(سال اول) برائے طلباء بابت 2017ء

﴿دوسرا پرچہ: علم الفرائض﴾

سوال نمبر 1: الاول یبدأ بتکفینه وتجهیزه من غیر تبذیر ولا تقتیر ثم تقضی دیونه من جمیع ما بقی من ماله ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة واجماع الامة

(۱) عبارت کا ترجمہ کریں نیز ارث، مورث اور وارث کی وضاحت سپرد قلم کریں؟

(۲) دین کا اصطلاحی معنی بیان کریں اور بتائیں کہ خراج اور زکوۃ دین ہیں یا نہیں؟ نیز خط کشیدہ میں قیاس کو ذکر نہ کرنے کی وجہ لکھیں؟

جواب: (۱) ترجمة العبارة: پہلا حق یہ ہے کہ (میت کے مال سے) ابتداء کی جائے گی اس کے کفن و دفن کی بغیر اسراف و کنجوسی کے، پھر جمیع باقی مال سے اس کے قرض ادا کیے جائیں گے، پھر ادائیگی قرض کے بعد باقی کے ثلث سے اس کی وصیتوں کو پورا کیا جائے گا، پھر باقی مال کو کتاب، سنت اور اجماع امت کے طریقے پر ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

ارث: میت کا وہ مال جس کے ساتھ غیر کا حق متعلق ہو۔

مورث: وہ شخص ہے جس کی جائیداد کے دوسرے لوگ وارث بنتے ہیں یعنی مرنے والے شخص کو مورث کہتے ہیں۔

وارث: حقیقی یا حکمی میت کی طرف منسوب ہونے والا شخص وارث کہلاتا ہے یعنی وہ شخص جو مرنے والے کی جائیداد کا مالک بنے۔

(۲) دین کا اصطلاحی معنی: کسی دوسری شخص کا ذمہ میں مال کا واجب الاداء ہونا، دین کہلاتا

خراج دین ہے بخلاف زکوٰۃ کے کہ یہ دین نہیں ہے۔

قیاس کو ذکر نہ کرنے کی وجہ: قیاس کو اس لیے ذکر نہیں کیا' کیونکہ یہ حکم ظاہر کرتا ہے ثابت نہیں کرتا، باقی وہ دلائل واصول ہیں جن سے حکم ثابت ہوتا ہے۔

سوال نمبر 2: (۱) عصبہ کی تعریف کریں اور بتائیں کہ اس کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ نیز بتائیں کہ عصبہ بغیرہ کون کون سی چار عورتیں ہیں؟

(۲) ولاء کے جواز پر دلالت کرنے والی حدیث لکھیں نیز بتائیں کہ اگر معتق معتِق کے باپ اور معتِق کے بیٹے کو چھوڑے تو ولاء کسے ملے گی؟ اس بارے میں اختلاف آئمہ سپرد قلم کریں؟

جواب: (۱) عصبہ کی تعریف: وہ شخص ہے جو گوشت پوست میں شریک ہو، جس کے عیب دار ہونے سے خاندان کو عیب لگے، چونکہ شرع میں اولاد باپ کی ہوتی ہے اس لیے عورت کے خاندان کی اولاد عصبہ نہیں۔

عصبہ کی اقسام: عصبات نسبیہ کی تین اقسام ہیں:

(۱) عصبہ بنفسہ (۲) عصبہ بغیرہ (۳) عصبہ مع غیرہ

عصبہ مع الغیر عورتیں:

(۱) حقیقی بیٹی (۲) پوتی (۳) حقیقی بہن (۴) علاتی بہن

(۲) جواز ولاء پر حدیث: قال علیه السلام: "لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقهن او معتق معتقهن (او کما قال علیه السلام)

مذاہب آئمہ کی وضاحت: اگر میت نے معتق کے باپ اور اس کے بیٹے کو چھوڑا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ولاء کا سدس باپ کو اور باقی بیٹے کو ملے گا۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ولاء تمام کی تمام بیٹے کو ملے گی باپ کے لیے کچھ نہیں ہے۔

سوال نمبر 3: (۱) حمل کی اکثر مدت کے بارے میں اختلاف آئمہ مع دلائل تحریر کریں؟

(۲) حمل کے لیے کتنے اور کون کون سے حصے موقوف رکھے جائیں گے اس بارے میں آئمہ کے اقوال تحریر کریں نیز مفتیٰ بہ قول کا تعین کریں؟

جواب: مدتِ حمل میں اختلاف آئمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حمل کی اکثر مدت دو سال ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ کوئی بھی بچہ اپنی ماں کے رحم میں دو سال سے زیادہ نہیں رہتا۔

ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین سال ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چار سال ہے، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ چار سال میں پیدا ہوئے اور آپ کے سامنے والے دانت نکل آئے تھے اور آپ مسکرا رہے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا نام ضحاک رکھا گیا۔ امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکثر مدت سات سال ہے۔

(۲) حمل کے حصے: امام صاحب کے نزدیک حمل کے لیے چار بیٹوں کا حصہ موقوف کیا جائے گا اور دوسری روایت کے مطابق چار بیٹیوں کا حصہ موقوف ہوگا یعنی ان میں سے جو زائدہ ہو، موقوف کیا جائے گا اور باقی کم حصے ورثہ کے درمیان تقسیم کردیئے جائیں گے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین بیٹوں یا تین بیٹیوں میں سے جو زائد ہوگا وہ موقوف کیا جائے گا۔ دوسری روایت کے مطابق دو بیٹوں کا حصہ موقوف کیا جائے گا اور یہی امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت بھی یہی ہے۔

امام خصاف رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک بیٹے یا ایک بیٹی کا حصہ موقوف کیا جائے گا۔

مفتی بہ قول: امام ابو یوسف کا آخری قول یعنی ایک بیٹے یا بیٹی کا حصہ موقوف کرنا، مفتی بہ قول ہے۔

سوال نمبر 4: درج ذیل مسائل حل کریں؟

جواب: سوالات کا حل

(۱) میت

بیٹا	پوتا
عصبہ	ساقط

(۲) میت اصل مسئلہ: 2

زوج	علاتی بہن
½	½
1	1

(۳) میت اصل مسئلہ: 6

زوج	ام	جد
½	1/3	1/6 مع العصبہ
3	2	1

(۴) میـــــــــــت اصل مسئلہ:6

زوج	2اخیافی بہنیں	ماں
½	1/3	1/6
3	2	1

(۵) میـــــــــــت اصل مسئلہ:3

باپ	ماں
عصبہ	1/3
2	1

(٦) میـــــــــــت اصل مسئلہ:6

6بیٹیاں	3دادیاں	3چاچے
2/3	1/6	عصبہ
4	1	1

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) پاکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولیٰ"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ / 2017ء

الورقة الثالثة: فقه و اصولِ فقه

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: دونوں قسموں سے کوئی دو، دو سوال حل کریں۔

﴿القسم الاوّل...... فقه﴾

سوال نمبر 1: واذا علم الشفیع بالبیع اشهد فی مجلسه ذلک علی المطالبة

(۱) شفعہ کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں نیز بتائیں کہ اگر شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اس نے شفعہ طلب نہ کیا تو حق شفعہ باطل ہو جائے گا یا نہیں؟ (۱۰)

(۲) طلب کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ تمام کی وضاحت سپرد قلم کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر 2: ویجوز الذبح بالظفر والسن والقرن اذا کان منزوعا حتی لا یکون باکله باس الا انه کره هذا الذبح

(۱) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف آئمہ مع الدلائل قلمبند کریں؟ (۱۰)

(۲) ومن نحر ناقة او ذبح بقرة فوجد فی بطنها جنینا میتا لم یوکل اشعر او لم یشعر

مسئلہ مذکورہ میں اختلاف آئمہ لکھیں نیز فریقین کے دلائل نقلیہ وعقلیہ بھی تحریر کریں؟ (۱۵=۸+۷)

سوال نمبر 3: (۱) ونبیذ العسل والتین ونبیذ الحنطلة والذرة والشعیر حلال وان لم یطبخ

مذکورہ مسئلہ میں اختلاف ہے یا نہیں؟ بصورت دیگر اس کی تفصیل بیان کریں؟ (۱۰)

(۲) باذق، نقیع الزبیب اور دردی الخمر میں سے ہر ایک کی تعریف اور حکم سپرد قلم کریں؟ (۱۵=۵×۳)

﴿القسم الثانی...... اصول فقہ﴾

سوال نمبر4: الیہ یصعد الکلم الطیب المح بالضمیر قبل الذکر

(۱) خط کشیدہ کی وجہ تفصیلاً سپرد قلم کریں؟(۱۰)

(۲) الکلم مفرد ہے یا جمع؟ اپنا مؤقف وضاحت کے ساتھ تحریر کریں؟(۱۵)

سوال نمبر5: وقیل العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ من ادلتھا التفصیلیۃ

(۱) مذکورہ تعریف کس کی ہے؟ کس نے کی ہے؟ نیز اس میں موجود قیود کے فوائد قلمبند کریں؟ (۵+۵+۵=۱۵)

(۲) حکم کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تشریح وتوضیح زینت قرطاس کریں؟(۱۰)

سوال نمبر6: لما کان القرآن نظما دالا علی المعنی قسم اللفظ بالنسبۃ الی المعنی اربع تقسیمات

(۱) عبارت کا ترجمہ کریں، نظم سے کیا مراد ہے؟ نیز مصنف نے نظم کی بجائے لفظ ذکر کیوں نہیں کیا؟ وجہ تحریر کریں؟(۵+۵+۵=۱۵)

(۲) مذکورہ چار تقسیمات اور ان کی اقسام کے نام تحریر کریں؟(۱۰)

☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2017ء

تیسرا پرچہ: فقہ واصولِ فقہ

﴿القسم الاوّل...... فقہ﴾

سوال نمبر1: واذا علم الشفیع بالبیع اشھد فی مجلسہ ذلک علی المطالبۃ

(۱) شفعہ کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں نیز بتائیں کہ اگر شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اس نے شفعہ طلب نہ کیا تو حق شفعہ باطل ہو جائے گا یا نہیں؟

(۲) طلب کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ تمام کی وضاحت سپرد قلم کریں؟

جواب: (۱) شفعہ کا لغوی معنی: صاحب ہدایہ نے شفعہ کا مآخذ، اس کا لغوی معنی اور اس کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ شفع سے مشتق ہے شفع یہ باب (فَتَحَ یَفْتَحُ) کا مصدر ہے، شفع الشیٔ بالشیٔ: ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا اور یہی شفعہ کا معنی ہے یعنی ملانا۔

شفعہ کا اصطلاحی معنی: شفعہ کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ شرکت یا پڑوس کی بنیاد پر مشتری کی ادا کردہ قیمت کے مطابق قیمت دے کر، کسی منفعت کو اپنی ملکیت میں لینا۔

جب شفیع کے لیے حق شفعہ ثابت ہو جائے تو ارض مشفوعہ کی فروختگی کا علم ہوتے ہی شفیع کے لیے اپنا حق طلب کرنا اور اس پر گواہ بنانا ضروری ہے۔ گواہ بنانا تو اس لیے ضروری ہے کہ اس سے حق شفعہ مکمل اور پختہ ہو جاتا ہے، اور طلب مواثبہ (فوراً طلب کرنا) اس وجہ سے ضروری ہے کہ حق شفعہ نہایت کمزور حق ہے، جو معمولی اعراض سے باطل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا شفیع کو چاہیے کہ جاننے کے فوراً بعد اپنا حق طلب کرے اور اس پر گواہ قائم کرے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ارض مشفوعہ کو لینے میں دلچسپی رکھتا ہے اور وہ اپنا حق ساقط کرنے کے لیے کسی بھی قیمت پر راضی نہیں ہے۔ شفیع کو بیع کا علم ہونے پر شفعہ طلب نہ کیا' تو شفعہ باطل ہو جائے گا۔

(۲) طلب کی تین اقسام ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(i) طلب مواثبہ: وہ یہ ہے کہ جانتے ہی شفیع شفعہ کو طلب کرلے، یہاں تک کہ اگر شفیع کو بیع کی خبر پہنچی اور اس نے اپنا شفعہ طلب نہیں کیا، تو شفعہ باطل ہو جائے گا، اس دلیل کی بنا پر جسے ہم نے بیان کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان: الشفعہ الخ شفعہ اس شخص کے لیے ہے جو فوراً طلب کرے) کی وجہ سے اگر شفیع کو کسی خط کے ذریعے خبر دی گئی اور شفعہ کا ذکر شروع خط میں یا درمیان خط میں تھا، پھر شفیع نے خط کو آخیر تک پڑھ لیا تو شفعہ باطل ہو جائے گا۔ یہی اکثر مشائخ کا مذہب ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت بھی یہی ہے۔ امام محمد کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ شفیع کے لیے مجلس علم ثابت ہو گی۔ دوسری روایت کو امام کرخی نے اختیار کیا ہے، اس لیے کہ جب شفیع کے لیے مالک بننے کا خیار ثابت ہے، تو اس کے لیے تامل وتفکر کا وقت ملنا بھی ضروری ہے، جیسا کہ مخیرہ عورت کے مسئلے ہیں۔

طلب کی کئی صورتیں ہیں جن میں سب سے پہلی صورت طلب مواثبہ کی ہے، جس کا حاصل خود صاحب ہدایہ نے بیان کر دیا کہ مکان کی بیع کا علم ہوتے ہی شفیع اپنا حق شفعہ طلب کرلے۔ چنانچہ اگر شفیع نے علم بالبیع کے بعد اپنا شفعہ طلب نہیں کیا تو اس کا حق ساقط ہو جائے گا، اس لیے کہ یہ بات پہلے بھی آچکی ہے کہ شفعہ حق ضعیف ہے جو معمولی اعراض سے ختم ہو جاتا ہے، کما ذکرنا سے اسی طرف اشارہ ہے۔ پھر صاحب کتاب نے ایک حدیث سے بھی فوری طلب پر استدلال کیا ہے لیکن علامہ عینی کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث نہیں بلکہ حضرت شریح کا قول ہے۔ تاہم یہ قول بھی لائق استدلال ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ شفعہ کو فوراً ہی طلب کرنا چاہیے۔

مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے آدمی کو جو شفیع ہے خط لکھا اور اس خط کے شروع میں یا درمیان میں اس نے شفعہ کا تذکرہ کیا، اب شفیع نے پورا خط پڑھ لیا اور جہاں شفعہ کا تذکرہ تھا اس پر اس نے کوئی

دھیان نہیں دیا اور نہ ہی اپنا شفعہ طلب کیا تو اکثر مشائخ کے نزدیک یہاں اور امام محمد کی اصح روایت کے مطابق ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ اس کا شفعہ باطل ہو گیا، اس لیے کہ خط پڑھنے کے دوران تذکرہ شفعہ کے وقت شفیع کا اپنا حق طلب نہ کرنا یہ اس کے اعراض اور بے رغبتی کی دلیل ہے اور اعراض کی صورت میں شفعہ نہیں ملتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں بھی نہیں ملے گا۔

(ii) طلب تقریر واشہاد: طلب کی دوسری قسم طلب تقریر اور اشہاد ہے، اس لیے کہ شفیع قاضی کے سامنے اپنا حق طلب کرنے کے لیے اشہاد کا محتاج ہے، شفیع کو بظاہر طلب مواثبہ پر اشہاد ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ طلب مواثبہ فروختگی جاننے کے معا بعد ہی ہے، لہٰذا طلب مواثبہ کے بعد شفیع کو طلب اشہاد اور تقریر کی ضرورت ہوگی۔

امام قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ طلب اشہاد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجلس علم میں طلب مواثبہ کے بعد شفیع کو چاہیے کہ تیزی سے اٹھے اور اگر ابھی تک مبیع مشتری کے حوالے نہ کی گئی ہو تو بائع کے پاس جا کر اپنے طلب پر گواہ بنالے، پھر اس طرح مشتری یا زمین کے پاس جا کر بھی اپنے طلب پر گواہ قائم کرے، اس لیے کہ ایسا کر لینے سے دنیا کو اس کے طلب کا علم ہو جائے گا اور اس کا شفعہ بھی پختہ اور تام ہو جائے گا۔

صاحب ہدایہ طلب اشہاد کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ شفیع چند لوگوں کی موجودگی میں یہ کہے کہ یہ گھر جو میرے برابر میں ہے، فلاں نے اسے خرید لیا میں اس کا شفیع ہوں میں نے پہلے بھی شفعہ طلب کیا ہے، اب بھی طلب کر رہا ہوں، آپ لوگ میری اس طلب پر گواہ رہو۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک بیع کا نام بتانا اور زمین کی حد بندی کرنا بھی ضروری ہے، اس لیے کہ تسمیہ اور تحدید سے مبیع کی ذات اور اس کا طول و عرض متعین ہو جاتا ہے اور مبیع یقینی طور سے ہو جاتی ہے۔ متعین اور معلوم شدہ چیزوں کا مطالبہ کرنا درست ہے۔ لہٰذا تسمیہ اور تحدید کے بعد شفیع کا مطالبہ درست ہو جائے گا۔

(iii) طلب خصومت اور تملک: طلب کی تیسری قسم طلب خصومت اور تملک ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد طلب خصومت میں تاخیر کر دی، تو اس کی یہ تاخیر دو وجہوں سے ہوگی: (۱) عذر کی وجہ سے۔ (۲) بغیر کسی عذر کے۔ اگر عذر کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہے تو بالاتفاق اس سے شفعہ باطل نہیں ہوگا۔ اگر بغیر عذر کے تاخیر ہوئی ہے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کی ایک روایت کے مطابق اس صورت میں بھی تاخیر کرنے سے شفعہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی عذر معقول کے بغیر ایک مہینہ تک شفیع نے طلب خصومت نہیں کیا تو اس کا شفعہ ساقط ہو جائے گا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک دوسری روایت یہ ہے کہ اگر شفیع نے قاضی کی کسی مجلس میں جا کر

طلب مخاصمہ نہیں کیا تو اس کا حق شفعہ ختم ہو جائے گا، ان کی دلیل یہ ہے کہ قاضی کی مجالس اپنے حقوق کو ثابت کرنے کے لیے وضع کی گئی ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ان مجالس میں جا کر اپنا حق ثابت نہیں کراتا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اسے وہ حق لینے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اس کا حق باطل ہو جائے گا۔

چونکہ بغیر کسی عذر کے ایک ماہ تک طلب خصومت کا ترک کیے رہنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبطل شفعہ ہے۔ لہٰذا یہاں سے ان کی دلیل ذکر کر رہے ہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو ایک ماہ کی قید لگائی ہے، وہ اس لیے لگائی ہے تاکہ مشتری کو ضرر نہ ہو، کیونکہ اگر شفیع مطلقاً طلب خصومت کو چھوڑے رکھے گا، تو اس میں مشتری کا نقصان ہوگا۔ اس لیے کہ شفیع کے توڑنے اور عمارت وغیرہ منہدم کر دینے کے خوف سے مشتری اس جگہ میں کوئی تصرف نہیں کر سکے گا اور جب تک شفیع طلب خصومت نہیں کرے گا، اس وقت تک مشتری کا یہ خوف برقرار رہے گا۔ لہٰذا مشتری کو ضرر سے بچانے کے لیے ہم نے ایک ماہ کی مدت مقرر کی ہے، تاکہ اس سے پہلے شفیع اپنا فیصلہ ظاہر کر دے اور مشتری بھی راحت کی سانس لے سکے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ایک ماہ کی مدت یہ مدت مؤخرہ ہے معجلہ نہیں ہے جیسا کہ کتاب الایمان میں دراہم کا مطالبہ کرنے کے سلسلے میں ایک ماہ سے کم قلیل مدت اور ایک ماہ سے زیادہ کو کثیر مدت تسلیم کیا گیا ہے۔

سوال نمبر 2: ویجوز الذبح بالظفر والسن والقرن اذا کان منزوعا حتی لا یکون باکلہ باس الا انہ کرہ ہذا الذبح

(۱) مذکورہ مسئلہ میں اختلاف آئمہ مع الدلائل قلمبند کریں؟

(۲) ومن نحر ناقۃ او ذبح بقرۃ فوجد فی بطنہا جنینا میتا لم یوکل اشعر او لم یشعر

مسئلہ مذکورہ میں اختلاف آئمہ لکھیں نیز فریقین کے دلائل نقلیہ وعقلیہ بھی تحریر کریں؟

جواب: (۱) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ناخن، دانت اور سینگ سے ذبح کرنا جائز ہے، بشرطیکہ یہ علیحدہ ہوں، یہاں تک کہ ذبیحہ کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ یہ ذبح مکروہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذبیحہ مردار ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ جن جانوروں کا خون نکال کر ان کی رگیں کاٹ دی گئی ہوں، انہیں کھاؤ، ناخن اور دانت کے علاوہ، اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں حبشیوں کی چھری ہیں۔ اس لیے کہ یہ غیر مشروع کام ہے۔ لہٰذا ذبح صحیح نہیں ہوگا جیسا کہ اس صورت میں جب بغیر اکھڑے ہوئے دانت وغیرہ سے ذبح کیا جائے۔ احناف کے

جس طرح چھری اور دھار دار آلے سے جانوروں کو ذبح کرنا درست ہے اس طرح یہاں اگر ناخن اور دانت وغیرہ اکھاڑ لیے گئے ہوں اور ان میں دھار بھی ہو تو ان سے بھی جانوروں کو ذبح

کیا جا سکتا ہے اور ان کا ذبیحہ حلال الاکل ہوگا۔ البتہ اس طرح ذبح کرنا پسند نہیں ہے۔
امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ ناخن وغیرہ سے ذبح کیا ہوا جانور مردار اور حرام ہے، کیونکہ حدیث میں واضح طور پر ناخن اور دانت کا ذبیحہ کھانے سے منع کیا گیا ہے اور انہیں اہل حبشہ کی چھری اور ان کی علامت بتایا گیا ہے۔ پھر یہ کہ ناخن وغیرہ سے ذبح کرنا ایک غیر مشروع فعل ہے۔ لہٰذا جس طرح کسی بھی اکھاڑے ہوئے دانت وغیرہ سے ذبح کرنے کی صورت میں ذبح صحیح نہیں ہوتا، اسی طرح اس صورت میں بھی ذبح صحیح نہیں ہوگا اور ذبح کی عدم صحت کی بناء پر ذبیحہ مردار ہوتا ہے، اسی طرح ان صورتوں میں بھی یہ بھی مردار ہوگا۔

نبی پاک علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جس چیز سے چاہو خون بہا دو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس چیز سے دل چاہے رگیں کاٹ دو۔ وہ حدیث جو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے وہ غیر منزوع پر محمول ہے، کیونکہ اہل حبشہ اسی طرح کیا کرتے تھے اس لیے کہ ناخن وغیرہ زخمی کرنے کا آلہ ہیں، تو ان سے مقصود یعنی خون نکالنا حاصل ہو جائے گا اور یہ پتھر اور لوہے کی مثل ہو جائیں گے۔ برخلاف غیر منزوع کے، کیونکہ (اس صورت میں) ذابح بوجھ سے (جانور کو) قتل کرے گا۔ لہٰذا یہ گلا گھونٹے ہوئے جانور کے درجے میں ہو جائے گا اور مکروہ اس لیے ہے کہ اس میں آدمی کے جزء کا استعمال ہے۔ اس لیے بھی کہ اس میں حیوان کے ساتھ سختی ہے جبکہ ذبح کے سلسلے میں ہمیں نرمی اور احسان کا حکم دیا گیا ہے۔

جواز ذبح پر احناف کی دو دلیلیں: (i) اس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث میں مطلق کہا گیا ہے کہ جس چیز سے بھی چاہو خون بہا دو، کیونکہ مقصد اصلی انہار دم ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ بغیر اکھڑے ہوئے ناخن وغیرہ سے متعلق ہے، کیونکہ اہل حبشہ اسی طرح غیر منزوع ناخن وغیرہ سے ہی ذبح کرنے کے عادی تھے، اور غیر منزوع کی صورت میں ہم بھی عدم جواز کے قائل ہیں۔

(ii) دوسری دلیل یہ ہے کہ ذبح کا اصلی مقصد خون بہانا ہے اور وہ ناخن وغیرہ سے ذبح کرنے کی صورت میں بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جس طرح لوہے اور پتھر سے ذبح جائز ہے، ایسے ہی ان چیزوں سے بھی ذبح درست ہوگا۔

البتہ اگر ناخن وغیرہ اکھڑے ہوئے نہ ہوں تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں ناخن کی تیزی سے نہیں بلکہ ذابح کے بوجھ سے جانور مرے گا اور یہ منخنقہ کی صورت ہو جائے گی اور منخنقہ حرام ہے، اس لیے یہ بھی حرام ہوگا۔

علیحدہ شدہ ناخن وغیرہ سے ذبح درست ہے مگر یہ صورت مکروہ ہے، اس لیے کہ اس میں ایک تو انسان کے جزء کا استعمال ہوتا ہے، جس سے انسانیت کی توہین ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ ذبح کے سلسلے میں

نرمی اور رفق کی تاکید کی گئی ہے۔ ان صورتوں میں سختی اور تعذیب ہے، اس لیے یہ صورتیں ذبح کے حوالے سے مکروہ تو ہوں گی مگر جائز ہوں گی۔

(۲) مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ائمہ: جس نے اونٹنی کا نحر کیا یا گائے ذبح کی پھر اس کے پیٹ میں مرا ہوا بچہ پایا تو خواہ اس کے بال اُگے ہوں یا نہ اُگے ہوں، اسے کھایا نہیں جائے گا۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے اور یہی امام زفر اور حضرت امام حسن بن زیاد رحمہما اللہ تعالیٰ کا بھی قول ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر اس کی خلقت تام ہوگئی ہے تو اسے کھایا جائے گا، یہی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی قول ہے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنین کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ ہے، اس لیے جنین حقیقتاً ماں کا جزء ہے کہ اس کے ساتھ متصل رہتا ہے، حتیٰ کہ اسے قینچی کے ذریعے الگ کیا جاتا ہے اور ماں کی غذا سے جنین غذا حاصل کرتا ہے اور اس کے سانس لینے سے یہ بھی سانس لیتا ہے، اس طرح حکماً وہ بھی ماں کے تابع ہے۔ یہاں تک کہ ماں پر منعقد ہونے والی بیع میں بھی وہ داخل ہو جاتا ہے اور ماں کو آزاد کرنے سے وہ بھی آزاد ہو جاتا ہے۔ جب جنین ماں کا جزء ہے تو ماں کو زخم دینا اس کے لیے بھی ذکاۃ (رحمہم اللہ) ہوگی، شکار کی طرح جنین کی ذکاۃ سے عاجزی کے وقت۔

اگر اونٹ یا بکری کو ذبح کیا گیا اور ذبیحہ کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ برآمد ہوا تو اس سلسلے میں امام صاحب، امام زفر اور حضرت حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ وہ بچہ خواہ تام الخلقت ہو یا نہ ہو، اسی طرح اس کے بال اُگے ہوں یا نہ اُگے ہوں بہر صورت ذبح کے بغیر اسے کھایا نہیں جائے گا۔

حضرات صاحبین اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ اگر وہ بچہ تام الخلقت ہے تو بغیر ذبح کے اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسے کھایا جائے گا۔ اپنے مسلک پر ان حضرات نے دو دلیلیں ذکر فرمائی ہیں: (i) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ذکاۃ الجنین ذکاۃ أمہ۔ یہ حدیث صاف لفظوں میں یہ بتا رہی ہے کہ ماں کی ذکاۃ بچے کے لیے کافی ہے، الگ سے اسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ii) دوسری دلیل جو عقلی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ جنین ماں کے ساتھ متصل ہونے، ماں کی غذا سے غذا حاصل کرنے اور ماں کی سانس سے سانس لینے کی وجہ سے حقیقتاً اپنی ماں کا جزء ہوا کرتا ہے، اسی طرح ماں کی بیع میں داخل ہونے اور ماں کی آزادی سے آزاد ہونے کی بناء پر جنین حکماً بھی اپنی ماں کا جزء ہے۔ لہٰذا ماں کی ذکاۃ اس کے لیے کافی ہوگی اور یہ ایسا ہی ہے جیسے شکار میں ذکاۃ اختیاری سے عاجز ہونے کی صورت میں ذکاۃ اضطراری سے کام لیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں بھی اس کی ماں کی ذکاۃ پر اکتفاء کر لیا جائے گا۔

امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ جنین حیات میں اصل ہے حتیٰ کہ ماں کی موت کے بعد بھی اس کی حیات متصور ہوتی ہے، اس وقت الگ سے ذبح کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جنین ایجاب غرہ میں منفرد ہوتا ہے۔ اس کی طرف منسوب آزادی سے وہ آزاد ہو جاتا ہے اور اس کے لیے یا (کسی کے لیے) اس کی

وصیت کرنا درست ہوتی ہے۔ وہ خون والا جانور ہے اور ذکاۃ کا مقصود یعنی خون اور گوشت میں امتیاز پیدا کرنا ماں کے زخمی کرنے سے حاصل نہیں ہوتا، اس لیے کہ ماں کو زخمی کرنا جنین سے خون نکلنے کا سبب نہیں ہے۔ لہٰذا خروج دم کے حق میں جنین کو ماں کے تابع نہیں بنایا جائے گا۔

برخلاف شکار کو زخمی کرنے کے، اس لیے کہ زخم تھوڑا خون نکلنے کا سبب ہے۔ لہٰذا بوقت عذر اسے کل کے قائم مقام کر دیا جائے گا اور جنین کو جواز طلب کرنے کے لیے بیع میں داخل کیا جاتا ہے تاکہ اس کو استثناء کرنے سے بیع فاسد نہ ہو جائے اور ماں کو آزاد کرنے سے اس لیے جنین آزاد ہو جاتا ہے تاکہ آزاد ماں سے رقیق بچہ جدا نہ ہو۔

سوال نمبر 3: (۱) **ونبیذ العسل والتین ونبیذ الحنطة والذرة والشعیر حلال وان لم یطبخ**

مذکورہ مسئلہ میں اختلاف ہے یا نہیں؟ بصورت دیگر اس کی تفصیل بیان کریں۔

(۲) باذق، نقیع الزبیب اور دردی الخمر میں سے ہر ایک کی تعریف اور حکم سپرد قلم کریں؟

جواب: (۱) فرماتے ہیں کہ شہد اور انجیر کی نبیذ اور گیہوں، جوار اور جو کی نبیذ حلال ہے اگر پکائی نہ جائے۔ یہ حکم حضرات شیخین کے یہاں ہے جبکہ لہو و سرود کے بغیر ہو، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: خمر ان دو درختوں سے بنتی ہے اور آپ نے انگور اور کھجور کے درختوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریم کو انہی دو درختوں کے ساتھ خاص کر دیا اور مراد حکم کو بیان کرنا ہے۔

<u>مذکورہ مسئلہ کی تفصیل</u>: اگر کوئی شخص شہد اور انجیر کا خلیط پیتا ہے یا گندم، جو اور جوار کا مکس شربت پیتا ہے تو حضرات شیخین رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ جائز اور حلال ہے اور اسے پینے میں کوئی قباحت یا کراہت نہیں ہے اگر پکائے بغیر پئے۔ البتہ یہ چیز لہو و سرود سے عاری ہو اور قوت بدن اور اصلاح جسم کی نیت سے ایسا کیا جائے۔ اس کے حلال ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے: "الخمر من هاتين الشجرتين" اس حدیث سے درجہ استدلال اس طور پر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور اور کھجور کے درختوں کے ساتھ تحریم کو خاص فرما دیا ہے۔ لہٰذا اگر انگور یا کھجور کے ساتھ کسی چیز کو ملا کر اور خلیط بنا کر پیا جائے گا تو اس سے حرمت متعلق ہو گی۔ صورت مسئلہ میں چونکہ شہد اور انجیر یا گندم اور جو وغیرہ کو ملانے اور مکس کرنے کا مسئلہ ہے، اس لیے اس صورت میں مذکورہ شرابوں سے حرمت متعلق نہیں ہو گی اور انہیں پینا درست اور حلال ہو گا۔

<u>(۲) باذق کا حکم</u>: اگر انگور کے شیرہ کو اتنی مقدار میں پکایا جائے کہ اس کا دو تہائی سے کم مقدار ختم ہو جائے تو عربی میں اسے باذق اور فارسی میں بادہ کہتے ہیں، اگر اتنی دیر تک پکایا جائے کہ عصیر عنب کی نصف مقدار ختم ہو جائے تو اسے منصف کہتے ہیں' ان دونوں کا حکم یہ ہے کہ ہمارے یہاں دونوں کا پینا حرام ہے

لیکن امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جب ان میں جوش، تیزی اور جھاگ پیدا ہو جائے تب ان سے حرمت متعلق ہوگی۔ حضرات صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے یہاں محض اشتداد سے ہی حرمت متعلق اور متحقق ہو جائے گی۔

نقیع الزبیب کا حکم: اشربہ محرمہ کی اقسامِ اربعہ میں سے یہ چوتھی قسم ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کشمش اور منقے کا کچا پانی اگر تیز ہو جائے اور اس میں جوش آ جائے تو ہمارے یہاں اس کا پینا حرام اور ناجائز ہے لیکن امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا پینا درست اور مباح ہے۔ خمر کے علاوہ باذق، منصف، نقیع تمر اور نقیع زبیب وغیرہ کی حرمت سے کم اور معمولی ہے۔ خمر اور دیگر اشربہ ثلاثہ میں چار وجہ سے فرق ہے:

(i) خمر کو حلال سمجھنے والا کافر ہے لیکن دیگر اشربہ کو حلال گرداننے والا کافر نہیں ہے۔

(ii) خمر کی حرمت یقینی اور قطعی ہے جس کا ثبوت کتاب وسنت اور اجماع تین ادلہ سے ثابت ہے جبکہ دیگر اشربہ کی حرمت ظنی اور اجتہادی ہے۔

(iii) اگر کوئی مسلمان خمر کا ایک قطرہ بھی پی لے تو اس پر حد جاری ہوگی لیکن دیگر شرابوں کے پینے سے اسی وقت حد جاری ہوگی جب پینے والے کو نشہ آ جائے۔ چنانچہ اگر پینے والے کو نشہ نہیں آیا تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

(iv) اس بارے میں خمر کی نجاست، نجاستِ غلیظہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور صرف ایک ہی روایت ہے جبکہ دیگر شرابوں کی نجاست کے متعلق دو روایتیں ہیں: (۱) ایک میں انہیں نجاستِ غلیظہ کہا گیا ہے اور (۲) دوسری روایت میں ان کی نجاست کو نجاستِ خفیفہ کہا گیا ہے۔ لہٰذا جب خمر اور دیگر شرابوں میں اس قدر فرق کثیر ہے تو ظاہر ہے کہ خمر کی حرمت ان شرابوں کی حرمت سے عالی اور تیز ہوگی اور اس کے سامنے ان شرابوں کی حرمت معمولی اور ہلکی ہوگی۔

دردی الخمر کا حکم: شراب کی تلچھٹ پینا اور اس سے کنگھی کرنا یا کسی اور طرح سے استعمال کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ خمر کی تلچھٹ میں خمر کے اجزاء ہوتے ہیں اور خمر حرام ہے۔ لہٰذا اس کے کسی بھی جز سے نفع اٹھانا حلال نہیں ہوگا۔ اس لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ نہ تو خمر سے انسان کے زخم کا علاج کرنا درست ہے اور نہ ہی جانور وغیرہ کے، اسی طرح نہ تو کسی ذمی کو خمر پلانا درست ہے اور نہ ہی کسی بچے کو بر بنائے دوا اور علاج خمر پلانا درست ہے، کیونکہ اس میں خمر کے ساتھ اقتراب لازم آتا ہے، اس لیے شریعت نے ہمیں اس سے اجتناب کا حکم دیا ہے۔ اگر کوئی شخص بچے یا جانور یا کسی اور کو خمر پلاتا ہے تو اس کا مجرم پلانے والا ہوگا اور اس کا وبال اسی پر عائد ہوگا۔

﴿القسم الثانی...... اُصولِ فقہ﴾

سوال نمبر 4: الیہ یصعد الکلم الطیب افتح بالضمیر قبل الذکر

(۱) خط کشیدہ کی وجہ تفصیلاً سپرد قلم کریں؟

(۲) الکلم مفرد ہے یا جمع؟ اپنا مؤقف وضاحت کے ساتھ تحریر کریں؟

جواب: (۱) خط کشیدہ عبارت کی وضاحت: یہ عبارت حاشیہ میں ہے جو علامہ سید میر شریف کی ہے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے حجرہ سے ملی، خطبہ میں استعمال ہے اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ بظاہر ضمیر کا مرجع ذکر نہیں لیکن قانون یہ ہے کہ جب ضمیر کا مرجع "حاضر فی الذھن" ہو تو ضمیر کا لوٹانا صحیح ہوتا، مؤمن کے ذہن میں "اللہ تعالیٰ" ہر وقت حاضر رہتا ہے کلام کی ابتداء میں تو بطریق اولیٰ ذہن میں رہتا ہے تو اس کی طرف ضمیر کا لوٹانا درست ہے۔

(۲) الکلم میں احتمالات: الکلم میں تین احتمال ہیں:

(i) اسم جنس ہو (ii) اسم جمع ہو (iii) جمع ہو

آخری دونوں صورتوں میں یہ اعتراض وارد ہوگا کہ جمع مکسر کی صفت واحد مؤنث یا جمع آ سکتی ہے واحد مذکر نہیں تو "الطیب" صفت کیسے صحیح ہے؟

اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) ایسی جمع جس کے واحد اور اس کی جمع میں "تاء" سے فرق کریں "تا" آئے تو واحد ہو جیسے: "الکلمة، التمرة، النخلة اور "تا" نہ آئے تو جمع ہو جیسے: الکلم، التمر، النخل۔ تو اس کی صفت واحد مؤنث بھی آ سکتی ہے اور واحد مذکر بھی جیسے "نَخْلٍ خَاوِیَةٍ" اور "نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ" (مصنف نے اپنی شرح "توضیح" میں بھی یہی جواب دیا)

(۲) یہاں حذف مضاف ہے اور اصل میں معنوی لحاظ سے عبارت یوں ہے: "بعض الکلم الطیب" یعنی "الطیب" صفت ہے "بعض" کی، نہ کہ "الکلم" کی۔

سوال نمبر 5: وقیل العلم بالاحکام الشرعیة العملیة من ادلتھا التفصیلیة

(۱) مذکورہ تعریف کس کی ہے؟ کس نے کی ہے؟ نیز اس میں موجود قیود کے فوائد قلمبند کریں؟

(۲) حکم کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں ہر ایک کی تشریح و توضیح زینت قرطاس کریں؟

جواب: (۱) یہ تعریف علم فقہ کی ہے جو بعض حضرات نے کی ہے یعنی تعریف میں "العلم" جنس ہے۔ اور باقی تمام فصلیں ہیں۔

قیود کے فوائد: ماتن کے قول بالاحکام میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ حکم کا معنی ہے: ایک امر کا اسناد دوسرے امر کی طرف کرنا۔ "ویمکن ان یراد الحکم المصطلح وھو

خطاب اللہ تعالیٰ المتعلق بالمکلفین اقتضاء او تخییرا" اور ممکن ہے کہ حکم کا اصطلاحی معنی لیا جائے وہ یہ ہے: حکم اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خطاب مکلفین کے ساتھ متعلق ہو اقتضاء یاتخییرا۔ تو ذات اور "صفات جو احکام نہیں" وہ نکل جائیں گی، کیونکہ وہ احکام نہیں یعنی تصورات نکل جائیں گے اور تصدیقات باقی رہیں گی۔

تعریف میں جو شرعیہ کی قید لگائی گئی اس سے احکام عقلیہ اور جنسیہ کا علم نکل گیا، جیسے "العالم محدث والنار محرقة۔"

(۲) حکم کی قسمیں: حکم کی دو قسمیں ہیں:

(i) حکم شرعی (ii) حکم غیر شرعی

1- حکم شرعی: حکم شرعی اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ کا خطاب جو شرع پر موقوف ہے۔

2- حکم غیر شرعی: حکم غیر شرعی سے مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خطاب شرع پر موقوف نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق شرع پر موقوف نہیں بلکہ شرع ان پر موقوف ہے۔

سوال نمبر 6: لما کان القراٰن نظما دالا علی المعنی قسم اللفظ بالنسبة الی المعنی اربع تقسیمات

(۱) عبارت کا ترجمہ کریں، نظم سے کیا مراد ہے؟ نیز مصنف نے نظم کی بجائے لفظ ذکر کیوں نہیں کیا؟ وجہ تحریر کریں؟

(۲) مذکورہ چار تقسیمات اور ان کی اقسام کے نام تحریر کریں؟

جواب: (۱) ترجمہ عبارت: جب قرآن نظم ہے جو معنی پر دال ہے تو لفظ کی باعتبار معنی کے چار تقسیمیں بیان کیں۔

نظم سے مراد: نظم مراد یہاں لفظ ہے لیکن لفظ ذکر استعمال نہیں کیا، اس لیے کہ لفظ کا ذکر قرآن پاک کے لیے ادب کی قسم میں تمہیں آتا ہے: "ان اللفظ فی الاصل اسقاط شیء من الفم فلھذا اختار النظم مقام اللفظ" اس لیے کہ اصل میں لفظ کا معنی ہے پھینکنا، اسی وجہ سے لفظ کی جگہ نظم کو اختیار کیا گیا۔ "فاوثر النظم رعایة للادب واشارة الی تشبیه الکلمات بالدر" نظم کو اختیار کیا گیا ہے ادب کا لحاظ کرتے ہوئے اور کلمات کو موتیوں سے تشبیہ کی طرف بھی اشارہ پایا گیا ہے۔

(۲) مذکورہ چار تقسیمات: (1) باعتبار وضع کے اس کی تقسیم خاص، عام اور مشترک وغیرہ کی طرف ہے۔ (2) باعتبار استعمال کے تقسیم ثانی ہے کہ دیکھا جائے گا لفظ موضوع لہ میں استعمال ہو رہا ہے یا غیر موضوع لہ میں۔ (3) تیسری تقسیم باعتبار ظہور معنی، خفاء معنی اور ان کے مراتب کے بیان میں ہے۔ (4) چوتھی تقسیم الفاظ کی معانی پر دلالت کرنے کی کیفیت کے بیان میں ہے۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولیٰ"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/ 2017ء

﴿الورقة الرابعة: اصول حدیث و اصول تحقیق﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: دونوں قسموں سے کوئی دو، دو سوال حل کریں۔

﴿القسم الاوّل ...... اصول حدیث﴾

سوال نمبر 1: ثم الغرابة اما ان تکون فی اصل السند او لا

(۱) غرابت اور اصل سند سے کیا مراد ہے؟ تفصیلاً وضاحت کریں؟ (۵+۵=۱۰)

(۲) فرد مطلق اور فرد نسبی کی تعریف کریں؟ نیز غریب پر فرق کا اطلاق کم ہونے کی وجہ قلمبند کریں؟ (۵+۵+۵=۱۵)

سوال نمبر 2: (۱) مدرج الاسناد اور مدرج المتن کی تعریف تحریر کریں؟ (۵+۵=۱۰)

(۲) مدرج المتن کی کتنی اور کون کون سی صورتیں ہیں؟ نیز ادراج کی معرفت کے اسباب سپرد قلم کریں؟ (۷+۸=۱۵)

سوال نمبر 3: (۱) صیغ اداء کتنے اور کون کون سے ہیں؟ شرح نخبۃ الفکر کی روشنی میں جواب دیں۔ (۱۰)

(۲) درج ذیل اصطلاحات میں سے کسی تین کی تعریف مع حکم بیان کریں؟ (۳×۵=۱۵)

(۱) المحرف ۔ (۲) البدعة (۳) البدل (۴) الوصية (۵) المتشابة

﴿القسم الثانی ...... اصول تحقیق﴾

سوال نمبر 4: (۱) موضوع کی تحدید کے ضروری ہونے کی وجوہات اور اس کے طریقہ کار کو آسان انداز میں بیان کریں؟ (۱۰)

(۲) محقق مقدمہ میں جن اہم امور کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے آپ ان میں سے درج ذیل کی وضاحت کریں؟ (۳×۵=۱۵)

(i) اہمیت موضوع۔ (ii) منہج تحقیق۔ (iii) محنت وکاوش اور وسائل تحقیق

سوال نمبر 5: (۱) کیا مراجع سے نقل کرنا درست ہے؟ وضاحت کریں؟ (۱۰)

(۲) مصادر اور مراجع میں فرق کی وضاحت کم از کم دو مثالیں دے کر سپرد قلم کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر 6: (۱) تعدد مصادر کی تشریح و توضیح قلمبند کریں؟ (۱۰)

(۲) جدید مصادر کے بارے میں احتیاط کے لزوم کو مختصر مگر جامع انداز میں بیان کریں؟ (۱۵)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2017ء

چوتھا پرچہ: اصول حدیث واصول تحقیق

﴿القسم الاوّل...... اصول حدیث﴾

سوال نمبر 1: ثم الغرابة اما ان تكون فی اصل السند او لا

(۱) غرابت اور اصل سند سے کیا مراد ہے؟ تفصیلاً وضاحت کریں؟

(۲) فرد مطلق اور فرد نسبی کی تعریف کریں نیز غریب پر فرق کا اطلاق کم ہونے کی وجہ قلمبند کریں؟

جواب: (۱) غرابت: کسی حدیث کی سند کے تمام طبقات یا کسی ایک طبقہ میں شخص واحد کا حدیث روایت کرنے میں مستقل ہونا، غرابت کہلاتا ہے۔ ایسی حدیث کو غریب کہا جاتا ہے۔ غریب کی دو قسمیں ہیں: (۱) غریب مطلق (۲) غریب نسبی۔

غریب مطلق: وہ حدیث ہے جس کی اصل سند میں غرابت واقع ہو یعنی وہ حدیث جس کی اصل سند میں اسے ایک ہی شخص روایت کرے مثلاً انما الاعمال بالنیات ٥

اس حدیث کو اکیلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

غریب نسبی: وہ حدیث ہے، جس میں غرابت سند کے درمیان میں واقع ہو یعنی اصل سند میں تو اسے ایک سے زائد راوی روایت کریں لیکن پھر ان راویوں سے ایک ہی راوی بیان کرے، مثلاً یہ حدیث ہے: مالك عن الزهری عن انس رضی الله تعالٰی عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم دخل مكة وعلٰی راسه المغفر ٥

اس حدیث کو امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اکیلے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں۔

اصل سند: لغوی معنی: جس پر اعتماد کیا جائے یعنی سہارا۔ سند کو سند اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حدیث کا سہارا بنتی ہے۔

اصطلاحی تعریف: راویوں کا وہ سلسلہ جو متن تک پہنچائے۔

(۲) فرد مطلق: اصل سند میں غرابت ہو یعنی جہاں سے سند چلی ہے اور متن کی جہاں تک انتہاء

ہے یعنی صحابی راوی ایک ہو، یا اپنے اطلاق کی وجہ سے فرد مطلق کہلاتی ہے۔
فرد نسبی: جب سند کے درمیان میں تفرد ہو جس طرح صحابی سے راوی تو ایک سے زائد ہوں لیکن بعد میں ایک راوی ہو اور اس سے روایت کرنے والا بھی ایک ہو تو یہ فرد نسبی ہے۔ اس کا نام فرد نسبی اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں تفرد ایک فرد معین کے لحاظ سے پایا گیا ہے، اگرچہ بعض اوقات وہ لوگوں میں مشہور ہوتی ہے لیکن راوی کے متفرد ہونے کی وجہ سے "فرد نسبی" کہلاتی ہے۔
غریب پر فرد کا اطلاق کم ہونے کی وجہ: غریب پر فرد کا اطلاق کم ہونے کی وجہ اس کا ضعف اور کم استعمال ہونا ہے۔

سوال نمبر 2: (۱) مدرج الاسناد اور مدرج المتن کی تعریف تحریر کریں؟
(۲) مدرج المتن کی کتنی اور کون کون سی صورتیں ہیں نیز ادراج کی معرفت کے اسباب سپرد قلم کریں؟

جواب: (۱) جواب حل شدہ پرچہ 2015ء میں دیکھیں۔
جواب: (۲) مردود کی ایک قسم مدرج المتن ہے: چاہیں تو اس کو آٹھویں قسم کہہ لیں چاہیں تو مدرج کی دوسری قسم کہہ لیں کہ مدرج کی دو قسمیں ہیں: "مدرج الاسناد" اور "مدرج المتن" "مدرج المتن یہ ہے کہ متن حدیث کے اول میں یا وسط میں یا آخر میں راوی نے کچھ الفاظ بڑھائے ہوں لیکن سمجھا جائے کہ یہ حدیث کا حصہ ہیں۔
اوّل کی مثال: جس طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اسبغوا الوضوء ویل للأعقاب من النار" اس میں سمجھ آتا ہے کہ "اسبغوا الوضوء" مرفوع حدیث کا متن ہے، حالانکہ یہ الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وضاحت کے لیے بڑھائے ہیں۔ بخاری کی دوسری روایت میں ہے: "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال "اسبغوا الوضوء فان ابا القاسم قال ویل للاعقاب من النار"۔
اس روایت میں بہت واضح ہے کہ مرفوع حدیث "ویل للاعقاب من النار" ہے۔ البتہ قول صحابی "اسبغوا الوضوء" بھی موقوف حدیث ہے۔
متن کے درمیان مدرج کی مثال: جیسے نسائی کی روایت میں فضالہ کی مرفوع حدیث ہے:
"انا زعیم" والزعیم الحمیل لمن آمن بی واسلم و جاھد فی سبیل اللہ "ببیت فی ربض الجنۃ"
اس حدیث میں "والزعیم الحمیل" کے الفاظ راوی کی وضاحت ہیں۔
متن کے آخر میں مدرج کی مثال: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے: "للعبد

المملوك أجران" والذی نفسی بیده لولا الجهاد فی سبیل الله والحج ان اموت وانا مملوك"

اس حدیث میں مرفوع حدیث صرف: "للعبد المملوك أجران" ہے، اس کے بعد والے الفاظ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اپنے ہیں، جن میں ایک تمنا کا اظہار ہے۔ موقوف حدیث کے الفاظ مرفوع سے مل جائیں تو وہ مدرج المتن ہے۔ مندرجہ بالا تمام مثالیں اس کی ہیں۔ جب صحابی سے نیچے والا کوئی راوی وضاحت کے لیے کچھ الفاظ متن حدیث میں ملا دے وہ مدرج المتن کہلائے گا۔

ادراج کی معرفت کے اسباب: ادراج کی معرفت کے کثیر اسباب ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-دوسری روایت میں وہ مدرج کلام الگ درج ہو۔
۲-بعض باخبر آئمہ کا اس کی وضاحت کرنا۔
۳-خود دار کا اقرار کرنا کہ اس نے اس کلام میں ادراج کیا ہے۔
۴-اس بات کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہونا محال ہو۔

سوال نمبر 3: (ا) صیغ اداء کتنے اور کون کون سے ہیں؟ شرح نخبۃ الفکر کی روشنی میں جواب دیں۔
(۲) درج ذیل اصطلاحات میں سے کسی تین کی تعریف مع حکم بیان کریں؟
(ا) المحرف ۔ (۲) البدعة (۳) البدل (۴) الوصیة (۵) المتشابة

جواب: (ا) صیغہ اداء کے آٹھ مراتب ہیں:

پہلا مرتبہ: سمعت وحدثنی

دوسرا مرتبہ: اخبرنی و قرأت علیه

تیسرا مرتبہ: قرئ علیه، انا أسمع

چوتھا مرتبہ: انبأنی

پانچواں مرتبہ: ناولنی

چھٹا مرتبہ: شافهنی ای بالاجازة

ساتواں مرتبہ: کتب الی بالاجازة

آٹھواں مرتبہ: عن فلان

اس قسم کے الفاظ جن میں سماع اور اجازت کا احتمال پایا جائے اور اسی طرح عدم سماع کا بھی احتمال پایا جائے جیسے: قَالَ، ذَکَرَ، رَوٰی۔

جواب (۲): (i) المحرف: اگر مخالفت کسی ایک حرف کی تبدیلی کی وجہ سے ہو یا ایک سے

زیادہ حروف کی تبدیلی کی وجہ سے ہو لیکن سیاق میں صورت خط باقی رہے۔ اگر اس تبدیلی کی نسبت نقطوں کی طرف ہو تو مصحف ہے اور اگر تبدیلی کی نسبت شکل کی طرف ہو تو اسے محرف کہا جائے گا۔ تبدیلی اکثر طور پر متن حدیث میں ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "احتجر في المسجد" لیکن ابن لہیعہ کی روایت میں ہے: " احتجم في المسجد" ۔ سند میں تبدیلی ہو جیسا کہ شعبہ کی روایت میں ہے: "العوام بن مراجم قیسی کی روایت عثمان بن مہدی سے لیکن یحیٰ ابن معین نے "العوام ابن مزاحم" ذکر کیا ہے۔

(ii) **الوصیۃ:** کوئی شخص اپنی موت کے وقت یا سفر کے وقت معین شخص کو اپنا کوئی ایک قانون یا کئی ایک قوانین پر مشتمل کتاب دے تو آئمہ حقدمین نے تو ان اصولوں کو روایت کرنے کی اجازت دی ہے لیکن جمہور حضرات نے کہا ہے کہ اجازت روایت شرط ہے، بغیر اجازت کے روایت درست نہیں ہے۔

(iii) **المتشابۃ:** جب راوی کے اسماء خط اور بولنے کے لحاظ پر متفق ہوں اور ان کے آباء کے نام بولنے میں مختلف ہوں اگرچہ خط میں متفق ہوں، ان کا جاننا بھی ضروری تاکہ دو کو ایک نہ سمجھے جیسے محمد بن عقیل (بفتح العین) اور محمد بن عُقیل (بضم العین) پہلے نیشاپوری ہیں اور دوسرے فریابی ہیں۔ دونوں مشہور ہیں اور دونوں کے طبقات بھی قریب ہیں۔

﴿القسم الثانی...... اصول تحقیق﴾

سوال نمبر 4: (۱) موضوع کی تحدید کے ضروری ہونے کی وجوہات اور اس کے طریقہ کار کو آسان انداز میں بیان کریں؟

(۲) محقق مقدمہ میں جن اہم امور کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے آپ ان میں سے درج ذیل کی وضاحت کریں؟

(i) اہمیت موضوع۔ (ii) منہج تحقیق۔ (iii) محنت و کاوش اور وسائل تحقیق

جواب: دونوں اجزاء کا جواب حل شدہ پرچہ جات 2015ء میں دیکھیں۔

سوال نمبر 5: (۱) کیا مراجع سے نقل کرنا درست ہے؟ وضاحت کریں؟

(۲) مصادر اور مراجع میں فرق کی وضاحت کم از کم دو مثالیں دے کر سپرد قلم کریں؟

جواب: دونوں جزوں کا جواب حل شدہ پرچہ بابت 2015ء میں دیکھیں۔

سوال نمبر 6: (۱) تعدد مصادر کی تشریح و توضیح قلمبند کریں؟

(۲) جدید مصادر کے بارے میں احتیاط کے لزوم کو مختصر مگر جامع انداز میں بیان کریں؟

جواب: دونوں جزوں کا جواب حل شدہ پرچہ 2015ء میں دیکھیں۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولىٰ"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/ 2017ء

﴿الورقة الخامسة: لشرح معانی الآثار﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: السوال الاول اجباری ولك الخيار فی البواقی ان تجيب عن النين

السوال الاول: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰی قَالَ حَدَّثَنِیْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدِ الْاَنْصَارِیَّ رَاٰی الْاَذَانَ فِی الْمَنَامِ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ عَلِّمْهُ بِلَالًا فَقَامَ بِلَالٌ فَاَذَّنَ مَثْنٰی مَثْنٰی

(۱)شکل الحديث و ترجمه الی الاردية ثم بين معنی الترجيع لغة و شرعا؟ (۵+۵+۱۰=۲۰)

(۲)فصل اختلاف الآئمة فی الترجيع مع دلائلهم ورجح مذهب الاحناف بطريق النظر؟ (۱۰+۱۰=۲۰)

السوال الثانی: عن خباب قال شكونا الی رسول الله صلی الله عليه وسلم حر الرمضاء بالهجير فما أشكانا

(۱)ترجم الحديث الی الاردية ثم اكتب مقالة وجيزة مشتملة علی حالات خباب رضی الله عنه؟ (۵+۱۰=۱۵)

(۲)اذكر اختلاف الآئمة فی استحباب تعجيل الظهر وتاخيره مع دلائلهم وبين نظر الطحاوی فيه؟ (۱۰+۵=۱۵)

السوال الثالث: عن ابی صالح عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم كان يقول فی سجوده اللهم اغفرلی ذنبی كله دقه وجله اوله وأخره وعلانيته وسره

(۱)ترجم الحديث الی الاردية بعد تشكيل سنده ومتنه ثم اشرح الكلمات المخطوطة؟ (۵+۵+۵=۱۵)

(۲)هل ينبغی للرجل ان يدعو فی ركوعه و سجوده بما احب اولا؟ بين مذهب الاحناف واجب عن الحديث المذكور؟ (۱۰+۵=۱۵)

السوال الرابع: عن جابر قال جاء سليك الغطفاني في يوم الجمعة و رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر فقعد سليك قبل ان يصلي فقال له النبي صلى الله عليه وسلم أركعت ركعتين قال لا قال قم فاركعهما

(۱) ترجم الحديث الى الاردية ثم بين مذهب الامام الشافعي والامام احمد في هذه المسئلة مع دلائلهما؟ (۵+۱۰=۱۵)

(۲) رجح مذهب الاحناف بالدلائل ثم اذكر نظر الطحاوي رحمه الله تعالىٰ؟ (۱۰+۵=۱۵)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2017ء

پانچواں پرچہ: شرح معانی الآثار

سوال نمبر 1: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ حَدَّثَنِیْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَیْدِ الْاَنْصَارِیَّ رَاٰی الْاَذَانَ فِی الْمَنَامِ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ عَلِّمْهُ بِلَالًا فَقَامَ بِلَالٌ فَاَذَّنَ مَثْنٰی مَثْنٰی

(۱) شكل الحديث و ترجمه الى الاردية ثم بين معنى الترجيع لغة و شرعا؟

(حدیث پر اعراب لگائیں، اردو ترجمہ کریں پھر ترجیع کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ بیان کریں؟)

(۲) فصل اختلاف الائمة في الترجيع مع دلائلهم ورجح مذهب الاحناف بطريق النظر.

(مسئلہ ترجیع میں مذاہب آئمہ بیان کریں اور نظر طحاوی کے طریقہ سے احناف کے مذہب کو ترجیح دیں؟)

جواب: (۱) اعراب حدیث: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ حَدَّثَنِیْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَیْدِ الْاَنْصَارِیَّ رَاٰی الْاَذَانَ فِی الْمَنَامِ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ عَلِّمْهُ بِلَالًا فَقَامَ بِلَالٌ فَاَذَّنَ مَثْنٰی مَثْنٰی

ترجمہ حدیث: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے مجھے بتایا: عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان (سنی) وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ

بلال کو سکھادو تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اذان کے کلمات دو دو بار پڑھے۔

ترجیع کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ: کسی عبارت کا اعادہ کرنا اور دوبارہ کہنا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے اذان میں شہادتین کو ایک بار پست آواز میں کہنا، پھر دوبارہ اسے بلند آواز سے کہنا۔ یہ کوئی شرعی حکم نہیں ہے بلکہ دوسرے الفاظ کی طرح شہادتین کو بغیر ترجیع کے دو بار کہا جائے گا۔

(۲) مسئلہ ترجیع میں مذاہب آئمہ: اس میں ایک روایت ابومحذورہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں:
"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان سکھائی اسی طرح جس طرح اب اذان کہتے ہو۔"

اس روایت کے شروع میں: "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" دو مرتبہ، پھر اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ دو مرتبہ، پھر اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ دو مرتبہ، پھر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ دو مرتبہ، پھر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ دو مرتبہ، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ دو مرتبہ، پھر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ۔ اسی طرح اسی قسم کی ایک دوسری روایت بھی ہے، بعض حضرات نے اذان اسی طرح کہنے کا حکم دیا۔

بعض اور حضرات نے دونوں مقاموں میں اختلاف کیا ہے: ایک جگہ اذان کی ابتداء میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ دو مرتبہ نہیں بلکہ چار مرتبہ ہے۔ ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن محیریز رضی اللہ عنہ کی روایت حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: اذان کے شروع میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ چار مرتبہ، باقی اذان میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ میں ترجیع اور اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں بھی ترجیع ہے یعنی دو دو مرتبہ پہلے پھر دوبارہ دو دو مرتبہ۔

دوسرا مقام اختلاف: شہادتین میں ترجیع ہے یا نہیں؟ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ترجیع ہے لیکن ابتداء اذان والی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ترجیع نہیں، بلکہ اس روایت میں خواب میں جو شخص اذان دیتے ہوئے انہوں نے دیکھا اس نے شہادتین میں ترجیع نہیں کی۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بغیر ترجیع کے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان سکھائی۔

جو روایت ترجیع والی حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اس میں احتمال ہے: اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو اذان سکھائی تو شہادتین میں انہوں نے اپنی آواز کو پست رکھا، تو دوبارہ ان کو بلند آواز سے شہادتین کو لوٹانے کا حکم دیا۔ دونوں روایات میں وجہ تطبیق یہی ہے کہ جب باقی کلمات میں ترجیع نہیں تو یقیناً شہادتین میں بھی ترجیع نہیں۔ طحاوی کا مختار وہی ہے جو ہمارے آئمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا مختار ہے وہ یہی کہ اذان کے پہلے کلمہ: "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کو چار مرتبہ پڑھا جائے، اور شہادتین میں ترجیع نہیں۔

اذان اور اقامت کے کلمات میں عقلی دلائل: اذان میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ شروع میں بھی ہے اور آخر میں بھی۔ آخر میں بہ نسبت اول کے منفرد ہے یعنی اول میں چار مرتبہ ہے اور آخر میں دو مرتبہ۔ اسی طرح کلمہ

توحید اذان کی ابتداء میں بھی ہے: "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور آخر میں بھی ہے: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"، آخر میں بنسبت ابتداء کے منفرد ہے۔ یعنی ابتداء میں: "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" دو مرتبہ ہے اور آخر میں: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ایک مرتبہ ہے۔ اقامت چونکہ اذان کے ختم ہونے کے بعد ہوتی ہے، اقامت کے کلمات حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد اذان کی طرح ہی پڑھنے پر اتفاق ہے کہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ دو مرتبہ اور "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ایک مرتبہ تو یقیناً باقی کلمات بھی اذان کی طرح ہی ہوں گے۔" حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: اقامت میں فرادی فرادی کلمات پڑھنے میں آئمہ نے تخفیف کی ہے، یہ ایک نیا کام ہے، اصل میں کلمات دو دو مرتبہ ہی تھے۔"

سوال نمبر 2: عن خباب قال شكونا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم حر الرمضاء بالهجير فما أشكانا

(۱) ترجم الحديث الى الاردية ثم اكتب مقالة وجيزة مشتملة على حالات خباب رضى الله عنه؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے حالات پر مضمون لکھیں؟)

(۲) اذكر اختلاف الآئمة فى استحباب تعجيل الظهر وتاخيره مع دلائلهم وبين نظر الطحاوى فيه

(نماز ظہر کی تعجیل و تاخیر کے حوالے سے مذاہب آئمہ بیان کریں اور نظر طحاوی بھی لکھیں؟)

جواب: (۱) ترجمہ حدیث: حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوپہر کے وقت شدت دھوپ کی شکایت کی لیکن آپ نے ہمیں اس کی شکایت نہ کی۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات: آپ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے سب سے قبل اسلام قبول کیا تھا اور اس کا اظہار بھی کیا تھا۔ علاوہ ازیں انہیں قبول اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمیت و غلامی کا پٹہ گلے میں ڈالنے کی پاداش میں کفار و مشرکین کی طرف سے مشقتیں برداشت کرنا پڑیں۔ آپ کی حیات مبارکہ کے اس پہلو کو سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

ایک دن حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی خاص مسند پر بٹھا کر فرمایا: ایک آدمی کے علاوہ روئے زمین کا کوئی آدمی اس مسند پر بیٹھنے کا تم سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: اے امیر المؤمنین! وہ ایک آدمی کون ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں وہ مجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہیں (کیونکہ انہوں نے مجھ سے زیادہ تکلیفیں نہیں اٹھائی ہیں) کیونکہ مشرکوں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے تعلق والے ایسے لوگ تھے جن کی وجہ سے اللہ

تعالیٰ ان کو بچالیتا تھا۔ میرا تو ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بچاتا۔ میں نے اپنا یہ حال دیکھا ہے کہ ایک دن مشرکوں نے مجھے پکڑا اور آگ جلا کر مجھے اس میں ڈال دیا۔ پھر ایک آدمی نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھا اور میں اس زمین سے صرف اپنی کمر کے ذریعے ہی خود کو بچا سکا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اپنی کمر مبارک کھول کر دکھائی جس پر برص کے داغ جیسے نشان پڑے ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے ان تکلیفوں کے بارے میں پوچھا جو ان کو مشرکوں کی طرف سے اٹھانی پڑیں؟ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ میری پشت کو دیکھیں (اسے دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ایسی کمر تو کبھی نہیں دیکھی۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مشرکوں نے میرے لیے آگ جلائی (اور مجھے اس میں ڈالا) اور اس آگ کو میری کمر کی چربی نے ہی بجھایا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قریب آجاؤ۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی بھی اس جگہ بیٹھنے کا تم سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی کمر کے وہ نشان دکھانے لگے جو ان کو مشرکوں کی اذیت سے پہنچے تھے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک لوہار آدمی تھا اور عاص بن وائل کے ذمہ میرا کچھ قرضہ تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر اپنے قرضہ کا تقاضا کیا تو عاص نے کہا: اللہ کی قسم! میں تمہیں تمہارا قرضہ تب واپس کروں گا جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دو گے۔ میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! اگر تم مر کر دوبارہ زندہ بھی ہو جاؤ تو بھی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہیں کروں گا۔ اس پر عاص نے کہا: جب میں مر کر دوبارہ اٹھایا جاؤں گا وہاں تم میرے پاس آنا، وہاں میرے پاس بہت سارا مال اور اولاد ہو گی، وہاں میں تمہیں تمہارا قرضہ دے دوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کعبہ کے سائے میں چادر کی ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے اور ان دنوں ہمیں مشرکوں کی طرف سے بہت سختی اٹھانی پڑی تھی۔ میں نے عرض کیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا نہیں فرماتے؟ آپ ایک دم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت اور پٹھا سب نوچ لیا گیا اور ہڈیوں کے سوا کچھ نہ چھوڑا گیا لیکن اتنی سخت تکلیف بھی ان کو ان کے دین سے ہٹا نہ سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور پورا کر کے رہے گا۔ یہاں

تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا اور اس کو کسی دشمن کا ڈر نہ ہوگا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور سوائے بھیڑیئے کے اپنی بکریوں پر لیکن تم جلدی چاہتے ہو۔

(۲) نماز کے مستحب وقت میں مذاہب آئمہ: اس میں ایک قول یہ ہے کہ وقت شروع ہوتے ہی نماز جلدی ادا کی جائے خواہ سردیاں ہوں یا گرمیاں۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے: "حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سورج ڈھلنے کے ساتھ ہی پڑھا دیتے تھے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شدید گرمی کے وقت ظہر کی نماز پڑھاتے تھے۔ ہم مٹی یا کنکریاں لے کر ہاتھوں میں الٹ پلٹ کر کے انہیں ٹھنڈا کر کے پیشانی کے نیچے رکھتے تھے۔

ایک اور روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سخت گرمی میں پڑھاتے تھے، ہم نے سخت گرمی کی شکایت کی لیکن انہوں نے ہماری شکایت کا ازالہ نہیں کیا۔

دوسرا قول: سردیوں میں ظہر کی نماز جلدی ادا کی جائے اور گرمیوں میں دیر سے اور ٹھنڈی کر کے نماز پڑھی جائے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے۔ دلیل: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ میں تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کا ارادہ فرمایا تو آپ نے فرمایا: اے بلال رک جاؤ! کچھ دیر بعد پھر ارادہ فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رک جانے کا حکم دیا، یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک شدت حرارت جہنم کی نکالنے والی گرم ہوا ہے، نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو جب شدید حرارت ہو۔"

امام طحاوی کہتے ہیں: ان روایات سے پتہ چلا کہ گرمیوں میں ظہر کی نماز کو تاخیر سے ادا کیا جائے۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت سردیوں میں نماز ظہر جلدی ادا کرتے تھے اور سخت گرمیوں میں دیر سے۔"

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر کی نماز سورج ڈھلنے کے ساتھ بھی پڑھائی لیکن بعد میں آپ نے فرمایا: شدید حرارت جہنم کی نکالی ہوئی گرم ہوا ہے نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کی اس روایت میں واضح ہے: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ظہر کی نماز حرارت میں پڑھائی پھر ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم دیا۔" امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: "بے شک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز سورج ڈھلنے کے ساتھ ہی پڑھائی لیکن اس روایت کی تفسیر ابوخلدہ نے یہ بیان کی کہ آپ نے سردیوں میں نماز جلدی پڑھائی اور گرمیوں میں دیر سے۔"

ابوخلدہ کی تفسیر ہر جگہ جاری ہو سکتی ہے جہاں جہاں ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر سورج کے ڈھلنے پر پڑھائی، ان سب میں یہی احتمال ہوگا کہ نماز سردیوں کی ہو۔

سوال نمبر3: عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِیْ سُجُوْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ

(۱) ترجم الحديث الى الاردية بعد تشكيل سنده ومتنه ثم اشرح الكلمات المخطوطة؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں، سند اور متن پر اعراب لگائیں اور خط کشیدہ الفاظ کی تشریح کریں؟)

(۲) هل ينبغي للرجل ان يدعو في ركوعه و سجوده بما احب او لا؟ بين مذهب الاحناف واجب عن الحديث المذكور

(کیا آدمی اپنے رکوع اور سجود میں اپنی پسند کی دعائیں پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ مذہب احناف کو ترجیح دیں اور حدیث کا جواب دیں؟)

جواب: (۱) اعراب: حدیث پر اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں۔

ترجمہ حدیث: حضرت ابوصالح رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجود میں یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میرے تمام گناہ معاف کر دے۔ (خواہ) وہ قلیل ہوں یا کثیر ہوں، پہلے ہوں یا آخری ہوں، ظاہری ہوں یا پوشیدہ ہوں۔

خط کشیدہ کی وضاحت: لفظ "دق" سے مراد ہے: قلیل، چھوٹا، باریک۔ اہل عرب کہتے ہیں: اخذت دقه وجله یعنی میں نے اس شئی کے قلیل وکثیر کو لے لیا۔ جله یہ لفظ "دق" کا مقابل ہے، جس کا معنیٰ ہے: کثیر، زیادہ، کثرت۔ اہل عرب کہتے ہیں: ماله دق ولاجل یعنی اس کے لیے نہ قلیل حصہ ہے اور نہ کثیر ہے۔

(۲) سجود میں دعا کا مسئلہ: پہلا قول: رکوع اور سجود میں الفاظ معین نہیں، بلکہ جو الفاظ بھی اللہ کے ذکر پر مشتمل ہوں، اور جو پسند ہوں وہی پڑھ لے، ان حضرات کی دلیل چند روایات ہیں جن میں مختلف ذکر پائے گئے ہیں:

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع میں یہ دعا

پڑھتے تھے: "اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ وَاَنْتَ رَبِّیْ خَشَعَ لَكَ سَمْعِیْ وَ بَصَرِیْ وَ مُخِّیْ وَعَظْمِیْ وَعَصَبِیْ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ" اور آپ سجدہ میں یہ دعا پڑھتے تھے: "اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ وَاَنْتَ رَبِّیْ سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔"

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع وسجود میں عام طور پر یہ دعا پڑھتے تھے: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُ لَكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ فَاغْفِرْلِیْ وَاِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ۔"

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں یہ دعا پڑھتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ اَوَّلَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ۔"

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ سجدے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہوتا ہے، اس لیے تم سجدہ میں زیادہ دعا کرو۔

ان روایات کو دیکھ کر بعض حضرات نے کہا: رکوع اور سجود میں بندہ جو ذکر کرنا چاہے وہی کرے اور جو دعا چاہے کرے کوئی ذکر معین نہیں ہے۔

دوسرا قول: رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" ہی صرف پڑھے کوئی اور ذکر اس پر زیادہ نہ کرے، کم از کم تین مرتبہ تسبیحات پڑھے اور سجدہ میں: "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" تین مرتبہ پڑھے اور اس پر کوئی زیادہ نہ کرے۔

☆ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب آیت: "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ" نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تم اپنے رکوع میں کرلو اور جب: "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَی o" نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: اس کو تم اپنے سجدہ میں کرلو۔

☆ "حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تین مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" پڑھتے تھے اور سجدہ میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" تین مرتبہ پڑھتے تھے۔"

پہلے قول کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب تک دو آیتیں نازل نہیں ہوئی تھیں اس وقت تک رکوع اور سجود میں مختلف ذکر اور دعائیں کی گئیں لیکن ان آیات کے نازل ہونے پر عموم منسوخ ہوگیا۔ صرف: "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" اور "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" باقی رہ گیا۔

تیسرا قول: رکوع میں تو: "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" سے زیادہ نہ کرے لیکن سجدہ میں دعا میں کوشش کرے۔

پہلے قول میں جو روایتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں جن میں

دعا کا ذکر ہے، وہی حدیثیں انہوں نے اپنے قول پر بطور دلیل پیش کی ہیں۔

ان حضرات کا جواب یہ ہے کہ جب رکوع میں: "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ" کے نازل ہونے پر اوراذ کار منسوخ ہو گئے تو سجود میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى o" کے نازل ہونے پر اوراذ کار بھی منسوخ ہو گئے اور دعا بھی منسوخ ہو گئی۔

اعتراض: سجدہ میں دعا کرنے کا حکم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے قریب حالت مرض کا واقعہ ہے منسوخ کیسے ہو گیا؟

جواب: جو حدیثیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بطور دلیل پیش کی گئی ہیں، ان میں کوئی مرض وصال کا ذکر نہیں بلکہ کسی مرض کا بھی ذکر نہیں، اگر مرض کا ذکر مل جائے تو اس سے مراد عام مرض بھی ہو سکتا ہے ضروری نہیں کہ مرض وصال ہی ہو، صحیح یہی ہے کہ سجدہ میں دعا کرنا "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى o" سے منسوخ ہے۔

نظر و فکر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں داخل ہونے کے لیے تکبیر، رکوع اور سجدہ میں جانے کے لیے تکبیر ہے، قعود سے اٹھنے کے لیے تکبیر ہے، تکبیر کی جگہ اللہ اجل، اللہ اعظم کہنا درست نہیں ہے، تشہد میں شہادتین کے الفاظ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کے بغیر اور الفاظ پڑھنے درست نہیں۔ البتہ دعا کے لیے کوئی الفاظ معین نہیں، قرآن وحدیث میں واقع وہ دعائیں جن میں بندوں سے طلب ممکن نہ ہو، ان دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھی جا سکتی ہے۔ "حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر (تشہد کے بعد) جو دعا تم کرنا چاہو وہی اختیار کر لو۔"

مختار مذہب یہی ہے کہ "رکوع اور سجود میں خاص ذکر ہے، یعنی "رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" اور سجدہ میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" اس سے کسی اور ذکر کی طرف تجاوز نہ کرے۔"

سوال نمبر 4: عن جابر قال جاء سليك الغطفاني في يوم الجمعة و رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر فقعد سليك قبل ان يصلي فقال له النبي صلى الله عليه وسلم اركعت ركعتين قال لا قال قم فاركعهما

(۱) ترجم الحديث الى الاردية ثم بين مذهب الامام الشافعي والامام احمد في هذه المسئلة مع دلائلهما

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں، پھر امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے اس مسئلہ میں دلائل پیش کریں؟)

(۲) رجح مذهب الاحناف بالدلائل ثم اذكر نظر الطحاوي رحمه الله تعالى

(مذہب احناف کو دلائل کے ساتھ ترجیح دیں پھر نظر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کریں؟)

جواب: (۱) ترجمہ حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلیک غطفانی رضی

اللہ عنہ نماز جمعہ کے دن اس وقت آئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، وہ نماز سنت پڑھے بغیر بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے دو رکعت نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا: نہیں! فرمایا: تم کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعت نماز ادا کرلو۔

مسئلہ مذکورہ میں امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف: جمعہ کے دن امام خطبہ جمعہ دینے کے لیے منبر پر موجود ہو تو آنے والا نمازی اس وقت جمعہ کی سنتیں پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں آنے والا شخص نماز سنت ادا کرسکتا ہے، انہوں نے حدیث مذکورہ سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ کو نماز سنت ادا کرنے کا حکم دیا تھا جبکہ خود منبر پر تشریف فرما تھے۔

جواب (۲) پہلا قول: دورانِ خطبہ آنے والا پہلے دو رکعت ادا کرے پھر بیٹھ کر خطبہ سنے۔

دلیل: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، سلیک آتے (دو رکعت) نماز پڑھنے سے پہلے بیٹھ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے دو رکعت نماز ادا کرلی ہیں، انہوں نے عرض کیا: نہیں! آپ نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ، دو رکعت نماز ادا کرو۔''

دوسرا قول: جو شخص دورانِ خطبہ آئے وہ بیٹھ جائے، خطبہ سنے، نماز ادا نہ کرے۔ پہلے قول والوں کا جواب یہ ہے کہ دورانِ خطبہ نماز پڑھنے کا حکم اس وقت سے متعلق ہے جبکہ نماز میں کلام کرنا جائز تھا، بعد میں جب نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا تو دورانِ خطبہ نماز ادا کرنا بھی منسوخ ہو گیا۔

دلیل: ابو الزاہریہ روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے کہ میں جمعہ کے دن ان کی ایک طرف بیٹھا ہوا تھا، انہوں نے بتایا: ''ایک شخص آیا وہ لوگوں کی گردنوں کو پھلانگنے لگا یعنی لوگوں کے اوپر سے آگے آرہا تھا، جمعہ کا دن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! تم لوگوں کو تکلیف دے رہے ہو۔''

اس حدیث سے واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ صرف بیٹھنے کا حکم دیا۔

پہلے قول والوں کا ایک اور جواب یہ ہے کہ جو حکم حضرت سلیک رضی اللہ عنہ کو دورانِ خطبہ دو رکعت نفل پڑھنے کا دیا گیا یہ اس وقت کی بات ہے جب دورانِ خطبہ کئی افعال جائز تھے۔ جب کئی کاموں میں ممانعت آ گئی تو دورانِ خطبہ نماز ادا کرنا بھی منع ہو گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم اپنے ساتھی کو کہو خاموش ہو جاؤ ایسے حال میں کہ امام خطبہ دے رہا ہو، تو تم نے

فضول بات کہی۔"

جب مقتدیوں کو کلام کرنا منع ہے تو یقیناً امام کو بھی خطبہ کے علاوہ کلام کرنا منع ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیک رضی اللہ عنہ کو دورانِ خطبہ دو رکعت نماز ادا کرنے کا حکم نہی (ممانعت) سے پہلے کا ہے اور بھی کئی روایات میں دورانِ خطبہ کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

دورانِ خطبہ نماز نہ پڑھنا: ''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: امام منبر پر ہو تو نماز پڑھنا معصیت ہے۔''

واضح ہوا کہ دوران خطبہ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

''حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کلام کو مکروہ سمجھتے تھے جب امام خطبہ دینے لگے۔''

''حضرت لیث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت مجاہد دورانِ خطبہ نماز پڑھنے کو ناپسند کرتے تھے۔''

اعتراض: ''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔'' اس سے یہ ثابت ہوا کہ خطبہ کے دوران آنے والا بھی دو رکعت پڑھ کر بیٹھے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا تعلق اوقاتِ غیر ممنوعہ سے ہے۔ طلوعِ شمس، غروبِ شمس اور دوسرے اوقات ممنوعہ میں مسجد میں داخل ہونے والے کے لیے جس طرح نماز ادا کرنا منع ہے اسی طرح خطبہ کے دوران آنے والے کے لیے بھی نماز ادا کرنا منع ہوگا۔

حضرت امام طحاوی اور ہمارے آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مختار یہی ہے کہ دورانِ خطبہ نوافل پڑھنے کا حکم منسوخ ہوگیا، اب جائز نہیں ہے۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظيم المدارس (اهل السنة) باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولىٰ"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/ 2017ء

الورقة السادسة: للمؤطين

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

اجب عن اثنين، اثنين من كل قسم

﴿القسم الاوّل...... لمؤطا الامام مالك﴾

السوال الاول: مالك انه سمع اهل العلم ينهون عن ان يصام اليوم الذی يشك فيه من شعبان اذا نوى به صيام رمضان

(۱) ترجم العبارة الى اللغة الاردية ثم بين معنى الصوم لغة واصطلاحا؟ (۵+۵=۱۰)

(۲) اذكر اقوال الفقهاء الكرام فی صوم يوم الشك بالدلائل؟ (۱۵)

السوال الثانی: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يحرم من الرضاعة مايحرم من الولادة

(۱) اكتب مدة الرضاع عند الامام ابی حنيفة رحمه الله تعالىٰ مع الدلائل؟ (۱۰)

(۲) بين مذاهب الآئمة عليهم الرحمة فی الرضعات الموجبة للحرمة مع دلائلهم؟ (۱۵)

السوال الثالث: عن عبدالله بن عباس قال سمعت عمر بن الخطاب يقول الرجم فی كتاب الله حق على من زنى من الرجال والنساء اذا احصن اذا قامت البينة أو كان الحبل أو الاعتراف

(۱) انقل الحديث الى الاردية واشرح العبارة المخطوطة؟ (۵+۵=۱۰)

(۲) الاسلام شرط فی الاحصان أم لا؟ اذكر الاختلاف بين الفقهاء الكرام مع دلائلهم؟ (۱۵)

﴿القسم الثانی...... لمؤطا الامام محمد﴾

السوال الرابع: (۱)ما المراد بالشفق عند الامام ابی حنیفة والامام الشافعی علیهما الرحمة؟ (۵+۵=۱۰)

(۲)بین أول وقت المغرب و أخر وقتها عند الامام ابی حنیفة والامام الشافعی رحمهما الله مع دلائلهما؟ (۱۵)

السوال الخامس: ان رسو الله صلی الله علیه وسلم عام حجة الوداع کان من اصحابه من أهل بحج ومن أهل بعمرة ومنهم من جمع بین الحج والعمرة فحل من کان أهل بالعمرة واما من کان أهل بالحج او جمع بین الحج والعمرة فلم یحلوا

(۱)انقل الحدیث الی اللغة الاردیة بعد تشکیله؟ (۵+۵=۱۰)

(۲)بین اقسام الحج من تعریفاتها و وقت الحلال عن احراماتها؟ (۵×۳=۱۵)

السوال السادس: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاینکح المحرم ولا یخطب ولاینکح

(۱)اذکر اختلاف الآئمة علیهم الرحمة فی نکاح المحرم ورجح مذهب الامام ابی حنیفة رحمه الله بالدلائل؟(۱۵)

(۲)اذکر جواب الحدیث المذکور من جانب المجوزین؟(۱۰)

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2017ء

چھٹا پرچہ: مؤطان

﴿قسم اوّل: مؤطا امام مالک﴾

سوال نمبر ۱: مالک انه سمع اهل العلم ینهون عن ان یصام الیوم الذی یشک فیه من شعبان اذا نوی به صیام رمضان

(۱)ترجم العبارة الی اللغة الاردیة ثم بین معنی الصوم لغة واصطلاحا

(عبارت کا اردو ترجمہ کریں اور صوم کا لغوی واصطلاحی معنیٰ بیان کریں؟)

(۲)اذکر اقوال الفقهاء الکرام فی صوم یوم الشک بالدلائل

(یوم شک کے روزہ کے بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (۱) ترجمہ عبارت: حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے سنا کہ وہ شعبان میں یوم شک کا رمضان کی نیت سے روزہ رکھنے سے منع کرتے تھے۔

صوم کا لغوی واصطلاحی معنیٰ: لفظ صوم کا لغوی معنیٰ ہے: منع کرنا، رکنا، باز آنا۔ اس کا اصطلاحی و شرعی معنیٰ ہے: صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور جماع سے بچے رہنا۔ دونوں معانی میں مطابقت واضح ہے کہ احتراز کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

(۲) یوم شک کا روزہ اور مذاہب آئمہ: یوم شک کی تعریف یہ ہے کہ تیس شعبان کو مطلع ابر آلود ہوا اور چاند نظر نہ آیا ہو یا قاضی کے پاس چاند دیکھنے کی ایسے شخص نے گواہی دی ہو جس کی گواہی قبول نہ کی جاتی ہو یا ایک غلام یا ایک عورت نے چاند دیکھنے کی خبر دی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ اس دن تم میں سے کوئی شخص عادتاً روزہ رکھتا ہو، تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ تم چاند کو دیکھ لو پھر تم روزے ترک نہ کرو۔ حتیٰ کہ تم (عید کا) چاند دیکھ لو، پس اگر چاند کے سامنے بادل حائل ہو جائے تو تم تیس دن کی گنتی پوری کرو پھر تم عید کرو اور مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ رکھنے سے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ رمضان کا فرض روزہ اس سے پہلے کے نفل روزہ کے ساتھ مخلط اور ملتبس نہ ہو جائے۔ اس میں ہمیں نصاریٰ کے طریقہ سے منع فرمایا گیا ہے، کیونکہ وہ اپنی فاسد رائے سے فرائض پر اضافہ کرتے تھے اور اکثر صحابہ، تابعین اور بعد کے فقہاء (بشمول آئمہ اربعہ) نے یوم شک کا روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔

اگر چاند کے دکھائی دینے میں بادل یا گرد وغبار حائل ہو جائے تو فقہائے احناف، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دن (تیس شعبان) کا روزہ رکھنا واجب نہیں ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بادل والے دن روزہ رکھنا واجب ہے۔

علامہ ابن منذر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یوم شک کا نفلی روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام احمد اور امام مالک رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اس دن کا روزہ رکھتی تھیں۔ قاضی ابویعلیٰ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن طالب، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم یہ سب یوم شک کا روزہ رکھتے تھے (یعنی نفلی روزہ رکھتے تھے، رمضان کا فرض روزہ نہیں رکھتے تھے، جس کے رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ یوم شک کے روزے کی کئی صورتیں ہیں:

☆ کوئی شخص اس دن رمضان کے روزہ کی نیت سے روزہ رکھے، یہ روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

☆ کسی اور فرض روزے کی نیت کر کے روزہ رکھنا مثلاً اس پر کسی اور رمضان کے روزے یا نذر کے روزہ کی قضا واجب ہو یا وہ کسی کفارہ کا روزہ رکھے، یہ بھی مکروہ ہے مگر اس کی کراہت پہلی قسم کی کراہت سے کم ہے۔

☆ وہ نفلی روزہ کی نیت کرے، یہ ہمارے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے۔

☆ سحری کے وقت یہ نیت کرے کہ اگر صبح رمضان ہوا تو وہ روزہ رکھے گا اور اگر شعبان ہوا تو وہ روزہ نہیں رکھے گا، اس نیت کے ساتھ اس کا کوئی بھی روزہ نہیں ہوا۔

☆ یہ نیت کرے کہ اگر صبح رمضان ہوا تو اس کا رمضان کا روزہ ہے ورنہ نفلی روزہ ہے، یہ روزہ بھی مکروہ ہے۔

☆ یہ نیت کرے کہ اگر صبح رمضان ہوا تو اس کا رمضان کا روزہ ہے ورنہ اس پر جو کوئی اور روزہ واجب ہے وہ روزہ ہے، یہ روزہ بھی مکروہ ہے۔

☆ یوم شک کے دن نفلی روزہ رکھنے پر امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس شخص کی کسی دن روزہ رکھنے کی عادت ہو، اور وہ دن تیس شعبان ہو تو اس کا نفلی روزہ جائزہ ہے۔

سوال نمبر2: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یحرم من الرضاعۃ مایحرم من الولادۃ

(۱) اکتب مدۃ الرضاع عند الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ مع الدلائل؟

(امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدت رضاعت مع دلائل بیان کریں؟)

(۲) بین مذاھب الآئمۃ علیھم الرحمۃ فی الرضعات الموجبۃ للحرمۃ مع دلائلھم؟

(مقدار رضاعت کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (۱) جواب حل شدہ پرچہ بابت 2014ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) حل شدہ پرچہ بابت 2014 میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر3: عن عبداللہ بن عباس قال سمعت عمر بن الخطاب یقول الرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی من الرجال والنساء اذا احصن اذا قامت البینۃ أو کان الحبل أو الاعتراف

(۱) انقل الحديث الى الاردية واشرح العبارة المخطوطة؟
(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ کی تشریح کریں؟)
(۲) الاسلام شرط في الاحصان أم لا؟ اذكر الاختلاف بين الفقهاء الكرام مع دلائلهم؟
(محصن کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے یا نہیں؟ مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)
جواب: (۱) جواب حل شدہ پرچہ 2015ء میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۲) محصن کے لیے مسلمان شرط ہونا: مذکورہ حدیث میں مسئلہ یہ بیان ہوا ہے کہ زانی کا ر مرد ہو یا عورت، اس کے محصن ہونے کی صورت میں بطور سزا اسے رجم کیا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ محصن یا محصنہ کے لیے مسلمان ہونا بھی شرط ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رجم کی سزا کے لیے مسلمان ہونا بھی ضروری ہے، کیونکہ اسلام کے قوانین صرف مسلمانوں پر نافذ ہوتے ہیں۔ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے۔ بعض آئمہ یعنی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کا نقطہ نظر ہے کہ محصن یا محصنہ کو رجم کی سزا دینے کے لیے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔

﴿قسم ثاني: مؤطا امام محمد﴾

سوال نمبر 4: (۱) ما المراد بالشفق عند الامام ابی حنیفة والامام الشافعي عليهما الرحمة؟
(شفق سے کیا مراد ہے؟ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذاہب بیان کریں؟)
(۲) بين أول وقت المغرب و اٰخر وقتها عند الامام ابی حنيفة والامام الشافعي رحمهما الله مع دلائلهما؟
(نماز مغرب کا پہلا اور آخری وقت بیان کریں؟ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے مذاہب مع دلائل بیان کریں؟)
جواب (۱) شفق کی تفسیر میں اختلاف احناف وشوافع: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروبِ آفتاب کے بعد افق میں نمودار ہوتی ہے۔ صاحبین کا بھی یہی قول ہے۔ البتہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شفق سے مراد وہ سفیدی ہے جو بعد از غروب نمودار ہونے والی سرخی کے غائب ہونے کے بعد نمودار ہوتی ہے۔ شوافع کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شفق سرخی ہے۔
امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغرب کا آخری وقت اس وقت ہوتا ہے جب افق سیاہ ہو جائے اور افق پر سیاہی، سفیدی غائب ہونے کے بعد پھیلتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سیاہی پھیلنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔ ایک اور دلیل یہ ہے: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عشاء کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب تیسری رات کا چاند ڈوب جاتا تھا۔

تیسری رات کا چاند افق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد غروب ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کا وقت سفیدی غائب ہونے تک رہتا ہے۔ نیز کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفیدی کے وقت عشاء کی نماز پڑھی ہو۔ البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے میں تعجیل مستحب ہے، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ میری امت ہمیشہ خیر پر رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز میں ستاروں کے جالی دار بننے تک تاخیر نہ کرے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث منقول ہے، جس کے کچھ الفاظ یوں ہیں: "ثم اذن للعشاء حين ذهب بياض النهار وهو الشفق" علامہ نیموی "صاحب آثار السنن" فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شفق سفیدی ہے، جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔

(۲) نماز مغرب کی ابتداء وانتہاء میں مذاہب آئمہ: احادیث کی روشنی میں مغرب کا وقت غروب آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے۔ البتہ بعض حضرات کے نزدیک جب ستارے ظاہر ہوں تو مغرب کا وقت داخل ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: اس کے بعد نماز نہیں حتیٰ کہ شاہد طلوع ہو، تو یہ حضرات شاہد سے ستارے مراد لیتے ہیں لیکن یہ حضرت لیث رضی اللہ عنہ کی اپنی رائے ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے رات کا آنا مراد ہو، متواتر روایات سے اسی کو تائید ہوتی ہے۔

مغرب کا وقت کب ختم ہوتا ہے، اس سلسلے میں اختلاف ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت ادا فرمائی جب شفق غائب ہوگئی۔ چونکہ شفق کی تفسیر میں اختلاف ہے، اس لیے وقتِ مغرب کے نکلنے میں بھی اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شفق سے مراد سرخی ہے۔ لہٰذا جب سرخی ختم ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو گیا جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شفق سے مراد سفیدی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول قیاس کے موافق ہے، کیونکہ فجر کے وقت پہلے سرخی اور پھر سفیدی ہوتی ہے۔ یہ ایک ہی نماز کا وقت ہے اور وہ فجر کی نماز ہے۔ جب دونوں ختم ہو جائیں تو ختم ہو جاتا

سوال نمبر 5: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوِدَاعِ کَانَ مِنْ أَصْحَابِہٖ مَنْ أَھَلَّ بِحَجٍّ وَّمَنْ أَھَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّمِنْھُمْ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَحَلَّ مَنْ کَانَ أَھَلَّ بِالْعُمْرَةِ وَاَمَّا مَنْ کَانَ أَھَلَّ بِالْحَجِّ اَوْ جَمَعَ بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَلَمْ یَحِلُّوْا

(۱) انقل الحدیث الی اللغة الاردیة بعد تشکیله؟

(حدیث پر اعراب لگانے کے بعد اردو ترجمہ کریں؟)

(۲) بین اقسام الحج من تعریفاتها و وقت الحلال عن احراماتها؟

(اقسام حج مع تعریفات بیان کریں اور احرام کھولنے کا وقت بیان کریں؟)

جواب: (۱) ترجمہ: اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے ان صحابہ میں شامل تھے جنہوں نے حج کے لیے احرام باندھا تھا اور جنہوں نے عمرہ کے لیے احرام باندھا تھا۔ ان میں کچھ ایسے لوگ تھے جنہوں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا۔ پس جنہوں نے صرف عمرہ کے لیے احرام باندھا تھا انہوں نے اپنے احرام کھول دیئے، جنہوں نے صرف حج کے لیے یا حج وعمرہ دونوں کے لیے احرام باندھا تھا، انہوں نے اپنے احرام نہ کھولے۔

(۲) حج کی اقسام: حج کی تین اقسام ہیں: (۱) افراد (۲) تمتع (۳) قران

(۱) افراد: حج افراد یہ ہے کہ ایام حج میں صرف حج کیا جائے اور عمرہ نہ کیا جائے۔

(۲) تمتع: حج تمتع یہ ہے کہ حج وعمرہ ایک ہی سفر میں الگ الگ احرام کے ساتھ ادا کیے جائیں۔

(۳) قران: حج قران یہ ہے کہ حج وعمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھا جائے یعنی ایک ہی احرام کے ساتھ ایام حج میں حج وعمرہ دونوں ادا کیے جائیں۔

احرام کھولنے کا وقت: سر منڈانے یا بال ترشوانے کے بعد احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں مگر حج کرنے والے کے لیے عورت سے صحبت ولمس وغیرہ کی پابندی ابھی باقی ہے، طواف زیارت کے بعد وہ پابندی بھی ختم اور احرام سے نکل کر حلال ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر 6: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاینکح المحرم ولا یخطب ولا ینکح

(۱) اذکر اختلاف الآئمة علیهم الرحمة فی نکاح المحرم ورجح مذهب الامام ابی حنیفة رحمه الله بالدلائل؟

(حالت احرام میں نکاح کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

(۲) اذکر جواب الحدیث المذکور من جانب المجوزین؟

(مجوزین کی طرف سے مذکورہ حدیث کا جواب بیان کریں؟)

جواب: (ا) حالت احرام میں نکاح کرنے میں مذاہب آئمہ: آئمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) کے نزدیک محرم نکاح نہیں کر سکتا اور نہ ہی نکاح کا پیغام دے سکتا ہے۔ ان کا استدلال حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: محرم نہ نکاح کرے، نہ نکاح کر کے دے اور نہ پیغام نکاح دے۔

احناف کے نزدیک محرم کے لیے یہ تمام امور جائز ہیں، سوائے اس کے کہ اگر وہ نکاح کرے تو جب تک احرام سے نہ نکلے، جماع نہ کرے۔ اس پر دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں سیّدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ آئمہ ستہ وغیرہم نے اس حدیث کی تخریج فرمائی۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ کیے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ رضی اللہ عنہا سے شب باشی فرمائی جبکہ آپ احرام سے نکل آئے تھے اور سیّدہ کا سرف مقام پر وصال ہوا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ والی حدیث کا احناف یہ جواب دیتے ہیں کہ یہاں نکاح اپنے معنی لغوی یعنی ''وطی'' پر محمول ہے۔

آئمہ ثلاثہ، حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے غیر احرام کی حالت میں نکاح فرمایا، اسی طرح آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور میں ان دونوں کے درمیان پیغام رساں تھا۔

اس حدیث کا جواب یوں دیا گیا کہ آئمہ ثلاثہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ کسی حدیث سے استدلال اسی وقت صحیح ہوتا ہے جب وہ سند کے لحاظ سے حجت بننے کے قابل ہو اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی روایت کو مطر رواق نے روایت کیا اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ نیز مالک نے اسے منقطع روایت کہا اور وہ مطر رواق سے زیادہ ضبط و حفظ والے ہیں۔

اس سلسلے میں آئمہ ثلاثہ کی ایک اور دلیل حضرت یزید بن اصم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: وہ فرماتی ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مقام سرف میں نکاح کیا اور ہم دونوں احرام کے بغیر تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یزید بن اصم رضی اللہ عنہ کی روایت کو حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کے دوران ضعیف قرار دیا اور زہری نے اس کا انکار نہیں کیا۔ نیز یہ حدیث حضرت یزید بن اصم رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور سے مروی نہیں اور جن لوگوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کے حالت احرام میں نکاح کرنے والی حدیث کی ہے وہ اہل علم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے معتبر شاگرد حضرت سعید بن جبیر، حضرت عطاء، حضرت طاؤس، حضرت عکرمہ اور حضرت مجاہد وغیرہ ہیں۔ یہ تمام لوگ فقہاء ہیں۔ ان کی روایات و آراء سے استدلال کیا جاتا ہے۔ ان سے نقل کرنے والے بھی اسی منصب کے حامل ہیں۔ ان میں سے حضرت عمرو بن دینار، حضرت ایوب سختیانی رحمہم اللہ تعالیٰ اور حضرت عبداللہ بن نجیح ہیں۔ یہ بھی آئمہ ہیں، ان کی روایات کی بھی پیروی کی جاتی ہے۔ پھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے موافق مروی ہے اور اسے ان لوگوں نے روایت کیا ہے جن پر کسی نے طعن نہیں کیا۔

چنانچہ ان کی روایات ان لوگوں کی روایات کے مقابلے میں اولیٰ ہیں جو ضبط، ثابت قدمی، فقہ اور امانت میں ان کی مثل نہیں ہیں۔

جہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت کا تعلق ہے تو اسے نبیہ بن وہب نے روایت کیا اور یہ حضرت عمرو بن دینار، جابر بن زید اور دیگر راویوں کی مثل نہیں جنہوں نے اس کے موافق بواسطہ مسروق، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔

(۲) زیر بحث حدیث کا جواب: زیر بحث حدیث آئمہ ثلاثہ کی دلیل ہے کہ محرم حالت احرام میں نہ نکاح کر سکتا ہے، نہ کروا سکتا ہے اور نہ پیغام نکاح ارسال کر سکتا ہے۔ احناف کی طرف سے اس حدیث کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہاں نکاح کا اصطلاحی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنیٰ مراد ہے یعنی جماع کرنا، مطلب یہ ہے کہ حالت احرام میں محرم نکاح کر سکتا ہے، کروا سکتا ہے اور پیغام نکاح ارسال کر سکتا ہے لیکن جماع نہیں کر سکتا۔ حج یا عمرہ کا احرام کھولنے کے بعد جماع کرنا درست ہوگا۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) پاکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولٰی"

للطلاب الموافق سنة ١٤٣٩ھ / 2018ء

الورقة الأولٰی: علم الكلام

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ١٠٠

نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: (الف) شرح عقائد کے ماتن وشارح میں سے ہر ایک کا نام لکھیں اور ان میں سے ایک کے حالات زندگی اور علمی خدمات سپرد قلم کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) واسباب العلم للخلق ثلثة علم کے اسباب ثلاثہ تفصیلاً بیان کریں؟ ۲۰

سوال نمبر 2: وبالجملة هو أشرف العلوم لكونه أساس الأحكام الشرعية ورئيس العلوم الدينية وكون معلوماته العقائد الاسلامية وغايته الفوز بالسعادات الدينية والدنيوية وبراهينه الحجج القطعية المؤيد أكثرها بالأدلة السمعية

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں؟ ۱۰

(ب) وجوہ خمسہ کی بنا پر جب علم کلام کو فوقیت حاصل ہے تو پھر اسلاف نے اس کی مذمت کیوں کی؟ آپ اس کا مفصل جواب تحریر کریں۔ ۲۰

سوال نمبر 3: حقائق الاشياء ثابتة حقيقة الشیء وماهيته مابه الشیء هو هو كالحيوان الناطق للانسان بخلاف مثل الضاحك والكاتب مما يمكن تصور الانسان بدونه فانه من العوارض

(الف) مذکورہ عبارت کا سلیس اردو میں ترجمہ کریں؟ ۱۰

(ب) سوفسطائیہ کا معنیٰ لکھیں نیز خط کشیدہ کے بارے میں سوفسطائیہ کے تینوں فرقوں کے عقائد بیان کریں؟ ۵+۱۵=۲۰

سوال نمبر 4: ولا يخرج عن علمه وقدرته شیء لان الجهل بالبعض والعجز عن البعض نقص والافتقار الى مخصص مع ان النصوص القطعية ناطقة بعموم العلم وشمول القدرة فهو بكل شیء عليم وعلى كل شیء قدير.

(الف) عبارت مذکورہ بالا کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں۔ ۱۰

(ب) اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کے بارے میں فلاسفہ، دہریہ، ابوالقاسم بلخی اور معتزلہ کا مذہب بیان کریں؟ ۴×۵=۲۰

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2018ء

پہلا پرچہ: علم الکلام

سوال نمبر 1: (الف) شرح عقائد کے ماتن وشارح میں سے ہر ایک کا نام لکھیں اوران میں سے ایک کے حالات زندگی اور علمی خدمات سپرد قلم کریں؟

جواب: **شرح عقائد کے ماتن وشارح کے اسماء گرامی:**

شارح کا نام: حضرت علامہ مسعود بن عمر بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ماتن کا نام: امام الہمام قدوۃ علماء الاسلام عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن علی بن لقمان النسفی الماتریدی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ماتن کے حالات زندگی وعلمی خدمات:

ولادت: آپ 461ھ (موافق: 1069ء) کو سمرقند کے قریب ''نسف'' نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔

وفات: 537ھ، بارہ (۱۲) جمادی الاولیٰ، موافق 2 دسمبر ۱۱۴۲ء کو سمرقند میں فوت ہوئے۔

شیوخ وتلامذہ:

آپ نے کثیر شیوخ سے علم حاصل کیا، آپ نے خود اپنے شیوخ کی تعداد پانچ سو پچپن ذکر کی ہے، آپ سے علم حاصل کرنے والے بھی کثیر ہیں، آپ کے مشہور تلامذہ میں محمد بن ابراہیم (التورپشتی) صاحب ہدایہ (علی بن ابی بکر المرغینانی) اور آپ کے اپنے بیٹے (احمد بن عمر النسفی) رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

سیرت:

آپ زاہد متقی بزرگ تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور عقائد میں آپ کی کثیر تصانیف ہیں، آپ کی تصانیف ایک سو سے زیادہ ہیں۔ علماء تراجم نے آپ کو ''العلامۃ''، ''المفسر''، ''المحدث''، ''الادیب''، ''المفتی''، ''الفاضل'' جیسے القابات سے ذکر کیا ہے۔

آپ کے عجائب میں سے علامہ زمخشری کے ساتھ آپ کا ایک علمی مکالمہ ہے کہ آپ زمخشری کے دروازے پر گئے اور دروازے پر دستک دی تو زمخشری نے پوچھا: دروازے پر کون ہے؟ فرمایا: عمر، زمخشری

نے کہا: "انصرف" تو آپ نے جواب دیا: "عمر لا ینصرف" زمخشری نے کہا: "اذا نکر صرف"

(ب) واسباب العلم للخلق ثلثة۔ علم کے اسباب ثلثہ تفصیلاً بیان کریں؟

جواب: مخلوق کے لیے اسباب علم تین ہیں:

۱-حواس خمسہ　۲-خبر صادق　۳-عقل

پہلا سبب علم

حواس خمسہ:

(۱) سمع، (۲) بصر، (۳) شم، (۴) ذوق، (۵) لمس

۱-سمع: (سننا):

وہ قوت جو کان کے سوراخ کے پیچھے بچھائے ہوئے پردوں میں رکھی گئی ہے، جب ہوا کے ذریعے آواز ان پردوں تک پہنچتی ہے تو انسان کو آواز کا ادراک ہوتا ہے۔

۲-بصر: (دیکھنا):

وہ قوت جو دو پٹھوں میں رکھی گئی ہے، یہ دونوں پٹھے دماغ میں ملے ہوئے ہیں اور ایک کا ایک ایک آنکھ سے تعلق ہوتا ہے۔

۳-شم: (سونگھنا):

دماغ کے اگلے حصے میں دو ابھرے ہوئے گوشت کے فالتو حصوں میں یہ قوت رکھی گئی ہے، جب ہوا کے ذریعے کوئی (خوش، بد) بو خیشوم تک پہنچتی ہے تو اس قوت کے ذریعے سے اس کا ادراک ہوتا ہے۔

۴-لمس: (چھونا):

تمام بدن میں ایک قوت رکھی گئی ہے جس سے گرمی، سردی، خشکی اور تری کا احساس ہوتا ہے۔

۵-ذوق: (چکھنا):

یہ قوت زبان میں رکھی گئی ہے اس سے میٹھے، کڑوے کا ادراک ہوتا ہے۔

دوسرا سبب علم

خبر صادق:

خبر صادق وہ ہے جو واقعہ کے مطابق ہو' کیونکہ خبر ایک کلام ہے اور اس کی خارج کے ساتھ ایک

نسبت ہے۔

خبر صادق کی اقسام:

خبر صادق کی دو قسمیں ہیں:

۱-خبر متواتر، ۲-خبر رسول المؤید بالمعجزۃ

خبر متواتر:

وہ خبر ہے جو قوم کی زبانوں پر صادق ہو اور وہ قوم بلحاظ تعداد اتنی ہو کہ عقلاً ان کا جھوٹ پر اتفاق محال ہو، اس خبر سے بغیر شبہ کے علم حاصل ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس سے ''علم ضروری'' حاصل ہوتا ہے، جیسے مکہ کے وجود کا علم۔

خبر رسول المؤید بالمعجزۃ:

اس سے علم استدلالی حاصل ہوتا ہے، علم استدلالی سے مراد وہ علم ہے جو نظر فی الدلیل سے ثابت ہو اور جو علم خبر رسول سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ تیقن وثبات میں علم ضروری کے مشابہ ہے۔

تیسرا سبب علم

عقل:

عقل وہ قوت ہے جس سے نفس علوم وادراکات کے لیے تیار ہوتا ہے۔ عقل سے جو علم بغیر فکر کے حاصل ہو وہ علم ضروری ہوتا ہے جیسے کل جزء سے بڑا ہوتا ہے اور جو علم استدلال کے ذریعہ سے حاصل ہو وہ اکتسابی ہوتا ہے۔

سوال نمبر2: وبالجملة هو أشرف العلوم لكونه أساس الأحكام الشرعية ورئيس العلوم الدينية وكون معلوماته العقائد الاسلامية وغايته الفوز بالسعادات الدينية والدنيوية وبراهينه الحجج القطعية المؤيد أكثرها بالأدلة السمعية

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں؟

جواب: ترجمہ عبارت: علم الکلام فی نفسہ اشرف العلوم ہے یہ علم ''احکام شرعیہ'' کے لیے بنیاد ہے، تمام ''علوم دینیہ'' کا سردار ہے؟ اس علم سے عقائد اسلام کا علم حاصل ہوتا ہے، اور عقائد اسلام ہی اشرف ہیں۔ اس علم کی غایت دنیوی اور اخروی سعادتوں کو جمع کرنا ہے، اس علم کے دلائل قطعیہ ہیں اور دلائل سمعیہ سے ان کی تائید بھی ہے۔

(ب) وجوہ خمسہ کی بنا پر جب علم کلام کو فوقیت حاصل ہے تو پھر اسلاف نے اس کی مذمت کیوں کی؟

آپ اس کا مفصل جواب تحریر کریں؟

جواب: سلف کے کلام میں جو مذمت منقول ہے، وہ علی الاطلاق نہیں۔ اس کی دو وجوہ ہیں:

پہلی وجہ:

علم الکلام فی نفسہ (جب وہ فلسفہ سے خالی ہو) أشرف العلوم ہے۔ پھر شارح نے پانچ وجوہ سے علم کلام کی فضیلت بیان کی ہے۔ ☆ یہ علم "احکام شرعیہ" کے لیے بنیاد ہے۔ ☆ تمام علوم دینیہ کا سردار ہے۔ ☆ اس علم سے عقائد اسلام کا علم حاصل ہوتا ہے اور عقائد اسلام ہی اشرف ہیں۔ ☆ اس علم کی غایت دینوی اور اخروی سعادتوں کو جمع کرنا ہے۔ اس علم کے دلائل قطعیہ ہیں اور دلائل سمعیہ سے ان کی تائید بھی ہے۔

دوسری وجہ:

سلف صالحین کی ممانعت چار اشخاص کے لیے ہے: (۱) جو متعصب فی الدین ہو، حق معلوم ہونے کے بعد بھی حق کو قبول نہ کرے۔ (۲) کم فہم شخص جو مسائل سمجھ نہ سکتا ہو کہ وہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہوگا۔ (۳) وہ شخص جو دیگر عام مسلمانوں کو شکوک میں ڈالنا چاہتا ہو۔ (۴) جو شخص فلاسفہ کی بے فائدہ موشگافیوں میں دلچسپی رکھتا ہو۔

سوال نمبر 3: **حقائق الاشياء ثابتة حقيقة الشيء وماهيته مابه الشيء هو هو كالحيوان الناطق للانسان بخلاف مثل الضاحك والكاتب مما يمكن تصور الانسان بدونه فانه من العوارض**

(الف) مذکورہ عبارت کا سلیس اردو میں ترجمہ کریں؟

جواب: ترجمہ عبارت: حقائق اشیاء ثابت ہیں جس چیز کے بغیر کسی چیز کا تصور نہ ہو سکے وہ اس کی حقیقت ہے، جس طرح انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے اور جس چیز کے بغیر اس چیز کا تصور ہو سکے وہ اس کے عوارض کہلاتے ہیں جیسے انسان کے لیے ہنسنا اور لکھنا۔

(ب) سوفسطائیہ کا معنی لکھیں نیز خط کشیدہ کے بارے میں سوفسطائیہ کے تینوں فرقوں کے عقائد بیان کریں؟

سوفسطائیہ کا معنی:

"سوف" کا معنی "علم وحکمت" ہے اور "سطائیہ" کا معنی ہے "من گھڑت" لہٰذا سوفسطائیہ نام ہے حکمة مموهة اور علم مزخرف کا یعنی ملمع سازی کی حکمت علم (مثلاً پیتل پر سونے کا پانی چڑھانا)

تینوں فرقوں کے عقائد

۱-عنادیہ کا عقیدہ:

یہ حقائق الاشیاء کا انکار کرتے ہیں اور ان حقائق کو اوہام اور خیالات باطلہ گمان کرتے ہیں۔

۲-عندیہ کا عقیدہ:

یہ حقائق کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اعتقاد کے تابع ہیں، اگر ہم کسی چیز کے جوہر ہونے کا اعتقاد کریں گے تو وہ جوہر ہوگا یا عرض کا کریں ہونے کا اعتقاد کریں، تو وہ عرض ہوگا۔

۳-لاأدریہ کا عقیدہ:

یہ ثبوت وعدم ثبوت شیء کے علم کا انکار کرتے ہیں، شیء کے ثبوت وعدم میں شک کرتے ہیں اور اپنے اس شک میں بھی شک کرتے ہیں۔

سوال نمبر 4: ولا یخرج عن علمه وقدرته شیء لان الجهل بالبعض والعجز عن البعض نقص وافتقار الی مخصص مع ان النصوص القطعية ناطقة بعموم العلم وشمول القدرة فهو بكل شیء عليم وعلى كل شیء قدير۔

(الف) عبارت مذکورہ بالا کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں؟

جواب: عبارت کی تشریح وتوضیح:

اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت سے کوئی شیء باہر نہیں، یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی ذات پر زائد ہیں۔ عبارت میں ''شیء'' علم وقدرت دونوں کے لیے ثابت ہے لیکن علم کے لیے ''شیء'' اور ہے اور قدرت کے لیے ''شیء'' اور ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم ''مقدورات'' سے زیادہ ہے، ذات وصفات اور محال ''معلومات'' تو ہیں لیکن مقدورات نہیں، مقدور ہر وہ ''شیء'' ہے جو ممکن ہو۔ عبارت میں اختصار کی وجہ سے علم وقدرت کو جمع کر دیا۔ محال مقدور نہیں اور اس پر عدم قدرت نقص نہیں، اس لیے کہ محالات کے ساتھ ارادہ کا تعلق محال ہے تو یہ عجز بھی نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت سے کوئی ''شیء'' باہر ہو تو یوں جہل بالبعض اور عجز عن البعض لازم آئے گا یہ نقص وافتقار ہے جبکہ نصوص قطعیہ علم کے عموم اور قدرت کے شمول پر ناطق ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کے بارے میں فلاسفہ، دہریہ، ابوالقاسم بلخی اور معتزلہ کا مذہب بیان کریں؟

جواب: فلاسفہ کا مذہب:

ان کا اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جزئیات مادیہ کو نہیں جانتا جبکہ جزئیات

مجردہ کو جانتا ہے جیسے عقول ونفوس۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ان کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سے زیادہ پر قادر نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ من کل الوجود واحد ہے اور واحد سے صرف واحد صادر ہوتا ہے۔

دہریہ کا مذہب:

دہریہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو نہیں جانتا، ان کی دلیل یہ ہے کہ علم عالم اور معلوم کے درمیان ایک نسبت ہے اور نسبت تغائر طرفین کو چاہتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر تغائر اعتباری کافی ہے جیسے کہ ہمیں ہمارے نفوس کا علم ہے۔

ابوالقاسم البلخی کا مذہب:

بلخی کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے مقدور کی مثل پر قادر نہیں (یعنی بندہ جس پر قادر ہے اس کے مثل پر اللہ تعالیٰ قادر نہیں) ورنہ بندہ کا اللہ کے مماثل ہونا لازم آئے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جواہر کو حرکت دی اور پھر بندے نے دی تو بالکل ظاہر ہے کہ یہ دونوں حرکتیں ماہیت میں مختلف ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اللہ کی قدرت ازلی اور قدیم ہے اور بندہ کی قدرت ممکن اور حادث ہے، اس وجہ سے مماثلت ممکن نہیں ہے۔

معتزلہ کا مذہب:

معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نفس مقدور عبد پر قادر نہیں، یعنی جو بندے کا عین فعل ہے۔ ان کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرے کہ بندے میں یہ فعل پایا جائے اور بندہ اس ارادہ کے عدم کا ارادہ کرے۔ اگر دونوں واقع ہوئے تو اجتماع نقیضین ہوگا اور اگر نہ پائے گئے تو ارتفاع نقیضین ہوگا اور اگر ایک پایا گیا تو ایک کو قدرت نہ ہوگی اور ہم نے فرض کیا تھا کہ بندہ قادر ہے۔

جواب: بندے کی قدرت تاثیر نہیں بلکہ اس کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم تمہاری بات مانیں بھی تو ہم کہتے ہیں کہ بندے کی قدرت سے قدرت حق اقوی ہے تو اسی کا مقدور واقع ہوگا اور عبد کی قدرت کی نفی نہیں آتی بلکہ اس کا عجز ہے اور بندے کا عجز محال نہیں۔

☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) پاکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربیة و الاسلامیة "السنة الأولیٰ"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۹ھ/ 2018ء

الورقة الثانیة: علم الفرائض

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: آخری سوال لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: (الف) علم فرائض کی اہمیت پر دلالت کرنے والی کوئی ایک آیت مبارکہ اور ایک حدیث شریف تحریر کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) فرائض کا لغوی و اصطلاحی معنی اور ان کے مابین مطابقت بیان کریں؟ ۶+۴=۱۰

(ج) علم فرائض کو نصف علم قرار دینے کی کوئی دو وجوہ قلمبند کریں؟ ۵+۵=۱۰

سوال نمبر 2: (الف) قرآن مجید میں مذکور مقررہ حصے اور ان کے مستحقین کے نام سپرد قلم کریں؟ ۷+۸=۱۵

(ب) جد صحیح اور جدہ صحیحہ میں سے ہر ایک کی وضاحت کریں اور جدہ صحیحہ کے حالات ذکر کریں؟ ۱۰+۵=۱۵

سوال نمبر 3: (الف) یحتاج فی تصحیح المسائل الی سبعة أصول ثلثة بین السهام والرؤس واربعة بین الرؤس والرؤس

حدیث کا ترجمہ کریں اور پہلے تین اصول میں سے کسی دو کی وضاحت کریں؟ ۵+۱۰=۱۵

(ب) والرابع ان تکون الاعداد متبائنة لا یوافق بعضها بعضا فالحکم فیها ان یضرب احد الاعداد فی جمیع الثانی ثم ما بلغ فی جمیع الثالث ثم ما بلغ فی جمیع الرابع ثم ما اجتمع فی اصل المسئلة

مذکورہ عبارت میں اصول تصحیح میں سے آخری اصل بیان کی جارہی ہے، آپ مثال دے کر اس کی وضاحت کریں؟ ۱۵

سوال نمبر 4: ولو صار بعض الأنصباء میراثا قبل القسمة کزوج وبنت وأم فمات الزوج قبل القسمة عن امرأة وأبوین ثم ماتت البنت عن ابنین وبنت وجدة ثم ماتت الجدة عن زوج وأخوین

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں اور مناسخہ کا اصطلاحی معنی بیان کریں؟ ۱۰+۵=۱۵

(ب) مذکورہ صورت کے بارے میں قاعدہ کلیہ کی مثال دے کر وضاحت کریں؟ ۱۵

سوال نمبر 5: درج ذیل میں سے کوئی پانچ مسائل حل کریں؟

(الف) میت

بنت بنت الابن اخت عینی اخت عینی

(ب) میت

اخت علاتی ابن

(ج) میت

زوج ام جد

(د) میت

زوج اخت عینی اختان اخیانی

(ھ) میت

زوجہ بنتان اب ام

(و) میت

ام ام الام عم

☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2018ء

دوسرا پرچہ: علم الفرائض

سوال نمبر 1: (الف) علم فرائض کی اہمیت پر دلالت کرنے والی کوئی ایک آیت مبارکہ اور ایک حدیث شریف تحریر کریں؟

جواب: آیت مبارکہ: اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۝

ترجمہ: تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے کون ان میں سے زیادہ قریب ہے تمہیں نفع پہنچانے میں، یہ حصے مقرر ہیں اللہ کی طرف سے، بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا بڑا دانا ہے۔

حدیث شریف: تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانها نصف العلم

ترجمہ: اے لوگو! علم فرائض کو سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ نصف علم ہے۔

(ب) فرائض کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ اور ان کے مابین مطابقت بیان کریں؟

جواب: فرائض کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ:

''فرائض'' جمع ہے ''فریضۃ'' کی ''فریضۃ'' کا معنیٰ ''فرض'' اور مقرر کردہ حصہ ہے۔ اصطلاح میں علم فرائض اس علم کو کہتے ہیں جس سے ورثاء کے شرعی طور پر مقررہ حصص کی کامل طور پر معرفت حاصل ہو۔ خواہ وہ حصہ بطور ''فرض'' ہو یا ''عصبہ'' ہو یا بطور ''رد''

(ج) علم فرائض کو نصف علم قرار دینے کی کوئی دو وجوہ قلمبند کریں؟

جواب: علم فرائض کو نصف علم کہنے کی دو وجوہات:

پہلی وجہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کو نصف علم قرار دیتے ہوئے فرمایا:

تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانه نصف العلم

''تم علم فرائض حاصل کرو اور لوگوں کو اس کی تعلیم دو، کیونکہ یہ نصف علم ہے۔''

دوسری حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

تعلموا الفرائض فانها من دینکم

''تم علم فرائض حاصل کرو، کیونکہ یہ تمہارے دین کا حصہ ہے۔''

دوسری وجہ: انسان کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں ۱۔ زندگی، ۲۔ وفات۔ زندگی میں دیگر علوم کی ضرورت پڑتی ہے جبکہ علم میراث وفات کے ساتھ خاص ہے، اس لیے علم فرائض کو نصف علم قرار دیا گیا ہے۔

سوال نمبر 2: (الف) قرآن مجید میں مذکور مقررہ حصے اور ان کے مستحقین کے نام سپرد قلم کریں؟

جواب: قرآن مجید میں مذکور مقررہ حصص کی تعداد و نام:

قرآن مجید میں چھ معین حصوں کا ذکر کیا گیا ہے:

۱۔ نصف 1/2، ۲۔ ربع 1/4، ۳۔ ثمن 1/8

ان تینوں حصوں کو نوع ''اول'' کہتے ہیں۔

۴۔ ثلثان 2/3، ۵۔ ثلث 1/3، ۶۔ سدس 1/6

ان تین معین حصوں کو ''نوع ثانی'' کہتے ہیں۔

مستحقین حصص:

مندرجہ بالا چھ حصوں کے مستحق حضرات کل بارہ ہیں جن میں چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں۔ ان حضرات کا حصہ کتاب و سنت اور اجماع امت کے حوالے سے مقرر ہے۔ چار مرد یہ ہیں:

۱-باپ، ۲-جد صحیح، ۳-خیفی بھائی، ۴-خاوند

آٹھ عورتیں یہ ہیں:

۱-بیوی، ۲-والد، ۳-جدہ صحیحہ، ۴-پوتی، ۵-اخوات شقیقہ، ۶-اخوات ابویہ، ۷-اخوات امیہ، ۸-بیٹی

(ب) جد صحیح اور جدہ صحیحہ میں سے ہر ایک کی وضاحت کریں اور جدہ صحیحہ کے حالات ذکر کریں؟

جواب: **جد صحیح:**

جد صحیح اس شخص کو کہتے ہیں جب میت کی طرف اس کی نسبت کی جائے تو درمیان میں میت کی والدہ کا واسطہ نہ آئے جیسے میت کے باپ کا باپ یعنی "دادا"

جدہ صحیحہ:

جدہ صحیحہ اس عورت کو کہتے ہیں جب میت کی طرف اس کی نسبت کی جائے تو درمیان میں جد فاسد کا واسطہ نہ ہو جیسے باپ کی والدہ یعنی "دادی" اور والدہ کی والدہ یعنی "نانی"

جدہ صحیحہ کے حالات:

جدہ صحیحہ کی دو حالتیں ہیں:

☆ پہلی حالت: پہلی حالت سدس (1/6) ہے۔ (خواہ جدہ صحیحہ ایک ہو یا متعدد ہوں اور اگر متعدد ہوں تو درجہ میں مساوی ہوں)

اس کی ایک شرط ہے وہ یہ ہے کہ جدہ صحیحہ کا کوئی حاجب موجود نہ ہو۔

☆ دوسری حالت: دوسری حالت محجوب ہونا ہے لیکن اس کے لیے ایک شرط ہے: وہ یہ ہے کہ جدہ امیہ کا کوئی حاجب موجود ہو۔

سوال نمبر 3: (الف) **یحتاج فی تصحیح المسائل الی سبعة أصول ثلثة بین السهام والرؤس واربعة بین الرؤس والرؤس**

حدیث کا ترجمہ کریں اور پہلے تین اصول میں سے کسی دو کی وضاحت کریں؟

جواب: ترجمہ حدیث: تصحیح مسئلہ کی ضرورت پیش آئے گی، تصحیح مسئلہ سے متعلق کل سات قوانین ہیں، ان میں سے تین قوانین کا تعلق سہام (حصص) اور رؤوس (حصے دار) کے عدد میں نسبت دینے کے متعلق ہے اور باقی چار کا تعلق رؤوس اور رؤوس میں نسبت دینے کے متعلق ہے۔

دو قوانین کی وضاحت:

پہلا قانون: اگر کسی مسئلہ میں ہر فریق کو حصہ بلا کسر حاصل ہو رہا ہو یعنی اس فریق کے حصے داروں اور

حصوں میں تماثل کی نسبت ہو تو پھر تصحیح مسئلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل مثال میں ہر فریق کو اس کا حصہ بلا کسر مل رہا ہے، لہٰذا تصحیح مسئلہ کی ضرورت نہیں ہے:

مسئلہ 6 میت

والد	والدہ	4 بیٹیاں
1/6+عصبہ	1/6	2/3
1	1	4

دوسرا قانون: اگر کسی مسئلہ میں فقط ایک فریق پر کسر واقع ہو اور باقی دوسرے فریقوں کے حصوں میں کسر واقعہ نہ ہو تو پھر جس فریق پر کسر واقع ہوئی ہے اس فریق کے رؤوس کو اس کے سہام کے ساتھ نسبت دے کر دیکھیں گے کہ ان میں توافق و تداخل کی نسبت ہے یا تباین کی نسبت ہے۔ اگر توافق و تداخل کی نسبت ہو تو پھر رؤوس کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں یا عول میں ضرب دیں (جبکہ مسئلہ عولی ہو) تو حاصل ضرب تصحیح مسئلہ ہوگا۔ پھر وفق رؤوس کو ہر حصہ دار کے حصہ کے ساتھ ضرب دیں تو ہر حصہ دار کا حصہ بھی معلوم ہو جائے گا مثلاً

مسئلہ 6 تصحیح 30 میت

والد	والدہ	10 بیٹیاں
1/6 عصبہ	1/6	2/3
1	1	4
5	5	20

(ب) والرابع ان تكون الاعداد متباينة لا يوافق بعضها بعضا فالحكم فيها ان يضرب احد الاعداد فى جميع الثانى ثم ما بلغ فى جميع الثالث ثم ما بلغ في جميع الرابع ثم ما اجتمع فى اصل المسئلة

مذکورہ عبارت میں اصول تصحیح میں سے آخری اصل بیان کی جا رہی ہے، آپ مثال دے کر اس کی وضاحت کریں؟

جواب: تصحیح کے آخری قانون کی وضاحت:

جب متاثرہ فریقوں کے رؤوس کی آپس میں نسبت تباین کی ہو تو ایسی صورت میں جمیع رؤوس کو دوسرے فریق کے جمیع رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے، جو حاصل ضرب ہو اس کو اگلے فریق کے جمیع رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے، پھر اس سے جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اگلے فریق کے جمیع رؤوس کے ساتھ ضرب دیں گے۔ ان سے جو حاصل ضرب آئے گا اس کو اگلے فریق کے جمیع رؤوس کے ساتھ ضرب دیں

گے۔ اسی طرح تمام رؤوس کے ساتھ کریں گے پھر جب جمیع رؤوس پورے ہوجائیں گے تو جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اور پھر حسب سابق تمام سہام کو اسی عدد سے ضرب دے کر سہام تقسیم کردیں گے۔

مثال:

میت مسئلہ 24 تصحیح 5040

7 چچے	10 بیٹیاں	6 جدات	2 بیویاں
عصبہ	2/3	1/6	1/8
1	16	4	3
210	3360	840	630

سوال نمبر 4: ولو صار بعض الأنصباء ميراثا قبل القسمة كزوج وبنت وأم فمات الزوج قبل القسمة عن امرأة وأبوين ثم ماتت البنت عن ابنين وبنت وجدة ثم ماتت الجدة عن زوج وأخوين

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں اور مناسخہ کا اصطلاحی معنی بیان کریں؟

جواب: ترجمہ عبارت: اگر میراث تقسیم ہونے سے پہلے میت اول اور میت ثانی الگ الگ ہوجائیں تو جیسے کسی عورت نے شوہر، بیٹی اور ماں چھوڑی، پھر تقسیم سے پہلے ہی زوج مر گیا اور اس نے ورثاء میں بیوی ماں اور باپ چھوڑے۔ پھر بیٹی بھی تقسیم سے پہلے مرگئی اور اس نے دو بیٹے، ایک بیٹی اور نانی چھوڑی پھر یہ نانی بھی قبل از تقسیم فوت ہوگئی اور اس نے ورثاء میں شوہر اور دو بھائی چھوڑے۔

مناسخہ کا اصطلاحی معنی:

اصطلاحِ اہل فرائض میں "کسی وارث کے قبل از تقسیم مرنے کی وجہ سے اس کے حصہ کا اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہوجانا" مناسخہ کہلاتا ہے۔

(ب) مذکورہ صورت کے بارے میں قاعدہ کلیہ کی مثال دے کر وضاحت کریں؟

جواب: اس میں اولاً میت اول کی تصحیح کریں گے اور اس کے ورثاء کو سہام دیں گے، پھر میت ثانی کی تصحیح کریں گے اور دیکھیں گے کہ اس میت ثانی کو میت اول کی تصحیح سے جو سہام ملے تھے اس کی نسبت اس تصحیح ثانی کے ساتھ تماثل کی ہے، توافق کی یا تباین کی۔ اگر نسبت تماثل کی ہو تو یعنی میت اول کی تصحیح ہے جو اس کو ملا تھا وہ اس کے ورثاء میں پورا پورا تقسیم ہو رہا ہے تو پھر کسی دیگر ضرب کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تصحیح اول اصل مسئلہ کے قائم مقام ہوگی اور تصحیح ثانی بمنزلہ رؤوس کے ہوگی اور میت ثانی کے ہاتھ میں میت اول

سے ملے ہوئے جو سہام ہیں وہ ایسے ہیں جیسے اصل مسئلہ سے کسی فریق کے سہام ہوتے ہیں۔ پس میت ثانی کا مافی الید اس کے ورثاء میں پورا پورا تقسیم ہونے کی صورت میں وہی پہلی تصحیح ہی دونوں کے سہام تقسیم کرنے کے لیے کافی ہوگی۔

مثال:

مسئلہ 4 بالرد 16x2=32x4=128 میت

شوہر	بیٹی	ماں
ربع (اقل مخرج)	نصف	ثلث
۳۲=۴x۸=۲x۴	۷۲=۴x۱۸=۲x۹	۲۴=۴x۶=۲x۳

سوال نمبر 5: درج ذیل میں سے کوئی پانچ مسائل حل کریں۔

(الف) میت

بنت	بنت الابن	اخت عینی	اخت عینی

(ب) میت

اخت علاتی	ابن

(ج) میت

زوج	ام	جد

(د) میت

زوج	اخت عینی	اختان اخیافی

(ھ) میت

زوجہ	بنتان	اب	ام

(و) میت

ام	ام الام	عم

جواب:

(الف) میت مسئلہ 6

بنت	بنت الابن	اخت عینی	اخت عینی
1/2	1/6	عصبہ	
3	1	2	

(ب) میت مسئلہ 1

ابن	اخت علاتی
1	محجوب

(ج) میت مسئلہ 6

جد	ام	زوج
عصبہ	1/3	1/2
1	2	3

(د) میت مسئلہ 6 عول 8

اختان اخیافی	اخت عینی	زوج
1/3	1/2	1/2
2	3	3

(ھ) میت مسئلہ 24

ام	اب	بنتان	زوجہ
1/3	1/6+عصبہ	2/3	1/8
8	1+4	8	3

(و) میت مسئلہ 3

عم	ام الام	ام
عصبہ	محجوب	1/3
2	0	1

☆☆☆

الاختبار السنوی النھائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اھل السنۃ) باکستان

شھادۃ العالمیۃ فی العلوم العربیۃ والاسلامیۃ "السنۃ الأولیٰ"

للطلاب الموافق سنۃ ۱۴۳۹ھ / 2018ء

الورقۃ الثالثۃ: فقہ و اصول فقہ

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: دونوں قسموں سے کوئی دو، دو سوال حل کریں۔

﴿قسم اوّل......فقہ﴾

سوال نمبر 1: الشفعۃ واجبۃ للخلیط فی نفس المبیع ثم للخلیط فی حق المبیع کالشرب والطریق ثم للجار افاد ھذا اللفظ ثبوت حق الشفعۃ لکل واحد من ھؤلاء وأفاد الترتیب۔

(الف) عبارت کا ترجمہ اور شفعہ کی وجہ تسمیہ سپرد قلم کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) اگر چند شفعاء جمع ہو جائیں تو ان کے درمیان شفعہ کیسے تقسیم ہوگا؟ احناف وشوافع کا مذہب مع الدلائل لکھیں۔ ۱۵

سوال نمبر 2: وان ترک الذابح التسمیۃ عامدا فالذبیحۃ میتۃ لا تؤکل وان ترکھا ناسیا أکل وقال الشافعی أکل فی الوجھین وقال مالک لاتؤکل فی الوجھین۔

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں اور تشریح اس انداز سے کریں کہ مسئلہ کی وضاحت ہو جائے؟ ۵+۵=۱۰

(ب) ذکر کردہ مسئلہ میں تینوں آئمہ کے دلائل سپرد قلم کریں؟ ۳×۵=۱۵

سوال نمبر 3: الاضحیۃ واجبۃ علی کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی عن نفسہ وعن ولدہ الصغار۔

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں اور اضحیہ کا لغوی واصطلاحی معنی قلمبند کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) مذکورہ اوصاف جس شخص میں پائے جائیں اس پر قربانی کرنا واجب ہے یا سنت؟ اقوال ائمہ مع دلائل نقلیہ وعقلیہ تحریر کریں؟ ۱۵

قسم ثانی......اصول فقہ

سوال نمبر 4: والتمثيل بالمركبة من عدة امور لاينافى كون بعض الماهيات الاعتبارية بسائط على ان الحق انها انما يقال لها الامور الاعتبارية لا الماهيات الاعتبارية .

(الف) درج بالا عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) مذکورہ عبارت ایک وہم کا جواب ہے، آپ وہ وہم ذکر کرنے کے بعد جواب کی وضاحت کریں؟ ۸+۷=۱۵

سوال نمبر 5: وشرط لكلا التعريفين الطرد اى كل ما صدق عليه الحد صدق عليه المحدود والعكس اى كل ما صدق عليه المحدود صدق عليه الحد .

(الف) ترجمہ کرنے کے بعد طرد و عکس کا لغوی معنی سپرد قلم کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) تلویح کی روشنی میں مذکورہ عبارت کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں؟ ۱۵

سوال نمبر 6: اعلم انى لما وقعت فى مباحث الموضوع والمسائل اردت ان اسمعك بعض مباحثها التى لايستغنى المحصل عنها وان كان لايليق بهذا الفن منها انهم قد ذكروا ان العلم الواحد قديكون له اكثر من موضوع واحد .

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں اور تلویح کی روشنی میں موضوع علم کی وضاحت کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) کیا علم واحد کے متعدد موضوع ہو سکتے ہیں؟ اس حوالے سے صاحب توضیح کی بیان کردہ تحقیق سپرد قلم کریں؟ ۱۵

☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2018ء

تیسرا پرچہ: فقہ واصول فقہ

﴿حصہ اوّل: فقہ﴾

سوال نمبر 1: الشفعة واجبة للخليط فى نفس المبيع ثم للخليط فى حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار افاد هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء وأفاد الترتيب .

(الف) عبارت کا ترجمہ اور شفعہ کی وجہ تسمیہ سپرد قلم کریں؟

(ب) اگر چند شفعاء جمع ہو جائیں تو ان کے درمیان شفعہ کیسے تقسیم ہوگا؟ احناف وشوافع کا مذہب مع الدلائل لکھیں۔

جواب: (الف) ترجمہ عبارت: (حضرت امام قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) شفعہ نفس مبیع میں شریک شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے، پھر حق مبیع میں شریک شخص کے لیے جیسے پانی اور راستہ۔ پھر پڑوسی کے لیے حق شفعہ ہوگا۔ حضرت امام قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس لفظ نے مذکورین میں سے ہر ایک کے لیے حق شفعہ کے ثبوت اور ترتیب دونوں کا فائدہ دیا۔

شفعہ کی وجہ تسمیہ:

چونکہ شفعہ میں ملانے کا مفہوم پایا جاتا ہے اور شفیع بھی مبیع کو حق شفعہ کے طور پر لے کر اسے اپنی زمین کے ساتھ ملا دیتا ہے، اس لیے شفعہ کو شفعہ کہا جاتا ہے۔

(ب) چند شفعاء جمع ہونے سے شفعہ کے تقسیم کرنے کی ترتیب اور آئمہ کے دلائل:

جب کسی معاملہ میں چند شفعاء جمع ہو جائیں تو احناف کے نزدیک سب سے پہلے نفس مبیع میں شریک کو حق شفعہ دیا جائے گا، پھر حق مبیع میں شریک کو اس کا حقدار قرار دیا جائے گا مثلاً پانی اور راستہ وغیرہ اور تیسرے نمبر پر ہمسائیگی کی بنیاد پر حق شفعہ دیا جائے گا۔ اس بارے میں ان کی دلیل یہ ارشاد گرامی ہے: الشفعة لشريك لم يقاسم یعنی شفعہ اس شریک کے لیے ہے جس نے بٹوارا نہ کیا ہو۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ پڑوسی کی بناء پر شفعہ نہیں ملتا، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شفعہ غیر مقسوم چیزوں میں ہے۔ جب حدود مقرر ہو گئے اور راستے مقرر ہو گئے تو شفعہ نہیں ملے گا۔ ان کی عقلی دلیل یہ ہے کہ حق شفعہ کا ثبوت قضائے قیاس کے مخالف ہے، کیونکہ شفعہ میں دوسرے کے مال پر اس کی رضامندی کے بغیر قبضہ جمانا ہوتا ہے اور قیاس اس بات کو صحیح نہیں سمجھتا ہے۔ قیاس کا تقاضا ہے کہ شفعہ کسی کے لیے بھی ثابت نہ ہو مگر بٹوارے کی پریشانی کے پیش نظر شریک فی عین المبیع کے لیے شفعہ کو ثابت مانا گیا ہے، کیونکہ اس صورت میں شفیع کو بٹوارے کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ رہی یہ بات کہ شرکت فی حق المبیع اور جوار کا، تو پہلے میں اگرچہ شرکت رہتی ہے، مگر تقسیم کی وجہ سے علت شفعہ اس میں معدوم ہے اور دوسرے میں سرے سے شرکت ہی نہیں رہتی، چہ جائیکہ اس میں بٹوارے کی تقسیم کا ضرر لازم آئے۔ لہٰذا جس میں یہ ضرر ہو، ہم اس میں شفعہ کے قائل ہیں، جس میں یہ ضرر نہ ہو ہمارے نزدیک اس میں شفعہ نہیں ہے۔

سوال نمبر 2: وان ترك الذابح التسمية عامدا فالذبيحة ميتة لا تؤكل وان تركها ناسيا أكل وقال الشافعي أكل في الوجهين وقال مالك لاتؤكل في الوجهين۔

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں اور تشریح اس انداز سے کریں کہ مسئلہ کی وضاحت ہو جائے؟

(ب) ذکر کردہ مسئلہ میں تینوں آئمہ کے دلائل سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: اور اگر جانور ذبح کرنے والے نے عمداً بسم اللہ ترک کر دی تو وہ جانور میت (مردار) ہوگا جو کھایا نہیں جائے گا۔ اگر بھول کر بسم اللہ پڑھنا چھوٹ گئی تو اس کا گوشت کھایا جائے گا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دونوں صورتوں میں گوشت کھایا جائے گا اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دونوں صورتوں میں جانور کا گوشت نہیں کھایا جائے گا۔

عبارت کی وضاحت:

اس عبارت میں جانور کو ذبح کے وقت بسم اللہ عمداً یا ناسیاً ترک کرنے کے حوالے سے آئمہ ثلاثہ کے مذاہب بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت عمداً بسم اللہ ترک کرنے سے جانور کا گوشت نہیں کھایا جائے گا، بھول کر ترک کرنے سے گوشت کھایا جائے گا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں صورتوں میں گوشت کھایا جائے گا اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں صورتوں میں گوشت نہیں کھایا جائے گا۔

(ب) مسئلہ مذکورہ میں آئمہ فقہ کے دلائل:

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کیا ہے: مسلمان خواہ تسمیہ کہے یا نہ کہے وہ اللہ کے نام پر ہی ذبح کرتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کثیر دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان جانوروں کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے جن پر ذبح کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے احناف کے ظاہر سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل نص قطعی ہونے کی وجہ سے قوی ہے۔

سوال نمبر 3: الاضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر في يوم الاضحى عن نفسه وعن ولده الصغار .

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں اور اضحیہ کا لغوی واصطلاحی معنی قلمبند کریں؟

(ب) مذکورہ اوصاف جس شخص میں پائے جائیں اس پر قربانی کرنا واجب ہے یا سنت؟ اقوال آئمہ مع دلائل نقلیہ وعقلیہ تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت: ہر آزاد، مسلمان، مقیم اور مالدار پر قربانی کے دنوں میں اپنی اور اپنی چھوٹی اولاد کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

اضحیہ کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لغوی معنیٰ: لفظ ''اضحیہ'' کا لغوی معنیٰ ہے: قربانی کے دنوں میں بطور قربانی ذبح کیے جانے والا جانور۔

شرعی واصطلاحی معنیٰ: مخصوص جانور کو مخصوص ایام میں تقرب کی نیت سے ذبح کرنے کو ''اضحیہ'' کہا جاتا ہے۔

(ب) قربانی کی شرعی حیثیت میں مذاہب آئمہ:

مسلم، آزاد، مقیم اور مالدار پر ایام قربانی میں قربانی کرنا واجب ہے یا سنت؟ اس بارے میں اختلاف آئمہ ہے۔ حضرات طرفین، امام زفر اور حضرت حسن رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہاں اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت کے مطابق قربانی واجب ہے۔ جس شخص میں قربانی کے اوصاف جمع ہوں، اسے اپنی جانب سے اور اپنی زیر تربیت چھوٹی اولاد کی طرف سے ایام اضحیہ میں قربانی کرنا واجب ہے۔ وجوب کی دلیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے: جو شخص وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے، غیر واجب کے ترک پر اس طرح کی وعید لاحق نہیں ہوتی۔ لہٰذا قربانی ایسی عبادت ہے جس کی طرف اس کا وقت منسوب ہوتا ہے اور اسے یوم اضحیہ کہا جاتا ہے۔ یہ اضافت وجوب پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ اضافت کا مقصد اختصاص ہے اور اختصاص وجوب کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قربانی کرنا سنت ہے، انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے: جو شخص قربانی کرنا چاہتا ہو تو وہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے سے لے کر قربانی کرنے تک اپنے جسم کے کسی حصہ سے بال نہ ترشوائے۔ ان کی عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر مقیم پر قربانی واجب ہوتی تو مسافر و مقیم کے درمیان کوئی امتیاز نہ ہوتا، جس طرح زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور مقیم ومسافر دونوں پر یکساں فرض ہے، اسی طرح قربانی بھی واجب ہوتی تو دونوں پر فرض ہوتی جبکہ مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا مقیم پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل قوی ہے، جو وجوب پر دلالت کرتی ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل ضعیف ہے۔ لہٰذا قوی روایت کے حکم وجوب پر عمل کیا جائے گا اور اسے ترجیح حاصل ہوگی۔

﴿حصہ دوم: اصول فقہ﴾

سوال نمبر 4: وَالتَّمْثِيلُ بِالْمُرَكَّبَةِ مِنْ عِدَّةِ أُمُورٍ لَا يُنَافِي كَوْنَ بَعْضِ الْمَاهِيَّاتِ الْإِعْتِبَارِيَّةِ بَسَائِطَ عَلَى أَنَّ الْحَقَّ أَنَّمَا إِنَّمَا ...

الاعتباریة.

(الف) درج بالا عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟

(ب) مذکورہ عبارت ایک وہم کا جواب ہے، آپ وہ وہم ذکر کرنے کے بعد جواب کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) عبارت پر اعراب اور ترجمہ عبارت:

عبارت پر اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حسب ذیل ہے:

کئی امور سے مرکب کی مثال بیان کرنا یہ کچھ ماہیات اعتباریہ کہ بسطیہ ہونے کے منافی نہیں ہے، کیونکہ بسائط کو امور اعتباریہ کہا جاتا ہے نہ کہ ماہیات اعتباریہ۔

(ب) ایک وہم اور اس کے جواب کی وضاحت:

مندرجہ بالا عبارت ایک وہم کا جواب ہے، وہ وہم اور اس کے جواب کی وضاحت درج ذیل ہے:

الوہم: وہم یہ تھا کہ ماہیات معتبرہ محض مرکبات کے ساتھ خاص ہیں، تو التمثیل سے مصنف نے اس وہم کے دو جواب دیے ہیں:

۱- یہ تمثیل مقصود کے زیادہ مناسب تھی اس لیے اس کو بیان کیا اگر چہ بعض ماہیات اعتباریہ بسیط ہیں۔

۲- بسائط کو ماہیات اعتباریہ نہیں بلکہ امور اعتباریہ کہا جاتا ہے، لحاظ ماہیات اعتباریہ کا اطلاق مرکب پر بھی کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر 5: وشرط لكلا التعريفين الطرد اى كل ما صدق عليه الحد صدق عليه المحدود والعكس اى كل ما صدق عليه المحدود صدق عليه الحد.

(الف) ترجمہ کرنے کے بعد طرد وعکس کا لغوی معنی سپرد قلم کریں؟

(ب) تلویح کی روشنی میں مذکورہ عبارت کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت: اور دونوں تعریفوں (حقیقی ورسمی) کے لیے مطرد (مانع عن دخول الغیر) ہونا شرط ہے یعنی جہاں حد (تعریف) صادق آئے، وہ محدود (معرف) بھی صادق آئے اور منعکس (اپنے تمام افراد کو جامع) ہونا بھی شرط ہے۔ یعنی جہاں محدود صادق آئے وہاں حد بھی صادق آئے۔

طرد اور عکس کا لغوی معنیٰ:

مطرد کا معنیٰ یہ ہے کہ جس چیز پر حد صادق آئے، اس پر محدود بھی صادق آئے یعنی جہاں حد پائی

جائے، وہاں محدود بھی پایا جائے۔ لفظ عکس کے دو معانی ہیں: (۱) بعض نے عکس کا معنیٰ کیا ہے عکس طرد۔ (۲) بعض نے معنیٰ کیا ہے، عکس اثبات۔ اب عکس طرد کا معنیٰ ہوا: موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع بنانا مثلاً کلما صدق علیہ الحد صدق علیہ المحدود کا عکس ہے: کلما صدق علیہ المحدود صدق علیہ الحد۔ اسی طرح کل انسان ضاحك اور بالعکس کل ضاحك انسان۔ دوسرا معنیٰ ہے: عکس اثبات مثلاً کلما صدق علیہ الحد صدق علیہ المحدود اور اس کا عکس ہے: اذا انتفی الحد انتفی المحدود مگر عکس کے دونوں معانی کا حاصل ایک ہی ہے کہ تعریف اپنے افراد کے لیے جامع ہو۔

(ب) عبارت کی توضیح وتشریح:

ماہیت کی دو اقسام ہیں:

۱- ماہیت حقیقی: وہ ماہیات ہیں جن میں انسانی صنع کا دخل نہ ہو جیسے انسان، گھوڑا اور گدھا وغیرہ۔

۲- ماہیت اعتباریہ: یہ وہ ماہیات ہیں جن میں انسانی صنع کا دخل ہوتا ہے مثلاً مختلف اشیاء کو مرکب کر کے پھر ان کا کوئی نام تجویز کر دیا۔

ان سب چیزوں کی وضع میں انسان کا دخل ہے۔ ماہیات حقیقیہ کی جب تعریف کی جاتی ہے وہ حد حقیقی ہوتی ہے اور اس کے مقابلہ میں ماہیات اعتباریہ کی تعریف ہے جو حد رسمی ہوتی ہے۔ اب تعریف خواہ ماہیات حقیقیہ کی ہو یا ماہیات اعتباریہ کی، دونوں قسموں کے لیے طرد اور عکس ضروری ہے۔

طرد کا معنیٰ ہے: دخولِ غیر سے مانع ہونا اور عکس کا معنیٰ ہے: اپنے افراد کے لیے جامع ہونا۔ اب طرد: کلما صدق علیہ الحد صدق علیہ المحدود یعنی جس چیز پر حد صادق ہو اس چیز پر محدود کا صادق ہونا بھی ضروری ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر مانعیت نہیں ہوگی جیسے انسان کی تعریف با یں الفاظ کی جائے: "حیوان ماش" اب یہ تو گدھے پر بھی صادق آئے گی، لیکن محدود پر صادق نہیں ہے۔ اسی طرح عکس کا معنیٰ ہے: "کلما صدق علیہ المحدود صدق علیہ الحد" یعنی جس پر محدود صادق ہو اس پر حد بھی صادق ہو، اگر ایسا نہیں تو پھر جامعیت نہیں رہے گی جیسے انسان کی تعریف میں کہا جائے: کاتب بالفعل۔ اب وہ انسان جو بالفعل لکھنا نہیں جانتا مگر اس میں لکھنے کی قوت ہے۔ اب یہ تعریف ایسے انسان پر صادق نہیں ہے۔

سوال نمبر 6: اعلم انی لما وقعت فی مباحث الموضوع والمسائل اردت ان اسمعك بعض مباحثها التی لایستغنی المحصل عنها وان کان لایلیق بهذا الفن منها انهم قد ذکروا ان العلم الواحد قدیکون له اکثر من موضوع واحد۔

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں اور تلویح کی روشنی میں موضوع علم کی وضاحت کریں؟

(ب) کیا علم واحد کے متعدد موضوع ہو سکتے ہیں؟ اس حوالے سے صاحب توضیح کی بیان کردہ تحقیق سپرد قلم کریں؟

جواب. (الف) ترجمہ عبارت: جان لو کہ جب میں نے موضوع اور مسائل کی بحث چھیڑی تو چاہا کہ اب موضوع کے بعض مباحث بھی بیان کر دوں، جن سے طالب علم بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اگر چہ وہ مباحث اس فن کے مناسب نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ علماء نے ذکر کیا ہے کہ علم واحد کے لیے کبھی ایک سے زیادہ موضوع بھی ہو سکتے ہیں۔

موضوع کی وضاحت:

کسی بھی علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے اور عوارض ذاتیہ تین قسم کے ہیں: ۱- وہ عوارض، جن سے باقاعدہ اس فن میں بحث کی جاتی ہے جیسے حکم ثابت بالادلہ ہونا۔

۲- وہ عوارض، جن سے اس فن میں بحث تو نہیں ہوتی مگر عوارض محوث عنہا میں اس کا دخل ضرور ہے جیسے حکم کا فعل بالغ سے متعلق ہونا وغیرہ۔

۳- وہ عوارض ہیں، جن سے نہ اس فن میں بحث ہوتی ہے اور نہ ان کو عوارض مبحوث عنہا میں کوئی دخل ہے، جیسے حکم کا مرکب ہونا، مفرد ہونا وغیرہ۔ اب قسم سے بحث اس طرح ہوگی کہ یہ قضیہ کلیہ میں محمول واقع ہوتی ہے اور قسم ثانی کی تین صورتیں ہیں: (۱) کبھی موضوع کے لیے قید و وصف، (۲) کبھی خود موضوع، (۳) کبھی خود محمول واقع ہوتی ہے۔

مثالیں: (۱) قید و وصف ہو جیسے: "الحکم المتعلق بالعبادۃ یثبت بخبر الواحد" اس مثال میں "المتعلق بالعبادۃ" قسم ثانی ہے اور یہ اس قضیہ میں موضوع کے لیے قید ہے۔ (۲) موضوع ہو جیسے العقوبۃ لا یثبت بالقیاس۔ اس مثال میں "العقوبۃ" قسم ثانی ہے، یہ اس قضیہ میں موضوع ہے۔ (۳) محمول ہو جیسے "زکوٰۃ الصبی عبادۃ" اس مثال میں "عبادۃ" قسم ثانی ہے اور یہ اس قضیہ میں محمول ہے۔

(ب) علم واحد کے متعدد موضوع ہونا:

اگر موضوع نسبت بین الشیئین ہو اور اعراض مبحوث عنہا، طرفین سے پیدا ہو تو کئی چیزیں موضوع بن سکتی ہیں ورنہ نہیں، کیونکہ علم کا اتحاد و اختلاف، یہ معلومات کے متحد اور مختلف ہونے سے ہوتا ہے۔ معلومات سے مراد مسائل ہیں، اور اختلاف موضوع کی وجہ سے معلومات و مسائل مختلف ہوتے ہیں۔ لہٰذا اختلاف موضوع، اختلاف علم کا سبب ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ موضوع کے اتحاد و اختلاف نے مسائل متحد و مختلف ہو جاتے ہیں، اور مسائل و معلومات کے اتحاد و اختلاف سے علم متحد و مختلف ہو جاتا ہے۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولیٰ"

للطلاب الموافق سنة ١٤٣٩ھ/ 2018ء

الورقة الرابعة: لاصول الحديث و اصول التحقيق

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ١٠٠

نوٹ: دونوں قسموں سے کوئی دو، دو سوال حل کریں۔

﴿قسم اول......اصول حدیث﴾

سوال نمبر 1: الخبر اما أن يكون له طرق بلا عدد معين أو مع حصر بما فوق الاثنين أو بهما أو بواحد

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر اس کا ترجمہ کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) "طرق" کی وضاحت کریں نیز بتائیں کہ متواتر کے راویوں کی تعداد معین ہے یا نہیں؟ شرح نخبہ کی روشنی میں تفصیلاً جواب دیں۔ ۵+۱۰=۱۵

سوال نمبر 2: وقد يقع فيها ای فی اخبار الاحاد المنقسمة الی مشهور وعزيز و غريب ما يفيد العلم النظری بالقرائن، علی المختار خلافا لمن أبی والخلاف فی التحقيق لفظی

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں اور تشریح سپرد قلم کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) خبر محتف بالقرائن کی اقسام ثلاثہ کی وضاحت کریں؟ ۳×۵=۱۵

سوال نمبر 3: (الف) منکر کی تعریف کرنے کے بعد بتائیں کہ شاذ اور منکر کے درمیان کونسی نسبت ہے؟ ۵+۵=۱۰

(ب) مدرج الاسناد کی کوئی سی تین اقسام کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں؟ ۳×۵=۱۵

﴿قسم ثانی......اصول تحقیق﴾

سوال نمبر 4: (الف) مصادر (Sources) کے اعتبار سے تحقیق کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟ وضاحت کریں؟ ۱۰

(ب) معیار کے اعتبار سے تحقیق کی کوئی سی تین اقسام کی وضاحت کریں؟ ۳×۵=۱۵

سوال نمبر 5: (الف) علمی تحقیق کے بنیادی عناصر میں سے کوئی سے پانچ عناصر کے نام سپرد قلم کریں؟ ۵×۲=۱۰

(ب) کوئی سی تین ایسی خصوصیات وصفات کا ذکر کریں جن سے محقق کو آراستہ ہونا ضروری ہوتا ہے؟ ۳×۵=۱۵

سوال نمبر 6: (الف) عام طور پر نگران استاد کی طرف سے موضوع کے انتخاب کی ضرورت کب پیش آتی ہے؟ ۱۰

(ب) اچھے موضوع کی شرائط میں سے کوئی سی تین کی تشریح وتوضیح سپرد قلم کریں؟ ۳×۵=۱۵

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2018ء

چوتھا پرچہ: اصول حدیث واصول تحقیق

﴿حصہ اوّل: اصول حدیث﴾

سوال نمبر 1: اَلْخَبَرُ اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ لَهٗ طُرُقٌ بِلَا عَدَدٍ مُعَیَّنٍ اَوْ مَعَ حَصْرٍ بِمَا فَوْقَ الْاِثْنَیْنِ اَوْ بِهِمَا اَوْ بِوَاحِدٍ

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر اس کا ترجمہ کریں؟

(ب) ''طرق'' کی وضاحت کریں نیز بتائیں کہ متواتر کے راویوں کی تعداد معین ہے یا نہیں؟ شرح نخبہ کی روشنی میں تفصیلاً جواب دیں۔

جواب: (الف) عبارت پر اعراب اور ترجمہ:

اعراب اوپر عبارت پر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حسب ذیل ہے:

خبر غیر معین کئی طرق ہوں گے یا دو سے زائد ہوں گے، جو معین ہوں گے دو ہوں گے یا ایک ہوگا۔

(ب) ''طرق'' کی وضاحت:

لفظ ''طرق'' (بضمتین) جمع ہے بروزن فعیل اور یہ جمع کثرت ہے، کیونکہ جمع قلت اس وزن کی افعلۃ کے وزن پر آتی ہے۔ طرق سے مراد اسانید ہیں۔ اسانید، اسناد کی جمع ہے جو متن کی حکایت کو کہتے ہیں، متن اس عبارت کو کہا جاتا ہے جس پر اسناد کی انتہاء ہو یعنی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

متواتر کے راویوں کی تعداد کی وضاحت:

متواتر کے لیے چار شرائط کا ہونا ضروری ہے:

۱-خبر متواتر کو کثیر رواۃ روایت کریں۔
۲-سند کے ہر طبقہ میں یہ کثرت پائی جائے۔
۳-عادتاً ان لوگوں کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔
۴-ان لوگوں کی خبر حس کی بنیاد پر ہو۔

خبر متواتر کی کم از کم تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں مگر مختار قول کے مطابق وہ دس ہوں۔

سوال نمبر2: **وقد یقع فیھا أی فی أخبار الاحاد المنقسمة الی مشھور وعزیز و غریب ما یفید العلم النظری بالقرائن، علی المختار خلافا لمن أبی والخلاف فی التحقیق لفظی**

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں اور تشریح سپرد قلم کریں؟
(ب) خبر مختلف بالقرائن کی اقسام ثلاثہ کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت: اور بیشک اخبار احاد کی تین اقسام ہیں: مشہور، عزیز اور غریب۔ یہ مختار قول کے مطابق قرائن کے ساتھ علم نظری کا فائدہ دیتی ہیں خواہ کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت بھی کی ہے اور یہ اختلاف حقیقت میں لفظی ہے۔

عبارت کی وضاحت:

اس عبارت میں مصنف امام احمد بن علی عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اخبار احاد کی تین اقسام ہیں:

۱-مشہور: اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی سند میں رواۃ دو سے زیادہ ہوں۔ اس کا دوسرا نام مستفیض بھی ہے۔
۲-عزیز: وہ روایت ہے جس کی سند میں کم از کم دو راوی ہوں۔
۳-غریب: وہ روایت ہے جس کی سند میں کسی طبقہ میں ایک راوی ہو۔

غریب کی دو اقسام ہیں: (۱) فرد مطلق، (۲) فرد نسبی۔

(ب) اخبار ثلاثہ کی حیثیت:

خبر مشہور، خبر عزیز اور خبر غریب کی اہمیت وحیثیت کے بارے میں محدثین کا اختلاف پایا جاتا ہے مگر وہ اختلاف لفظی ہے حقیقی نہیں ہے۔ اخبار احاد سے حدیث صحیح کی طرح احکام ومسائل مستنبط کیے جا سکتے ہیں اور انہیں معمول بہ بنایا جا سکتا ہے۔ خبر غریب جب قوی اسناد والی روایات سے متصل ہوتی ہے تو اس میں صحت وقوت کے اوصاف عود کر آتے ہیں۔

سوال نمبر 3: (الف) منکر کی تعریف کرنے کے بعد بتائیں کہ شاذ اور منکر کے درمیان کونسی نسبت ہے؟

(ب) مدرج الاسناد کی کوئی سی تین اقسام کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں؟

جواب: (الف) منکر: وہ حدیث ہے جس کی سند میں ایسا راوی ہو جس میں سبب طعن بکثرت غلطی کا مرتکب ہونا یا کثرت غفلت اور یا فسق وغیرہ نقائص وعیوب موجود ہوں۔

شاذ: وہ روایت ہے جسے مقبول راوی روایت کرے اور اولیٰ کے خلاف ہو۔

منکر وشاذ میں نسبت:

منکر وشاذ دونوں روایات مخالفت کے معاملہ میں مشترک ہیں جبکہ راوی کی روایت کے اعتبار سے مختلف ہیں یعنی شاذ، مقبول کی روایت ہے اور منکر کا راوی ضعیف ہوتا ہے۔

جواب: (ب) جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2016ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿حصہ دوم: اصول تحقیق﴾

سوال نمبر 4: (الف) مصادر (Sources) کے اعتبار سے تحقیق کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟ وضاحت کریں؟

(ب) معیار کے اعتبار سے تحقیق کی کوئی سی تین اقسام کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) مصادر کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام:

مصادر کے اعتبار سے تحقیق کی تین اقسام ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱-لائبریری تحقیق:

اس سے مراد ایسی تحقیق ہے جس کا زیادہ تر انحصار کتابوں، مجلات اور انسائیکلوپیڈیاز میں موجود معلومات ومواد پر ہوتا ہے۔ محقق لائبریری جاتا ہے، بیسیوں کتابیں اکٹھی کر کے ان کا مطالعہ کرتا ہے اور پھر اپنی تحقیق کو ان مصادر کی طرف منسوب کر کے لکھتا ہے۔

۲-میدانی تحقیق:

اس تحقیق کا انحصار موقع ومحل اور میدان تحقیق پر ہوتا ہے، معلومات جمع کرنے کے لیے محقق موضوع تحقیق کے موقع ومحل کی طرف جاتا ہے، وہ مختلف لوگوں سے ملتا ہے اور ان سے معلومات وبیانات اکٹھے کرتا ہے، ان کا انٹرویو کرتا ہے، ان سے سوال کرتا ہے، ان کے اعمال وافعال اور نظریات کا جائزہ لیتا ہے، اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے، بذات خود موقع ومحل دیکھتا ہے اور پھر مختلف آراء ومشاہدات کا باہمی موازنہ کر

کے قوت قیاس اور قوت تطبیق کے ذریعے استنباط و استخراج اور نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اسے کھیتوں، کارخانوں، فیکٹریوں اور مختلف کمپنیوں میں بھی جانا پڑتا ہے۔

۳-لائبریری، میدانی تحقیق:

اس سے مراد ایسی تحقیق ہے جس میں موضوع تحقیق کی مناسبت سے لائبریری مصادر اور میدانی مشاہدات دونوں شامل ہوتے ہیں۔ محقق پہلے کتابوں اور لائبریری ذرائع سے معلومات اکٹھی کرتا ہے، پھر عملی زندگی میں جا کر ان کا جائزہ لیتا ہے۔ اس تحقیق میں لائبریری دراصل میدانی تحقیق کی تمہید کا کام دیتی ہے۔

(ب) معیار کے اعتبار سے اقسام تحقیق:

جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2014ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر 5: (الف) علمی تحقیق کے بنیادی عناصر میں سے کوئی سے پانچ عناصر کے نام سپرد قلم کریں؟

(ب) کوئی سی تین ایسی خصوصیات وصفات کا ذکر کریں جن سے محقق کو آراستہ ہونا ضروری ہوتا ہے؟

جواب: (الف) علمی تحقیق کے پانچ بنیادی عناصر:

علمی تحقیق کے بنیادی عناصر دس ہیں جن میں سے پانچ کے نام حسب ذیل ہیں:

ا-مسئلہ تحقیق کی حدود کی شناخت:

اس مسئلہ سے مراد تحقیق کے علمی افکار، موضوعات، مسائل اور میدانات ہیں۔ مسئلہ تحقیق کی تحدید سے مراد تحقیق کی اہمیت کی وضاحت اور تحقیق کے مفروضے، نیز معلومات، مواد، وسائل، نمونوں، تجربات اور اسالیب کی نوعیت اور عملی مناہج کی اقسام جن کے ذریعے مقالے کی تیاری میں مدد لی جاتی ہے۔

۲-جدت اور تحقیق:

تحقیق کے بنیادی عناصر میں ایک عنصر یہ ہے کہ وہ تحقیق جدید اور تخلیقی ہو، نئی معلومات کا اضافہ کرے اس میں نقل یا تقلید یا ترجمہ و تکرار نہ ہو۔ درحقیقت ہر محقق اپنی تحقیق کا آغاز وہاں سے کرتا ہے جہاں اس سے پہلے والے محققین رک گئے ہوتے ہیں، تاکہ علمی دنیا میں ایک اور قدم کا اضافہ ہو اور محقق علمی ترقی میں اپنا حصہ ڈالے لیکن تحقیقی میدان میں مطلوبہ تحقیق سے مراد صرف نئی چیزوں کو دریافت و آشکارا کرنا نہیں ہوتا بلکہ لفظ کا اطلاق انکشافات و دریافت کے علاوہ کئی اور چیزوں پر بھی کیا جاتا ہے مثلاً بکھرے ہوئے

مواد کو نئی اور قابل استفادہ ترتیب دینا، قدیم حقائق کے لیے جدید اسباب تک رسائی حاصل کرنا، یا قلیل اور منتشر معلومات کو ایک مضمون کی شکل میں یکجا اور منظم کرنا بھی تحقیقی کاوش کہلاتا ہے۔

۳۔ تحقیق کی اصلیت:

تحقیق کی اصلیت کا انحصار ان افکار کے مستقل بالذات، آزاد اور خود مختار ہونے پر ہوتا ہے جن سے تحقیق وجود میں آتی ہے۔ اصل تحقیق وہی ہے جو نئے افکار اور جدید آراء و نظریات پر مشتمل ہو۔ تحقیق محض دوسرے محققین کی آراء و افکار کو نقل کر دینے کا نام نہیں۔ اسی طرح تحقیق کی اصلیت بذات خود تحقیق کے موضوع پر بھی موقوف ہوتی ہے۔ موضوع جس قدر نیا ہوگا اس کی علمی قیمت زیادہ ہوگی۔ جس قدر معاشرتی ضروریات سے زیادہ وابستہ ہوگا، نظریات، مسائل اور ان کے حل سے مربوط ہوگا، اسی قدر وہ ذہنی، جسمانی اور مالی و مادی محنت کا مستحق ہوگا۔

۴۔ امکانات تحقیق:

امکانات تحقیق سے مراد ہے کہ طالب علم تحقیق کے لیے ایسے موضوعات کا انتخاب نہ کرے جو انتہائی پیچیدہ ہو، مبہم، نا قابل حل اور محقق کی استعداد و قدرت سے ماوراء ہو۔ چنانچہ بہت سے موضوعات بہت دلکش اور دلچسپ ہوتے ہیں مگر ان پر تحقیق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے متعلق معلومات اکٹھی کرنا ناممکن ہوتا ہے، کیونکہ یا تو ان کے لیے مادی اور معنوی اسباب و ذرائع میسر نہیں ہوتے یا وہ اس قدر مبہم اور پیچیدہ یا الجھنوں پر مشتمل ہوتے ہیں جنہیں سلجھانا ناممکن ہوتا ہے۔

۵۔ وسیع مطالعہ:

محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے موضوع سے متعلق ممکنہ حد تک تمام تحقیقات کا وسیع تر مطالعہ کرے۔ موضوع سے متعلق کوئی چیز اس کی نظر سے پوشیدہ نہ رہے۔ چونکہ محقق اپنے مطالعہ کی بنیاد پر تحقیق کے نتائج و حاصلات مرتب کرتا ہے، لہٰذا اس پر لازم ہے کہ وسیع مطالعہ کرے اور اپنے موضوع سے متعلق کسی قابل ذکر اور قابل اہمیت مصدر و مرجع سے صرف نظر ہرگز نہ کرے۔

(ب) محقق کی تین اہم خصوصیات:

محقق میں دس اہم خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے، جن میں سے تین حسب ذیل ہیں:

۱۔ صبر و تحمل:

محقق کو بار بار مصادر و مراجع کی طرف رجوع کرنے اور انہیں پڑھنے سے اکتانا اور بیزار نہیں ہونا چاہیے بلکہ جب تک مقصود حاصل نہ ہو جائے اور سارا معاملہ واضح نہ ہو جائے، اس وقت تک صبر و تحمل کے

ساتھ محنت کرتا رہے۔ اس کا مقصد کم سے کم وقت میں صرف ڈگری کا حصول نہ ہو بلکہ صبر و تحمل اور وقار و احتیاط کے ساتھ آراستہ، بہتر سے بہتر مواد و معلومات جمع کرنے اور انہیں ترتیب دینے کا اہتمام کرے۔ ہمیشہ اپنی تحقیق کے کمال، تحقیق اور علمی دنیا میں ایک قابل قدر اضافے کی طرف متوجہ رہے۔

۲-علمی دیانتداری:

تحقیق کو ہر طرح سے سرقہ سے پاک ہونا چاہیے، اور علمی امانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ ہر نقل و اقتباس کا حوالہ ضرور دیا جائے۔ ہر عبارت کو کہنے والے کی طرف منسوب کیا جائے، اور تمام معلومات کا ان کے مؤلفین کی طرف نسب کرتے ہوئے حاشیہ میں حوالہ دیا جائے۔ نیز عبارت و اقتباس نقل کرتے ہوئے کسی قسم کا التباس، تحریف، زیادتی یا کمی نہ ہو، جو عبارت کے مقصود و مطلوب میں خلل و بگاڑ پیدا کرے۔ اس علمی امانت داری سے محرومی ایک بری صفت ہے جسے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں یہودیوں کا شیوہ قرار دیا گیا ہے۔

۳-تواضع و عاجزی:

محقق کے لیے ضروری ہے کہ تکبر و غرور اور خود پسندی سے اجتناب کرے۔ کسی آراء و نظریات کو گھٹیا نہ کہے، کسی کی ذات پر کیچڑ نہ اچھالے۔ اگر چہ جو وہ کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہی کیوں نہ ہو، اور اس کی تنقید یا تبصرہ درست ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ سب کچھ اس کی تحقیق کو داغدار بنا دے گا، اس کا علمی مرتبہ گر جائے گا، اور قاری اس کی تحقیق کے مطالعہ سے متنفر ہو جائے گا۔ اگر تحقیق کے آداب اور علمی معروضیت کا خیال رکھا جائے تو محقق ایسی بہت سی غلطیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے جو تحقیق کے حسن کو پامال کر دیتی ہیں۔

سوال نمبر 6: (الف) عام طور پر نگران استاد کی طرف سے موضوع کے انتخاب کی ضرورت کب پیش آتی ہے؟

(ب) اچھے موضوع کی شرائط میں سے کوئی سی تین کی تشریح و توضیح سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) اچھے موضوع کے انتخاب کے لیے معلم کی ضرورت پیش آنا:

موضوع کے انتخاب کے لیے عام طور پر دو طریقے رائج ہیں:

1-محقق کی طرف سے موضوع کا انتخاب:

انتخاب موضوع کا یہ طریقہ زیادہ موزوں، زیادہ بہتر اور قابل قدر ہے۔ کیونکہ محقق ہی صاحب تحقیق ہوتا ہے اور اپنی ساری تحقیق کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ اسی پر تحقیق کا دارو مدار ہوتا ہے اور وہی اپنے موضوعات پر مہارت اور تخصص (Authority) حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا موضوع کا انتخاب محقق کی طرف

سے اسی کی مرضی، میلان طبع، اس کی صلاحیتوں اور امکانات کے مطابق ہونا چاہیے۔ محقق کے لیے مناسب یہ ہے کہ یونیورسٹی میں کلاس ورک کے دوران ہی اپنے موضوع کے بارے میں سوچ بچار کرے اور اساتذہ کے مشورے سے انتخاب کرے۔

2-نگران استاد کی طرف سے انتخاب موضوع:

عام طور پر نگران استاد کی طرف سے موضوع انتخاب کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب طالب علم کورس ورک کے دوران موضوع کا فیصلہ نہ کر سکے۔ بعض اوقات یہ طریقہ بہتر بھی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ نگران استاد کے پاس کئی اہم موضوعات ہوتے ہیں جو تحقیق کے لیے زیادہ بہتر اور مناسب ہوتے ہیں۔ اس صورت میں محقق کا صرف اتنا ہی کام باقی رہ جاتا ہے کہ وہ اپنے نگران استاد کے ساتھ تجویز کردہ موضوع کے بارے میں تبادلہ خیال اور گفت وشنید کرتا رہے۔ نیز اپنے استاد سے اپنے موضوع کے تمام پہلوؤں سے متعلق سوال وجواب کا سلسلہ جاری رکھے۔ یہاں تک کہ اس موضوع کے متعلق اس کے تمام تصورات (Concepts) واضح ہو جائیں۔

انتخاب موضوع کے ذرائع و وسائل:

موضوع کا انتخاب وتعین کرنے کے لیے مختلف وسائل، ذرائع اور طریقے استعمال کیے جا سکتے ہیں ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

ا-ذاتی معلومات وتجربہ:

آپ کے ذہن میں معلومات، افکار اور آپ کا ذاتی تجربہ موضوع کے انتخاب میں معاون ہو سکتے ہیں۔ کیا آپ کے ذہن میں ہر وقت کھٹکنے والا کوئی سوال ہے جس کا ابھی تک جواب نہیں ملا؟ کیا کوئی ایسا معاملہ ہے جس میں اہل علم و دانش کا اختلاف ہو؟ کیا کوئی ایسی اہم بات ہے جس سے لوگ ابھی تک ناواقف ہوں؟ کیا کوئی ایسا مسئلہ ہے جو ہر وقت آپ کی توجہ مبذول رکھتا ہے لیکن ابھی تک اس کا کوئی حل تجویز نہیں کیا گیا؟ اس طرح کے تمام امور آپ کا موضوع تحقیق بن سکتے ہیں۔ آپ کا ذاتی تجربہ اور آپ کی ذاتی معلومات موضوع کے انتخاب میں آپ کے لیے کارآمد ہو سکتی ہیں۔

۲-دوسروں سے گفتگو:

دوسروں کے ساتھ آپ کی گفت وشنید نئے نئے تحقیق طلب قضایا کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ نت نئے سوالات اور ان کے جوابات کی تلاش کا عمل اسی وقت شروع ہوتا ہے جب آپ دوسروں کے ساتھ علمی گفتگو میں حصہ لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا سوال نمودار ہو جائے جسے جواب کی ضرورت

ہو، یا گفتگو کرنے والا آپ کے ذہن میں کوئی نئی سوچ پیدا کر دے، یا معاشرے کا کوئی ایسا مسئلہ سامنے لے آئے جس کا تفصیلی جائزہ لینے کی ضرورت ہو۔ درحقیقت ہر چیز تحقیق کے قابل ہوتی ہے، لیکن اس کے لیے ایک تحقیق وجستجو کرنے والی عقل ہونی چاہیے۔ ایسی عقل جو ہر وقت چیزوں کی حقیقت جاننے کی طالب ہو۔ ایسی عقل جو تحقیق سے لطف اندوز ہو۔ جب آپ دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں تو آپ کے سامنے تحقیق کے کئی موضوعات کھلتے ہیں مثلاً: جسم کی زبان (Body Language) گفتگو کے مطابق ہاتھوں کی حرکات، چہرے کے تاثرات اور دوران کلام آنکھوں کی حرکات وغیرہ کو سامنے رکھتے ہوئے آپ گفتگو کے دوران دو شخصوں کی جسمانی لغت (Body Language) کا موازنہ کر سکتے ہیں۔ اسی موضوع کو وسیع کرتے ہوئے آپ دو قوموں کی جسمانی لغت کا موضوع تحقیق بنا سکتے ہیں۔ یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے، یقیناً آپ دوسرے لوگوں سے گفتگو کے ذریعے اپنے لیے تحقیق کے ہزاروں موضوعات تلاش کر سکتے ہیں۔

۳۔ غور وفکر اور سوچ وبچار:

جو کچھ آپ سنیں، اس کے بارے میں سوچیں اور جو کچھ آپ جانتے ہیں، اس کے بارے میں غور وفکر کریں، اپنے اردگرد موجود کائنات کے بارے میں سوچیں۔ اپنے اردگرد کے لوگوں کے بارے میں سوچیں، نباتات، حیوانات اور جمادات پر غور وفکر کریں۔ انسانی رویوں اور جانوروں کی حرکات وسکنات کے بارے میں سوچیں۔ واقعات کے پس منظر، اسباب اور نتائج کے بارے میں سوچیں۔ ہر رویے کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔

ان اسباب کے بارے میں غور وفکر کریں۔ چیزوں میں فرق ضرور ہوتا ہے اور اسی طرح ہر شخصیت دوسری سے جدا ہوتی ہے۔ ملتے جلتے واقعات میں بھی فرق موجود ہوتا ہے۔ شخصیات اور واقعات کے درمیان پائے جانے والے فرق (Differences) اور تشابہات (Sinilarities) کے بارے میں سوچیں۔

ان فرق وتشابہات کی بنا پر واقعات کے درمیان پائے جانے والے تقابل کو تلاش کریں۔ ان چیزوں کے بارے میں سوچیں جن کے بارے میں پہلے کبھی نہیں سوچا۔ گہری نظر ڈالیں۔ ماضی کی طرف لوٹ جائیں۔ ملکوں اور اقوام وملل کے ماضی کا مطالعہ کریں۔ مختلف واقعات کا ماضی تلاش کریں۔ ماضی اور حال پر خوب غور وفکر کریں اور ان کی روشنی میں مستقبل کی پیش گوئی کریں۔ امکانات کیا ہیں؟ مشکلات کیا ہیں؟ جب آپ نگاہ بصیرت سے عہد رفتہ کی پیمائش کریں گے، اور روشن عقل کے ساتھ مستقبل کا کھوج لگائیں گے، حال کو گہری اور باریک نظر سے دیکھیں گے تو آپ کے سامنے سینکڑوں موضوعات نمودار ہونا شروع ہو جائیں گے، جن میں تحقیق کی ضرورت ہوگی، اور آپ ان پر تحقیق کر کے راحت واطمینان محسوس

کریں گے۔

۴-ریڈیو اور ٹیلی وژن کی خبریں:

آپ دن میں کئی مرتبہ ریڈیو اور ٹیلی وژن پر خبریں سنتے ہیں۔ سیاسی، جنگی، اقتصادی، معاشرتی، تعلیمی، دینی اور ہر طرح کی خبریں آپ کی سماعت سے ٹکراتی ہیں۔ بس ضروری یہ ہے کہ آپ ان خبروں کو دھیان لگا کر سنیں۔ اپنی سماعت کو تیز کر لیں۔ کیا ان خبروں کو سن کر آپ کے ذہن میں کوئی سوال پیدا ہوتا ہے؟ کیا آپ کو کسی سوال کے جواب کی تلاش ہے؟ کیا آپ کے سامنے مختلف خیالات و امور گردش کر رہے ہیں؟ کیا آپ کا دل نہیں چاہتا کہ آپ ایک حالت کا دوسری حالت کے ساتھ، ایک جنگ کا دوسری جنگ کے ساتھ، ایک سیاستدان کا دوسرے سیاستدان کے ساتھ، ایک صدی کا دوسری صدی کے ساتھ، ایک واقعہ کا دوسرے واقعے کے ساتھ، ایک شہر کا دوسرے شہر کے ساتھ، ایک ملک کا دوسرے ملک کے ساتھ، ایک براعظم کا دوسرے براعظم کے ساتھ، ایک معاشرے کا دوسرے معاشرے کے ساتھ، ایک فلسفے کا دوسرے فلسفے کے ساتھ تقابل و موازنہ کریں۔ بلاشبہ خبریں آپ کے ذہن اور دل میں کئی تازہ سوالات (Current Issues) جنم دیتی ہیں، جن کے جوابات مستقل موضوع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بس اتنا ضروری ہے کہ آپ جو سنیں غور سے سنیں، اور جو غور سے سنیں اس میں غور و فکر کریں، جس میں غور و فکر کریں اس موضوع پر تحقیق کریں۔

۵-ریڈیو اور ٹیلی وژن کے پروگرام:

ریڈیو اور ٹیلی وژن سے روزانہ بہت سے دینی، علمی، ثقافتی اور ادبی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ ہر پروگرام میں کسی موضوع کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ پروگرام پیش کرنے والے معاشرے کے اہم امور کو اجاگر کرتے ہیں، اور وہ ان موضوعات کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں جن پر فوری اور مفصل تحقیق و جستجو کی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹیلی وژن اور ریڈیو کے پروگرام انتہائی اہم اور معاصر موضوعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ انہیں غور سے سنیے اور اپنی خواہش، حالات اور علمی و ادبی تخصص کے مطابق اپنے لیے موضوعات کا انتخاب کرنے میں رہنمائی حاصل کریں۔

۶-اخبارات اور عام مجلات:

ہم ہر روز بہت سے اخبارات، رسائل اور ہفتہ وار، ماہوار مجلات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ تمام منشورات بہت اہم مسائل کو موضوع بناتے ہیں۔ اگر ہم ان میں پائے جانے والے فیچرز، کالمز، رپورٹوں، خبروں، اداریوں اور دیگر مندرجات کو نظر عمیق سے دیکھیں تو ہمارے سامنے تحقیق کے بہت سے موضوع واشگاف ہوں گے۔ بس ضروری اور اہم یہ ہے کہ ہم باریک بینی سے دیکھیں اور خوب غور و فکر کریں۔ ہر

واقعہ اور ہر منظر (Pheneminum) کے بارے میں تحقیق و جستجو کا امکان موجود ہوتا ہے، اگر کوئی بحث و تحقیق اور غور و فکر کرنے والی عقل موجود ہو۔

لاکھوں لوگوں نے درخت سے سیب گرتا ہوا دیکھا مگر صرف ایک سائنسدان نیوٹن نے اس کے گرنے کا سبب دریافت کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس نے سوچنا شروع کر دیا، اسباب و علل پر تحقیق شروع کر دی، اور پھر نتیجے کے طور پر کشش ثقل کا مشہور قانون دریافت کر لیا۔ پس آپ بھی جب کچھ پڑھیں یا کچھ سنیں اور ذرا ٹھہر کر اس کے بارے میں سوال کریں، سوچیں، تحقیق کریں، موازنہ و مقابلہ کریں، تجزیہ و استنباط کریں اور پھر نتائج اخذ کریں۔ تمام اخبارات اور مجلات و رسائل علمی، سیاسی، معاشرتی، فلسفی، اقتصادی اور دینی موضوعات سے لبریز ہوتے ہیں جن پر مزید تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔

۷- تحقیقی مجلات:

مختلف جامعات اور تحقیقی ادارے اپنے تحقیقی مجلات شائع کرتے ہیں، جن میں شائع ہونے والے علمی مضامین مزید تحقیق کا تقاضا کرتے ہیں۔ نیز ان میں لکھنے والے بہت سے محققین اپنے مضمون کے آخر میں بطور تجاویز و سفارشات اور نتائج و حاصلات کچھ نئے پہلوؤں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان تجاویز کو غور سے پڑھیے اور ان کی روشنی میں مزید تحقیق کے لیے اپنے لیے موضوعات کا انتخاب کریں۔

۸- محاضرات و دروس:

اگر آپ اساتذہ کرام کی طرف سے دیے گئے محاضرات (Lectures) کو غور سے سنیں تو وہ اپنے اپنے مضمون کے متعلق کئی موضوعات و عناوین بتاتے رہتے ہیں، جو قابل تحقیق ہوتے ہیں۔ اساتذہ کرام کے لیکچرز آپ کی سوچ کے افق کو وسعت بخشتے ہیں اور تحقیق کے میدان میں آپ کے لیے بہت سی راہیں کھول دیتے ہیں۔ اہل علم کی باتیں غور سے سننا تحقیق و جستجو کرنے والی عقل کو بے نیاز کر دیتا ہے اور اس کے سامنے جدید و وسیع آفاق کھول دیتا ہے۔

(ب) اچھے موضوع کی تین شرائط:

جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2016ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الأولیٰ"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۹ھ/ 2018ء

الورقة الخامسة: لشرح معانی الآثار

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: السؤال الرابع اجباری وللطالب الخيار فی البواقی ان تجيب عن اثنين

السؤال الاول: قال أبو جعفر كره قوم أن يقال فی أذان الصبح الصلوٰة خير من النوم واحتجوا فی ذلك بحديث عبدالله بن زيد فی الأذان الذی أمره رسول الله صلی الله عليه وسلم بتعليمه اياه بلالا فأمر بلالا بالتاذين به ۔

(الف) انقل العبارة المذكورة الی الأردية وبين المراد بقوله "كره قوم"؟ ۱۰

(ب) اكتب مذهب الجمهور فی هذه المسئلة مع دلائلهم من الأحاديث المباركة وعمل أصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم؟ ۲۰

السؤال الثانی: عن ابن مسعود أنه قال حين غربت الشمس والذی لا اله الا هو ان هذه الساعة لميقات هذه الصلوٰة ثم قرء عبدالله تصديق ذلك من كتاب الله أقم الصلوٰة لدلوك الشمس الی غسق الليل قال ودلوكها حين تغيب وغسق الليل حين يظلم فالصلوٰة بينهما ۔

(الف) ترجم الحديث الی اللغة الأردية؟ ۱۰

(ب) فصل الاختلاف بين الفقهاء فی خروج وقت المغرب مع دلائلهم؟ ۲۰

السؤال الثالث: عن ابن عباس أنه قيل له ان ناسا يقرؤن فی الظهر والعصر فقال لو كان لی عليهم سبيل لقلعت السنتهم أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قرء فكانت قراء ته لنا قراء ة وسكوته لنا سكوتا ۔

(الف) انقل الحديث الی الأردية بعد وضع الاعراب عليه؟ ۱۰

(ب) هل يجب القراء ة فی الظهر والعصر أم لا؟ أوضح مذاهب الائمة الأربعة مع دلائلهم ۔ ۲۰

السؤال الرابع: عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم

نهيت أن أقرء وانا راكع أو ساجد فاما الركوع فعظموا فيه الرب وأما السجود فاجتهدوا فى الدعاء فقمن أن يستجاب لكم ـ

(الف) ترجم الحديث الشريف الى الأردية واشرح الكلمة المخطوطة عليها؟ ١٠

(ب) هل ينبغى أن يدعو الرجل فى ركوعه وسجوده بما أحب أم لا؟ بين فيه مذاهب الفقهاء مع دلائلهم ـ ٢٠

(ج) اذكر نظر الطحاوى رحمه الله تعالىٰ فى هذه المسئلة؟ ١٠

☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اوّل) برائے طلباء بابت 2018ء

پانچواں پرچہ: شرح معانی الآثار

السؤال الاول: قال أبو جعفر كره قوم أن يقال فى أذان الصبح الصلوٰة خير من النوم واحتجوا فى ذلك بحديث عبدالله بن زيد فى الأذان الذى أمره رسول الله صلى الله عليه وسلم بتعليمه اياه بلالا فأمر بلالا بالتاذين به ـ

(الف) انقل العبارة المذكورة الى الأردية وبين المراد بقوله "كره قوم"؟

(مذکورہ بالا عبارت کا اردو ترجمہ کریں؟ "کرہ قوم" سے کیا مراد ہے؟)

(ب) اكتب مذهب الجمهور فى هذه المسئلة مع دلائلهم من الأحاديث المباركة وعمل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟

(اس مسئلہ میں جمہور آئمہ کا مذہب کیا ہے، احادیث مبارکہ اور عمل صحابہ کے دلائل لکھیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ عبارت: حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک جماعت ناپسند کرتی ہے صبح کی آذان میں جملہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" (نماز نیند سے بہتر ہے) کہا جائے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ کلمات اذان بلال رضی اللہ عنہ کو سکھائیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا۔

"کرہ قوم" سے مراد:

اس جملہ میں قوم سے مراد حضرت امام شافعی، حضرت عطاء بن رباح، حضرت طاؤس اور اسود بن یزید وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ لوگ ہیں۔

(ب) فجر کی اذان میں جملہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہنے میں مذاہب آئمہ:

فجر کی اذان میں جملہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے کہنے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ عطاء بن رباح، طاؤس، اسود بن یزید اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ فجر کی اذان میں اس جملہ کو ناپسند کرتے ہیں۔ انہوں نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ والی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں یہ جملہ موجود نہیں ہے حالانکہ یہ اذان انہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سکھائی تھی اور حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی تھی۔ ان دونوں آذانوں میں یہ جملہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" موجود نہیں ہے۔ لہٰذا فجر کی اذان میں اس جملہ کا اضافہ کرنا مکروہ ہے۔

۲۔ آئمہ اربعہ اور جمہور علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فجر کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے الفاظ کہنا جائز ہے۔ "وخالفهم فی ذالك اخرون" کا مصداق یہی لوگ ہیں۔ انہوں نے درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

۱۔ عن ابی محذورة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم علمه فی الاذان الاول من الصبح: الصلوٰة خير من النوم، الصلوٰة خير من النوم.

۲۔ عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: كان فی الاذان الاول بعد الفلاح "الصلوٰة خير من النوم"

ان روایات میں فجر کی اذان میں یہ جملہ موجود ہے اور اس کی تعلیم بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔

آئمہ اربعہ کی طرف سے عدم قائلین کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ان روایات میں مطلق اذان کا ذکر ہے جبکہ ہمارے نزدیک دیگر نمازوں کی اذان میں نہیں بلکہ فجر کی آذان میں یہ جملہ پڑھا جائے گا۔ لہٰذا مطلق اذان والی روایات سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

السؤال الثانی: عن ابن مسعود انه قال حين غربت الشمس والذی لا اله الا هو ان هذه الساعة لميقات هذه الصلوٰة ثم قرء عبدالله تصديق ذلك من كتاب الله أقم الصلوٰة لدلوك الشمس الى غسق الليل قال ودلوكها حين تغيب وغسق الليل حين يظلم فالصلوٰة بينهما.

(الف) ترجم الحديث الى اللغة الأردية؟

(حدیث شریف کا اردو زبان میں ترجمہ کریں؟)

(ب) فصل الاختلاف بین الفقهاء فی خروج وقت المغرب مع دلائلهم؟

(مغرب کا وقت ختم ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آفتاب غروب ہوا تو انہوں نے معبود حقیقی کی قسم کھاتے ہوئے کہا: اس نماز کا یہ وقت ہے، پھر اپنے قول کی تائید میں قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی: آفتاب غروب ہونے سے لے کر رات کا اندھیرا چھا جانے تک یعنی ان دونوں (حدوں) کے درمیان نماز مغرب کا وقت ہے۔

(ب) نماز مغرب کے آخری وقت میں مذاہب آئمہ:

نماز مغرب کا وقت کب ختم ہوتا ہے؟ اس بات پر تمام کا اتفاق ہے کہ شفق کے غائب ہونے پر مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ تاہم شفق کی تعریف میں اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے: "**خروج وقت المغرب اذا غاب الشفق وهو الحمرة**" شفق کے غروب ہونے پر نماز مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے، شفق سے سرخی ہے یعنی سرخی کے زوال ہونے پر خروج وقت مغرب ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

اذا غاب الشفق وهو البياض الذى بعد الحمرة خرج وقتها

مغرب کی نماز کا وقت شفق کے غائب ہونے پر نکل جاتا ہے لیکن شفق سے مراد وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے۔

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول مختار ہے۔ اس پر انہوں نے عقلی دلیل بھی پیش کی ہے کہ سرخی جو سفیدی سے پہلے ہوتی ہے وہ تو بالاتفاق مغرب کا وقت ہے۔ اختلاف تو اس سفیدی میں ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے۔

بعض حضرات نے کہا: اس کا حکم سرخی والا ہے یعنی سفیدی کے دوران بھی نماز کا وقت موجود ہوتا ہے۔ بعض نے کہا: سفیدی کا حکم سرخی کے خلاف ہے یعنی سفیدی کے وقت مغرب کا وقت باقی نہیں رہتا۔

ہم اس میں غور و فکر کرتے ہیں کہ ہم فجر کی نماز کے وقت کو دیکھتے ہیں کہ اس میں پہلے سرخی ہوتی ہے، پھر اس کے بعد وہ دونوں ہی نماز کے وقت ہیں۔ جب سرخی اور سفیدی دونوں نکل جائیں تو نماز کا وقت بھی نکل جاتا ہے۔ تو اسی سے پتہ چلا کہ سرخی اور سفیدی دونوں کے وقت مغرب کا وقت ہے، جب دونوں نکل جائیں تو پھر مغرب کا وقت نکل جائے گا۔

السؤال الثالث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قِيْلَ لَهُ اِنَّ نَاسًا يَقْرَءُوْنَ فِى الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ

لَوْ كَانَ لِيْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلٌ لَقَلَعْتُ اَلْسِنَتَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَءَ فَكَانَتْ قِرَاءَتُهُ لَنَا قِرَاءَةً وَسُكُوْتُهُ لَنَا سُكُوْتًا .

(الف) انقل الحديث الى الأردية بعد وضع الاعراب عليه؟

(حدیث پر اعراب لگانے کے بعد اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) هل يجب القراءة في الظهر والعصر أمْ لا؟ أوضح مذاهب الائمة الأربعة مع دلائلهم .

(کیا نماز ظہر اور نماز عصر میں قرأت کی جائے گی یا نہیں؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ اربعہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا ترجمہ:

اعراب اوپر حدیث پر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ حسب ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، بیشک انہیں کہا گیا کہ لوگ نماز ظہر اور نماز عصر میں قرأت کرتے ہیں تو انہوں نے کہا: اگر مجھے ان پر طاقت حاصل ہو تو میں ان کی زبانیں کاٹ دوں، بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کی تو آپ کی قرأت ہماری قرأت اور آپ کا سکوت ہمارا سکوت ہے۔

(ب) نماز ظہر وعصر میں قرأت کے بارے میں مذاہب آئمہ:

اس بات میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ نماز ظہر اور نماز عصر میں جہری قرأت نہیں ہے۔ تاہم سری قرأت کے بارے میں دو اقوال ہیں:

پہلا قول: ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک اور حضرت حسن بن صالح رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ فرماتے ہیں کہ نماز ظہر اور نماز عصر میں قرأت نہیں ہے۔ فذهب "قوم الى هذه الآثار" کا مصداق یہی لوگ ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے، وہ روایت یوں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ظہرین میں قرأت کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں نمازوں میں قرأت نہیں کرتے تھے نہ سری اور نہ جہری۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان نمازوں میں بالکل قرأت نہیں ہے۔

دوسرا قول: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ان نمازوں میں قرأت کی جائے گی مگر سری قرأت ہو گی۔ انہوں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے:

عن جابر بن سمرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في الظهر والعصر: والسماء والطارق، والسماء ذات البروج وبنحوهما من السور ـ

اس روایت سے قرأت کرنا ثابت ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا تعین بھی کیا گیا ہے کہ جو سورتیں بطور قرأت پڑھتے تھے۔

جمہور آئمہ کی طرف سے حضرت امام مالک وغیرہ رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک روایت میں خود اپنی اس روایت کے بارے میں فرمایا: "لا ادری" جب کسی روایت کے بارے میں راوی تردّد کا شکار ہو، وہ روایت نا قابل عملهوتی اور نا قابل استدلال بھی۔لہٰذا اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

السؤال الرابع: عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نهيت أن أقرء وانا راكع أو ساجد فاما الركوع فعظموا فيه الرب وأما السجود فاجتهدوا في الدعاء فقمن أن يستجاب لكم ـ

(الف) ترجم الحديث الشريف الى الأردية واشرح الكلمة المخطوطة عليها؟

(حدیث شریف کا اردو ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت کریں؟)

(ب) هل ينبغي أن يدعو الرجل في ركوعه وسجوده بما أحب أم لا؟ بين فيه مذاهب الفقهاء مع دلائلهم؟

(کیا کوئی شخص اپنے رکوع یا سجود میں اپنی پسندیدہ دعا کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(ج) اذكر نظر الطحاوی رحمه الله تعالىٰ في هذه المسئلة؟

(اس مسئلہ میں نظر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں رکوع یا سجود میں قرأت کروں، پس تم رکوع میں (اللہ تعالیٰ کی) عظمت بیان کرو اور سجود میں دعاء کرو، وہ دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔

"فقمن" کی وضاحت:

خط کشیدہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ میں کی جانے والی دعائیں بابرکت ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور درجہ قبولیت کو پہنچ جاتی ہیں۔

(ب) حالت رکوع وسجود میں دعا کرنے کے حوالے سے اقوال آئمہ:

حالت رکوع اور سجود میں کون سے الفاظ ہیں؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں:

۱- رکوع وسجود میں کوئی الفاظ متعین نہیں بلکہ جو بھی الفاظ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہوں پڑھے جا سکتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ پڑھتے تھے: اللھم لك رکعت وبك امنت ولك اسلمت وانت ربی خشع لك سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی لله رب العلمین۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع وسجود میں یہ الفاظ کہتے تھے: سبحانك اللھم وبحمدك استغفرلك واتوب الیك فاغفرلی وانك انت التواب۔

۲- دوسرا قول یہ ہے کہ حالت رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" اور سجود میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" تین تین بار پڑھے جائیں۔

۳- تیسرا قول یہ ہے کہ رکوع میں صرف "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" کے الفاظ پڑھے جائیں لیکن سجدہ میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کے علاوہ کوئی دعا بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ باقی روایات منسوخ ہیں مؤخر الذکر قول پر عمل کیا جائے۔

(ج) نظر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

نماز میں داخل ہونے کے لیے تکبیر، رکوع اور سجدہ میں جانے کے لیے تکبیر ہے، قعود سے اٹھنے کے لیے تکبیر ہے، تکبیر کی جگہ اللہ اجل، اللہ اعظم کہنا غلطی ہے۔ تشہد بمع شہادتین کے الفاظ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، ان کے بغیر اور الفاظ پڑھنے درست نہیں۔ ہاں! دعا کے لیے کوئی الفاظ متعین نہیں ہیں، قرآن وحدیث میں واقع وہ دعائیں جن میں بندوں سے طلب ممکن نہ ہو، ان دعاؤں میں سے کوئی دعا بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (پھر تشہد کے بعد) جو دعا تم کرنا چاہو وہی اختیار کر لو"

☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية "السنة الأولٰی"

للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۹ھ/ 2018ء

الورقة السادسة: للمؤطاين (موطأ للامام مالك و محمد)

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: أجب عن اثنين اثنين من كل قسم

﴿القسم الأول...... المؤطا للامام مالك﴾

السؤال الاول: عن أبی هريرة أنه قال اذا دخل رمضان فتحت أبواب الجنة وغلقت أبواب النار وصفدت الشياطين۔

(الف) ترجم الحديث الشريف الی الأردية وبين أن "صفدت الشياطين" مبنی علی الحقيقة أو المجاز؟ ۵+۵=۱۰

(ب) الجنة والنار مخلوقتان أم لا؟ أوضح مؤقفك وأجب خصمك بالحديث المذكور؟ ۱۵

السؤال الثانی: عن سعد الجاری انه قال سألت عبدالله بن عمر عن الحيتان يقتل بعضها بعضا أو يموت صردا فقال ليس بها بأس

(الف) ترجم الحديث الی الأردية واشرحه؟ ۵+۵=۱۰

(ب) اكتب تعريف السمك الطافی وبين حكمه عند الفقهاء الكرام؟ ۵+۱۰=۱۵

السؤال الثالث: عن هشام بن عروة أن أباه عروة كان يعق عن بنيه الذكور والأناث بشاة شاة۔

(الف) انقل الحديث الی الأردية وبين معنی العقيقة لغة واصطلاحا؟ ۵+۵=۱۰

(ب) يعق عن الغلام بشاة أو بشاتين؟ اكتب مذاهب الائمة وزين مؤقف الأحناف بالدلائل؟ ۱۵

﴿القسم الثانی...... المؤطا للامام محمد﴾

السؤال الرابع: عن أنس بن مالك أنه قال نصلی العصر ثم يذهب الذاهب الی

قباء فيأتيهم والشمس مرتفعة .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وبين المسافة بين المدينة وقباء؟ ۵+۵=۱۰

(ب) زين مؤقفك بالأحاديث في أفضل وقت صلوة العصر وأجب عن دلائل المخالفين؟ ۱۵

السؤال الخامس: أن أبا هريرة يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من صلى صلوة لم يقرء فيها بفاتحة الكتاب فهي خداج هي خداج .

(الف) انقل الحديث الى الأردية وأوضح معنى الخداج لغة؟ ۵+۵=۱۰

(ب) ما حكم القراءة خلف الامام عند الأحناف؟ هل تفسد الصلوٰة بها أم لا؟ بين مؤقفك بالتفصيل . ۱۵

السؤال السادس: حدثنا نافع أن ابن عمر كان يبعث بزكوٰة الفطر الى الذى تجمع عنده قبل الفطر بيومين أو ثلثة .

(الف) شكل الحديث وترجمه الى اللغة الأردية؟ ۵+۵=۱۰

(ب) متى وجبت صدقة الفطر؟ وبين مقدارها من شعير وتمر وزبيب . ۵+۱۰=۱۵

☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2018ء

چھٹا پرچہ: المؤطین

﴿حصہ اوّل: مؤطا امام مالک﴾

السؤال الاول: عن أبي هريرة أنه قال اذا دخل رمضان فتحت أبواب الجنة وغلقت أبواب النار وصفدت الشياطين .

(الف) ترجم الحديث الشريف الى الأردية وبين أن "صفدت الشياطين" مبنى على الحقيقة أو المجاز؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں اور بتائیں "صفدت الشياطين" کا حقیقی معنیٰ مراد ہے یا مجازی؟)

(ب) الجنة والنار مخلوقتان أم لا؟ أوضح مؤقفك وأجب خصمك بالحديث المذكور؟

(جنت اور جہنم دونوں پیدا ہو چکی ہیں یا نہیں؟ اپنا موقف واضح کریں اور اپنے مقابل کو مذکورہ حدیث کے بارے میں جواب دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آ جائے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

"صفدت الشیاطین" کی وضاحت:

خواہ شیطان ایک ہے مگر اس کے کارندے کثیر ہیں جس وجہ سے جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں حقیقی طور پر شیاطین کو قید خانہ میں بند کرنا مراد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے یہ عظمت والا مہینہ (رمضان) شروع ہوتا ہے تو مسلمان شب و روز عبادت خداوندی میں مصروف ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت و مہربانی سے ان پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا اور ان پر وہ مسلط نہیں ہو سکتا کہ انہیں دوسرے مہینوں کی طرح عبادت و ریاضت سے روک سکے۔

(ب) جنت و دوزخ کی تخلیق کا مسئلہ:

مسلمانوں کی جزاء کا مقام "جنت" اور کفار کی سزا کا مقام جہنم ہے۔ جنت پیدا ہو چکی ہے جو تمام آسمانوں کے اوپر ہے، جس کی کوئی نظیر نہیں ہے، مسلمان اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور انہیں اس سے نکالا نہیں جائے گا۔

جہنم کفار و مشرکین کا دائمی مقام ہے، یہ بھی پیدا ہو چکا ہے، ساتوں زمینوں کے نیچے ہے اور اس سے کفار و مشرکین کو نکالا نہیں جائے گا۔ معراج کی رات ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی سیر کی اور جہنم کا معائنہ کیا۔

السؤال الثانی: عن سعد الجاری انه قال سألت عبداللہ بن عمر عن الحیتان یقتل بعضها بعضا أو یموت صردا فقال لیس بها بأس

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة واشرحه؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں اور اس کی تشریح کریں؟)

(ب) اکتب تعریف السمك الطافی وبین حکمه عند الفقهاء الکرام؟

("سمک طافی" کی تعریف کریں اور فقہاء کرام کے ہاں اس کا حکم بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت سعد الجاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان مچھلیوں کے بارے میں پوچھا جو ایک دوسری کو کھا جاتی ہیں؟

انہوں نے جواب میں فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عکس جمیل اور قرآن وسنت کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت سعد الجاری رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ کچھ مچھلیاں اپنی سے چھوٹی مچھلیوں کو کھاتی ہیں، تو کیا ایسی مچھلیاں کھائی جائیں گی یا نہیں؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: ایسی مچھلیاں کھائی جائیں گی، کیونکہ ان میں کوئی قباحت موجود نہیں ہے۔

(ب) ''سمک طافی'' کی تعریف اور اس میں مذاہب آئمہ:

حلال جانوروں میں سے ایک مچھلی ہے، اس کو ذبح کیے بغیر استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو مردار اور دو خون ہمارے لیے حلال قرار دیے گئے ہیں: دو مردار مچھلی اور ٹڈی ہیں جبکہ دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔

''سمک طافی'' سے مراد وہ مچھلی ہے جو مرنے کے بعد پانی کی سطح پر تیرنے لگے۔ اس کی حلت و حرمت میں اختلاف ہے، جمہور فقہاء کے نزدیک اس کا کھانا منع ہے اور بعض فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ جمہور کی دلیل دو مرداروں کی حلت والی روایت ہے۔ جواز کے قائلین نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جمہور کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں ''سمک طافی'' کا ذکر تک نہیں ہے، لہٰذا اس سے استدلال بھی درست نہیں ہوگا۔

السؤال الثالث: عن هشام بن عروة أن أباه عروة كان يعق عن بنيه الذكور والأناث بشاة شاة۔

(الف) انقل الحديث الى الأردية وبين معنى العقيقة لغة واصطلاحا۔

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں اور عقیقہ کا لغوی واصطلاحی معنیٰ بیان کریں؟)

(ب) يعق عن الغلام بشاة أو بشاتين؟ اكتب مذاهب الائمة وزين مؤقف الأحناف بالدلائل۔

(کیا لڑکے کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے گی یا دو بکریاں؟ مذاہب آئمہ بیان کریں اور احناف کا مؤقف دلائل سے مزین کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث اور عقیقہ کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2014ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) لڑکے کی طرف سے ایک یا دو بکریاں ذبح کرنے کا مسئلہ اور مذاہب آئمہ:

جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کسی کو بچی یا بچے کی شکل میں اپنی نعمت سے سرفراز فرمائے، والدین کو چاہیے کہ ذات باری تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لیے ساتویں روز نومولود کا عقیقہ کریں اور سر کے بال منڈوا کران کے مساوی چاندی یا رقم فی سبیل اللہ صدقہ کریں۔ سوال یہ ہے کہ لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں ذبح کی جائیں گی یا ایک؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ احناف کا موقف یہ ہے کہ لڑکی کے لیے ایک بکری اور لڑکے کے لیے دو بکریاں بطور عقیقہ ذبح کی جائیں۔ تاہم اگر کوئی شخص لڑکے کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کرتا ہے، یہ بھی جائز ہے۔ بعض فقہاء کا موقف ہے کہ لڑکی کے عقیقہ کے لیے ایک بکری اور لڑکے کے عقیقہ کے لیے دو بکریاں ذبح کی جائیں۔ دونوں قسم کی روایات موجود ہیں مگر احناف کے موقف کی روایت قوی ہے۔ لہٰذا اس پر عمل کیا جائے گا۔

﴿حصہ دوم: مؤطا امام محمد﴾

السؤال الرابع: عن أنس بن مالك انه قال نصلى العصر ثم يذهب الذاهب الى قباء فيأتيهم والشمس مرتفعة۔

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وبين المسافة بين المدينة وقباء؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں اور مدینہ وقباء کے مابین کتنی مسافت ہے؟)

(ب) زين مؤقفك بالأحاديث فى أفضل وقت صلوٰة العصر وأجب عن دلائل المخالفين؟

(نماز عصر کے افضل وقت کے بارے میں اپنے مؤقف کو دلائل احادیث سے مزین کریں اور اپنے مخالف کے دلائل کے جواب دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم لوگ نماز عصر ادا کرتے پھر کوئی جانے والا قباء (بستی) میں جاتا پھر ان کے پاس واپس آتا جبکہ اس وقت بھی آفتاب بلند ہوتا تھا۔

مدینہ طیبہ اور قباء کے مابین مسافت:

قباء، مدینہ طیبہ کے کچھ فاصلے پر بستی کا نام ہے، یہ وہی بابرکت بستی ہے جہاں ہجرت کے بعد سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا، پھر مدینہ طیبہ میں منتقل اور قیام پذیر ہونے کے بعد ہر ہفتہ میں پیدل یا سواری پر یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ اسی بستی میں موجود مسجد کے بارے میں آپ نے فرمایا: جو شخص اس میں دو رکعت نماز ادا کرے گا اسے عمرے کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ مدینہ طیبہ اور قباء

کے مابین تین میل (پانچ کلومیٹر) کا فاصلہ ہے۔

(ب) نمازِ عصر کے افضل وقت میں مذاہب آئمہ:

نمازِ عصر کا افضل و مستحب وقت کونسا ہے اول یا آخر؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف یہ ہے کہ ہر موسم میں نمازِ عصر آخری وقت میں پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ مکروہ وقت شروع نہ ہو۔ آپ نے ان روایات سے استدلال کیا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں نمازِ عصر ادا کی اور وہ روایات قوی ہیں۔ دیگر آئمہ کرام فرماتے ہیں کہ نمازِ عصر کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے، انہوں نے زیرِ بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جو کہ احناف کی روایات کے مقابلہ میں ضعیف ہے۔

السؤال الخامس: أن أبا هريرة يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من صلى صلوة لم يقرء فيها بفاتحة الكتاب فهي خداج هي خداج .

(الف) انقل الحديث الى الأردية واوضح معنى الخداج لغة؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں اور ''خداج'' کا لغوی معنیٰ واضح کریں؟)

(ب) ما حكم القراءة خلف الامام عند الأحناف؟ هل تفسد الصلوة بها أم لا؟ بين مؤقفك بالتفصيل .

(احناف کے ہاں قرأت خلف الامام کا کیا حکم ہے؟ کیا اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: بیشک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے کوئی نماز پڑھی اس نے اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز ناکمل ہے، وہ نماز ناکمل ہے اور وہ نماز ناکمل ہے۔

''خداج'' کا لغوی معنیٰ:

لفظ ''خداج'' کا لغوی معنیٰ ہے: ناتمام، کچھ کمی کر دینا، ناقص۔

(ب) قرأت خلف الامام کا مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

کیا امام کی اقتداء میں پڑھی جانے والی نماز میں قرأت کی جائے گی یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کے دو گروہ ہیں۔

۱- پہلے گروہ کا مؤقف ہے کہ امام کی اقتداء میں پڑھی جانے والی نماز میں مقتدی سورہ فاتحہ ضرور پڑھے گا، ان کی دلیل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی تو آپ پر قرأت خلط ملط ہو گئی، آپ نے جب سلام پھیرا تو

فرمایا: کیا تم میرے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ تو ہم نے عرض کیا: ہاں، آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، مگر فاتحہ الکتاب۔

۲- دوسرا گروہ جس میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ شامل ہیں، کا موقف ہے کہ امام کی اقتداء میں پڑھی جانے والی نماز میں سورہ فاتحہ سمیت کوئی بھی سورت یا آیت نہیں پڑھی جائے گی۔ وہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

بیشک ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں قرأت قرآن ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں، انصار میں سے ایک شخص نے کہا: نماز میں قرأت واجب ہوگئی۔ کثیر بن مرہ کہتے ہیں: مجھے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: بیشک امام جب قوم کی امامت کرائے تو اس کی قرأت قوم کے لیے کافی ہوگی۔

اس سے ثابت ہوا کہ امام کی اقتداء میں پڑھی جانے والی نماز میں قرأت نہیں کی جائے گی، کیونکہ امام کی قرأت پوری جماعت کے لیے کافی ہوگی۔ تاہم اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی مگر لوگوں میں انتشار کا سبب ضرور بنے گا۔

السؤال السادس: حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یَبْعَثُ بِزَکٰوةِ الْفِطْرِ اِلَی الَّذِیْ تُجْمَعُ عِنْدَهٗ قَبْلَ الْفِطْرِ بِیَوْمَیْنِ اَوْ ثَلٰثَةٍ۔

(الف) شکل الحدیث و ترجمه الی اللغة الأردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اردو ترجمہ کریں؟)

(ب) متی وجبت صدقة الفطر؟ وبین مقدارها من شعیر وتمر وزبیب۔

(صدقہ فطرت کب واجب ہوتا ہے؟ جو، کھجور، کشمش میں اس کی مقدار بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا اردو ترجمہ:

اعراب اوپر عبارت پر لگا دیے گئے ہیں اور اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید الفطر کے دن سے دو یا تین دن قبل جس عامل کے پاس صدقہ فطر جمع کیا جاتا اس کے پاس صدقہ فطر بھیج دیا کرتے تھے۔

(ب) صدقہ فطر کے وجوب کا وقت وسبب:

صدقہ ہر مسلمان، آزاد، مقیم اور صاحب نصاب پر واجب ہے۔ اس کے وجوب کا سبب عید الفطر کا دن یعنی صبح صادق کا وقت ہے۔ اس کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ یہ واجب ہے، کیونکہ حدیث کے مطابق اس شخص کے روزے زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں جو صدقہ فطر ادا نہیں کرتا۔ آٹا، گندم اور انگور بطور صدقہ فطر نصف صاع دیے جائیں گے جبکہ جو اور کھجور کی مقدار ایک صاع (پانچ کلو) دی جائے گی۔

تنظیم المدارس (اہلِ سنت) پاکستان کے جدید نصاب کے عین مطابق



حلِ شدہ پرچہ جات

2019

مفتی محمد احمد نورانی دامت برکاتہم عالیہ

درجہ عالمیہ ✡ سال اوّل

شبیر برادرز (رجسٹرڈ)
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان ۔

الشهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الأولٰی" للطلاب الموافق سنة ۱۴۴۰ھ/ 2019ء

الورقة الأولٰی: العقائد والکلام

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام:۱۰۰

نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: (الف) اہل سنت و جماعت اور معتزلہ کے وجود میں آنے کا پس منظر ان میں سے ہر ایک کی وجہ تسمیہ اور بانی کا نام تحریر کریں؟۱۰+۱۰=۲۰

(ب) واسباب العلم للخلق ثلثة الحواس السیلمة والخبر الصادق والعقل

شارح نے علم کی کتنی اور کون کون سی تعریفیں کی ہیں؟ نیز اسباب علم کی مذکورہ اقسام کی شرح العقائد کی روشنی میں وجہ حصر بیان کریں؟۱۰+۱۰=۲۰

سوال نمبر 2: فان قیل کون النظر مفید اللعلم ان کان ضروریا لم یقع فیه خلاف کما فی قولنا الواحد نصف الاثنین وان کان نظریا یلزم اثبات النظر بالنظر وانه دور ۔

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں' نیز عبارت میں مذکور اعتراض کا جواب دیں؟۵+۵=۱۰

(ب) مصنف نے: واما العقل فهو سبب للعلم کہہ کر عقل کے ساتھ سبب کی دوبارہ تصریح کیوں کی؟ نیز حواس خمسہ تحریر کریں؟۱۰+۱۰=۲۰

سوال نمبر 3: الواحد یعنی ان صانع العالم واحد فلا یمکن ان یصدق مفهوم واجب الوجود الاعلی ذات واحدة والمشهور فی ذالك بین المتکلمین برهان التمانع المشار الیه بقوله تعالٰی لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا

(الف) مذکورہ عبارت کا سلیس اردو میں ترجمہ کریں؟۱۰

(ب) برہان تمانع سے اللہ کی واحدانیت ثابت کریں' نیز مصنف خط کشیدہ آیت کو یہاں برہان تمانع (قطعی دلیل) بتا رہے ہیں جبکہ آگے اسے حجت اقناعیہ (ظنی دلیل) کہتے ہیں، تعارض رفع کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

سوال نمبر 4: وهی لاهو ولا غیره یعنی ان صفات الله تعالٰی لیست عین الذات ولا غیر الذات فلا یلزم قدم الغیر ولا تکثر القدماء

(الف) ترجمہ کر کے خط کشیدہ عبارت کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں، نیز نصاریٰ اقنوم ثلاثہ سے کیا مراد لیتے ہیں؟ ۱۰+۵=۱۵

(ب) صفات باری تعالیٰ یا تو عین ذات ہوں گی یا غیر ذات، مگر نقیضین (نہ عین ہوں نہ غیر) کا رفع کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ شافی جواب دیں۔ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (برائے طلباء) سال اول 2019ء

پہلا پرچہ: العقائد والکلام

سوال نمبر 1: (الف) اہل سنت و جماعت اور معتزلہ کے وجود میں آنے کا پس منظر ان میں سے ہر ایک کی وجہ تسمیہ اور بانی کا نام تحریر کریں؟

جواب: **معتزلہ کے وجود میں آنے کا پس منظر، وجہ تسمیہ اور بانی کا نام:**

اعتزال کا لغوی معنیٰ ہے: ایک طرف (گوشہ) ہو جانا۔ اسی معنی لغوی سے اصطلاحی معنی لیا گیا ہے کہ معتزلہ کے رئیس واصل بن عطاء (ولادت 80 ہجری، وفات 131 ہجری) نے امام حسن بصری (ولادت: 21 ہجری، وفات: 110 ہجری) کی مجلس سے (مرتکب کبیرہ کے مسئلہ میں) اعتزال کیا (ایک طرف ہو کر خود تقریر شروع کر دی) جس وجہ سے اس کے متبعین کو معتزلہ کہا جانے لگا۔

معتزلہ کے وجود میں آنے کا پس منظر امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تاریخ وفات سے پتہ چلتا ہے کہ معتزلہ کا ظہور دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ہوا تھا۔ اس طرح فرقہ معتزلہ کا بانی واصل بن عطاء ہوا۔

اہل سنت و جماعت کے وجود میں آنے کا پس منظر، وجہ تسمیہ، بانی کا نام:

ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاد جبائی سے کہا: آپ مجھے بتائیں کہ تین بھائی فوت ہو جائیں کہ ان میں سے ایک مطیع تھا، دوسرا نافرمان تھا اور تیسرا چھوٹی عمر میں فوت ہوگیا۔ ان کا کیا حکم ہے؟

جبائی کی طرف سے یہ جواب دیا گیا: پہلے یعنی مطیع کو جنت میں ثواب دیا جائے گا، دوسرے یعنی عاصی کو آگ میں عذاب دیا جائے گا اور تیسرے یعنی صغیر کو نہ عذاب دیا جائے گا اور نہ ثواب۔

اشعری کا اعتراض: علامہ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اگر تیسرے نے کہا: اے میرے رب! تو نے مجھے بچپن میں کیوں موت دی اور مجھے بڑی عمر تک باقی کیوں نہیں رکھا کہ میں بڑا ہو کر ایمان لاتا، فرمانبرداری کرتا اور جنت میں داخل ہو جاتا تو رب کریم اس کے جواب میں کیا فرمائے گا؟

جبائی کا جواب: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے معلوم تھا کہ تو نے بڑے ہو کر نافرمان ہونا ہے اور جہنم میں جانا ہے، اس لیے تیرے لیے بہتر یہی تھا کہ تجھ پر بچپن میں ہی موت آئے۔

اشعری کا جواب پر اعتراض: اگر دوسرا (نافرمان) کہے: اے میرے رب! تو نے مجھے چھوٹی عمر میں کیوں نہیں مار دیا کہ میں بڑا نہ ہوتا، نہ تیری نافرمانی کرتا اور نہ ہی آگ میں جاتا، تو رب تعالیٰ کیا کہے گا؟ جبائی لاجواب ہو گیا، کوئی جواب نہ دیا "فبهت الجبائی" تو جبائی مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

اشعری اور ان کے متبعین: علامہ اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ نے معتزلہ سے دوری اختیار کر لی، آپ نے اور آپ کے متبعین نے معتزلہ کا رد شروع کر دیا، چونکہ انہوں نے دلائل وہ دیے جو سنت سے ثابت ہیں اسی پر ایک جماعت قائم ہوئی، اس کا نام "اہل سنت و جماعت" رکھا گیا۔ گویا کہ اس جماعت کے بانی علامہ اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

(ب) واسباب العلم للخلق ثلثة الحواس السليمة والخبر الصادق والعقل

شارح نے علم کی کتنی اور کون کون سی تعریفیں کی ہیں؟ نیز اسباب علم کی مذکورہ اقسام کی شرح العقائد کی روشنی میں وجہ حصر بیان کریں؟

جواب: **"العلم هو صفة يتجلى بها المذكور لمن قامت هي به"**

"علم ایک صفت ہے جس سے مذکور ظاہر ہو اس شخص کے لیے جس کے علم کا اس (مذکور) کے ساتھ تعلق ہو۔" یعنی علم وہ صفت ہے جس سے مطلوب منکشف ہوتا ہے۔

اسباب علم کی وجہ حصر:

سبب اگر خارج سے ہو تو خبر صادق، کیونکہ یہ ایک آواز ہے جو خارج سے سنی جاتی ہے۔ اگر خارج سے نہ ہو بلکہ داخلی ہو لیکن وہ آلہ غیر مدرک ہو تو حواس ہے (کیونکہ حواس واسطہ ہے، اصل ادراک عقل سے ہے) اور اگر وہ آلہ مدرک ہو تو عقل ہے۔

سوال نمبر 2: **فان قيل كون النظر مفيد اللعلم ان كان ضروريا لم يقع فيه خلاف كما في قولنا الواحد نصف الاثنين وان كان نظريا يلزم اثبات النظر بالنظر وانه دور۔**

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں، نیز عبارت میں مذکور اعتراض کا جواب دیں؟

جواب: ترجمہ عبارت:

پس اگر کہا جائے عقل کی نظر صحیح مفید علم ہے، تو یہ مسئلہ بدیہی ہے۔ اگر یہ بدیہی ہو پھر اس میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے جس طرح کہ ہمارے اس قول ہے: ایک دو کا نصف ہے، اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اگر

کہا جائے کہ یہ نظری ہے تو پھر نظر کو نظر سے ثابت کرنا لازم آئے گا، تو یہ دور ہے۔

سوال: حاصل کلام یہ ہے کہ یہ ایک نظریہ کا معارضہ ہے، ہم اہل سنت (مسلمانوں) کے نزدیک عقل بھی علم کا سبب ہے، جیسا کہ خبر صادق اور حواس سلیمہ ہیں مگر اس میں بعض لوگوں نے اختلاف کیا کہ سمنیہ اور ملاحدہ کہتے ہیں کہ کسی نظری میں بھی عقل مفید علم نہیں ہے۔ بعض فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقل الٰہیات میں مفید علم نہیں ہے۔ اب ہمارے مؤقف کا کسی نے معارضہ کیا کہ تم کہتے ہو کہ عقل مفید علم ہے، ہم پوچھتے ہیں کہ عقل کی نظر صحیح علم بدیہی کا فائدہ دیتی ہے یا علم نظری کا فائدہ دیتی ہے، اگر کہو کہ یہ علم بدیہی کا فائدہ دیتی ہے تو یہ باطل ہے۔ اگر کہو کہ علم نظری کا فائدہ دیتی ہے تو یہ بھی باطل ہے۔ یہ اس لیے باطل ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اگر یہ علم بدیہی کے لیے مفید ہوتی تو پھر اختلاف نہیں ہونا چاہیے تھا، جس طرح کہ واحد دو کا نصف ہے تو یہ بدیہی مسئلہ ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، کیونکہ سب یہی کہتے ہیں کہ ایک دو کا نصف ہے۔ ایسے ہی اگر عقل کا مفید علم بدیہی ہوتا تو اس میں بھی اختلاف نہیں ہونا چاہیے تھا حالانکہ اختلاف موجود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عقل کا مفید علم ہونا بدیہی نہیں ہے۔ شق اول باطل ہوئی اور ایسے ہی شق ثانی بھی باطل ہے۔ اگر یہ کہا جائے عقل کا مفید علم ہونا نظری ہے تو پھر نظر کو نظر سے ثابت کرنا لازم آئے گا، تو یہ دور ہے جو باطل ہوتا ہے۔ جب کوئی شق بھی ثابت نہ ہوئی پھر عقل کا مفید علم ہونا بھی باطل ہو گیا۔

جواب: ہم اہل سنت (مسلمان) اس سوال کا جواب دو شقیں اختیار کر کے دے سکتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ عقل کا مفید علم ہونا بدیہی ہے، اب تم کہو گے کہ اس میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ بدیہی میں اختلاف نہیں ہوتا، تو ہم آپ کی یہ بات ماننے کو تیار نہیں، اس لیے کہ بسا اوقات بدیہی میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے، عناد کی وجہ سے یا کم فہمی کی وجہ سے۔ اسی طرح ہم دوسری شق اختیار کر کے بھی جواب دے سکتے ہیں، وہ یہ ہے کہ بسا اوقات نظری ایک مخصوص نظر سے ثابت کی جاتی ہے کہ اس کو نظری نہیں کہا جاتا جس طرح کہ ہم کہتے ہیں: العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث۔ یہ نظر عالم کے حادث ہونے کے علم بدیہی کا فائدہ دے رہی ہے حالانکہ یہ دلیل نظری ہے لیکن اسے نظری کہا نہیں جاتا تو معلوم ہوا کہ بسا اوقات نظری مخصوص نظر سے ثابت ہوتی ہے کہ اسے نظری نہیں کہا جا سکتا۔ تو پھر نظر کا نظر سے ثابت ہونا لازم نہ آیا جو دور ہے اور محال ہے۔

(ب) مصنف نے واما العقل فهو سبب للعلم کہہ کر عقل کے ساتھ سبب کی دوبارہ تصریح کیوں کی؟ نیز حواس خمسہ تحریر کریں؟

جواب: **عقل کے سبب علم ہونے کی دوبارہ تصریح کرنے کی وجہ:**

اسباب علم تین ہیں: (i) حواس سلیمہ (ii) خبر صادق (iii) عقل۔

اجتماعی طور پر ان کی بحث کرنے کے بعد مصنّف نے ''عقل'' کا تذکرہ دوبارہ کیا ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ دوسرے دونوں اسباب کو نظر انداز کرتے ہوئے محض ''عقل'' کا تذکرہ دوبارہ کیوں کیا ہے؟

اس کا مختصر اور جامع جواب یہ ہے کہ عقل کی اہمیت و برتر ہونے کے پیش نظر مصنف نے اس کے سبب علم ہونے کو دوبارہ بیان کیا، کیونکہ اس میں اختلاف موجود تھا جو کہ مفید علم نہیں ہوتا۔

حواس خمسہ:

حواس خمسہ پانچ ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱- سمع: یہ وہ قوت ہے جو مجوف (خالی) پٹھوں میں رکھی گئی ہے، وہ دونوں پٹھے ملتے ہیں، پھر الگ ہو جاتے ہیں، پھر آنکھوں تک پہنچتے ہیں۔ اس قوت کے ذریعے انسان روشنی، رنگ، شکل، مقدار حرکت اور حسن وقبح کا ادراک حاصل کرتا ہے یعنی بندہ اس قوت کو استعمال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نفس میں ادراک پیدا کر دیتا ہے۔

۲- بصر: یہ وہ قوت ہے جو دماغ کے اگلے حصہ میں گوشت کے دو ٹکڑوں میں رکھی گئی ہے، وہ گوشت کے دو ٹکڑے پستانوں کے اگلے سروں کی طرح ہوتے ہیں، اس میں بوؤں کے ادراک کی کیفیت رکھی ہے یعنی ہوا جب کسی چیز تک پہنچتی ہے جو بدبودار یا خوشبودار ہو تو اس کی کیفیت خیشوم تک محسوس ہوتی ہے۔

۳- شم: یہ وہ قوت ہے جو زبان کے چمڑے کے پٹھوں میں رکھی گئی ہے، طعام جب لعاب کی رطوبت سے ملکر منہ کے پٹھوں تک آتا ہے تو اسے ذوق حاصل ہوتا ہے۔

۴- ذوق: یہ وہ قوت ہے جو تمام جسم میں پھیلی ہوئی ہے، جس کے ذریعے حرارت اور برودت، رطوبت اور یبوست کا ادراک ہوتا ہے، جب بھی کسی چیز کا جسم کے کسی حصہ سے لمس پایا جائے۔

۵- لمس: یہ وہ طاقت ہے جو انسان کے تمام جسم میں رکھی گئی ہے، جس کے ذریعے کسی چیز کی حرارت و برودت اور کثیف وثقیل وغیرہ اوصاف معلوم کیے جاتے ہیں۔

سوال نمبر 3: الواحد يعنى ان صانع العالم واحد فلا يمكن ان يصدق مفهوم واجب الوجود الاعلى ذات واحدة والمشهور فى ذالك بين المتكلمين برهان التمانع المشار اليه بقوله تعالىٰ: لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا

(الف) مذکورہ عبارت کا سلیس اردو میں ترجمہ کریں؟

جواب: ترجمہ عبارت:

''واحد یعنی صانع (بنانے والا) عالم ایک ہے اور یہ ممکن نہیں کہ واجب الوجود کا مفہوم ایک ذات کے

علاوہ کسی اور پر بھی صادق آئے، متکلمین کے نزدیک اس مسئلہ میں برہان تمانع مشہور ہے جس کی طرف "لو کان فیهما آلهة الا الله لفسدتا" سے اشارہ کیا ہے۔"

(ب) برہان تمانع سے اللہ کی واحدانیت ثابت کریں، نیز مصنف خط کشیدہ آیت کو یہاں برہان تمانع (قطعی دلیل) بتارہے ہیں جبکہ آگے اسے حجت اقناعیہ (ظنی دلیل) کہتے ہیں، تعارض رفع کریں؟

جواب: برہان تمانع سے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت ثبوت:

اگر دو الٰہ ممکن ہوتے تو ان کے درمیان تمانع ممکن ہوتا کہ ایک حرکت زید کا ارادہ کرے اور دوسرا زید کے ساکن ہونے کا۔ تمانع اس طرح ممکن ہے کہ حرکت وسکون میں سے ہر ایک فی نفسہ امر ممکن ہے، جو کہ بالکل ظاہر ہے اور اس طرح ان دونوں سے ارادہ کا تعلق بھی ممکن ہے۔ اس لیے کہ ارادتین کے تعلق میں کوئی مدافع نہیں بلکہ مدافعت تو دو مرادوں کے درمیان ہے یعنی فی نفسہ دو ارادوں کا اجتماع ممکن ہے مگر دو مرادوں کا اجتماع ممکن نہیں ہے۔

تو جب ایک نے حرکت زید کا ارادہ کیا اور دوسرے نے زید کے سکون کا ارادہ کیا، تو تین صورتیں ممکن ہوئیں یا تو دونوں امر حاصل ہونگے یا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا یعنی دونوں کا ارادہ پورا نہیں ہوگا (یہاں پر دونوں کا عجز لازم آتا ہے) یا ایک کا ارادہ پورا ہوگا اور دوسرے کا نہیں (تو ایک کا عجز لازم آئے گا) اور عجز حدوث وامکان کی نشانی ہے، اس لیے کہ عجز میں محتاجی ہے۔ وہ اپنی مراد کے حصول میں اس بات کا محتاج ہے کہ اس کی مزاحمت نہ کی جائے اور یہ احتیاج نقص ہے، جو کہ وجوب کے منافی ہے۔ لہٰذا امکان تعدد مستلزم ہے امکان تمانع کو، یہ مستلزم ہے محال کو اور جس سے محال لازم ہو وہ خود بھی محال ہے۔ لہٰذا تعدد محال ہوگیا۔

خط کشیدہ آیت بطور برہان تمانع:

اگر یہ اعتراض ہو کہ کلمہ (لو) کا مقتضی (علی ما ذکرہ النحاۃ) یہ ہے کہ ماضی میں امر ثانی بسبب انتفاء اول کے منتفی ہے جیسے: اگر تو میرے پاس آیا تو میں تمہیں عطا کروں گا، تو کچھ نہ دینا (انتفاء اعطاء) بسبب نہ آنے (انتفاء مجی ء) کے ہے۔ لہٰذا یہ آیت عدم تعدد کے لیے حجۃ اقناعیہ نہیں بن سکتی، صرف اتنی دلالت ہے کہ زمانہ ماضی میں بسبب انتفائے تعدد کے فساد منتفی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ماضی کے ساتھ کیوں مفید کیا حالانکہ مقصود ہر زمانے میں انتفاء تعدد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ (لو) اصل لغت میں اس نفی کے لیے وضع ہے لیکن کبھی (لو) کا استعمال صرف اتنا ہوتا ہے کہ شرط کے منتفی ہونے کی وجہ سے جزاء منتفی ہوتی ہے۔

سوال نمبر 4: وهي لا هو ولا غيره يعني ان صفات الله تعالى ليست عين الذات ولا

غیر الذات فلا یلزم قدم الغیر ولا تکثر القدماء

(الف) ترجمہ کر کے خط کشیدہ عبارت کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں، نیز نصاریٰ اقنوم ثلاثہ سے کیا مراد لیتے ہیں؟

جواب: ترجمہ عبارت:

''اللہ تعالیٰ کی صفات نہ اس کی ذات کا عین ہیں نہ غیر ہیں مطلقاً تعدد قدماء محال نہیں بلکہ قدماء متغایرہ کا تعدد محال ہے۔''

تشریح وتوضیح:

''وھی لا ھو ولا غیرہ'' اللہ تعالیٰ کی صفات، ذات باری تعالیٰ کا عین نہیں اور غیر بھی نہیں۔ لہٰذا اس وجہ سے یہ صفات اللہ تعالیٰ کا غیر نہیں تو ان کے قدیم ہونے سے غیر اللہ کا قدیم ہونا لازم نہیں آئے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ مطلقاً تعدد قدماء محال نہیں بلکہ قدماء متغایرہ کا تعدد محال ہے اور ہم جن صفات کو قدیم کہتے ہیں وہ متغایرہ نہیں۔ جب کہ نصاریٰ نے اگرچہ اقانیم ثلاثہ کے درمیان تغایر کی صراحت نہیں کی مگر انہوں نے ایسی بات کہی ہے، جس سے ان تینوں قدماء کے درمیان مغایرت لازم ہے۔

نصاریٰ کے اقنوم ثلاثہ کی وضاحت:

نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ تین اقانیم ہیں۔ ایک: وجود جس کو ''لفظ (ربّ سے تعبیر کرتے ہیں)'' دوم: علم جس سے ''لفظ (ابن)'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ سوم: حیات جس کو (روح القدس) سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اقنوم علم اللہ تعالیٰ کی ذات سے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس طرح انہوں نے انفکاک وانتقال کو جائز قرار دے دیا۔ لہٰذا اقانیم ثلاثہ میں تغائر لازم آیا، کیونکہ تغائر کا معنی ہے ایک کا دوسرے سے انفکاک وانتقال اور یہ انہوں نے مانا۔ لہٰذا تغائر کو مانا۔

(ب) صفاتِ باری تعالیٰ یا تو عین ذات ہوں گی یا غیر ذات، مگر نقیضین (نہ عین ہوں نہ غیر) کا رفع کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ شافی جواب دیں۔

جواب: وھی لاھو ولا غیرہ پر اشکال کا جواب:

اہل سنت وجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ واجب تعالیٰ کے لیے ایسی صفات ثابت ہیں جو ''واجب الوجود'' کے مفہوم سے زائد ہیں، عین ذات واجب نہیں ہیں۔ معتزلہ صفات کی نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صفات عین ذات واجب ہیں یعنی جن افعال کے لیے صفات ثابت کی جاتی ہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات کافی ہے، اس کی ذات سے زائد کوئی چیز اس کے لیے ثابت نہیں۔

صفات کی نفی پر معتزلہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی صفات ہوں جو اس کی ذات کا عین نہ ہوں بلکہ اس کی ذات سے زائد چیز ہوں، تو وہ اس کا غیر ہوں گی۔ اب وہ حادث تو ہو نہیں سکتیں، ورنہ ان کے موصوف یعنی واجب تعالیٰ کا حادث ہونا لازم آئے گا، پس لامحالہ وہ قدیم ہوں گی، تو غیر اللہ کا قدیم ہونا لازم آئے گا۔ نیز یہ صفات کثیر ہیں اور قدیم و واجب مترادف ہیں۔ لہٰذا تعدد قدماء و تعدد وجباء لازم آئے گا، جو توحید کے منافی ہے۔

مصنف نے اپنے قول "وھی لاھو ولا غیرہ" سے معتزلہ کے استدلال کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے، اور محل اشارہ غیریت کی نفی ہے، کیونکہ جب صفات اللہ تعالیٰ کا غیر نہیں ہیں، تو ان کے قدیم ہونے سے غیر اللہ کا قدیم ہونا لازم نہیں آئے گا۔ نیز اشیائے متعدد و متکثرہ میں تعدد و تکثر، تغایر بمعنی ایک دوسرے سے انفکاک اور انتقال ممکن ہونے پر موقوف ہے۔ جب صفات الٰہی اس طرح آپس میں بھی ایک دوسرے کا غیر بایں معنی نہیں کہ ایک دوسرے سے انفکاک و انتقال ہو سکے، تو تعدد و تکثر ثابت نہ ہوگا۔ لہٰذا تعدد یا تکثر قدماء لازم نہیں آئے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الأولیٰ" للطلاب الموافق سنة ۱۴۴۰ھ / 2019ء

الورقة الثانية: الميراث

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: آخری سوال لازمی ہے باقی میں سے کوئی دوسوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: (الف) قال علماؤنا رحمهم الله تعالیٰ تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة

ترتیب وار ترکہ میت کے حقوق قلمبند کریں، نیز اصحاب فرائض اور عصبہ کی تعریف کریں؟ ۵+۵+۵=۱۵

(ب) اصحاب فرائض کتنے اور کون کون سے افراد ہیں؟ نیز باپ کے احوالِ وراثت تحریر کریں؟ ۷+۸=۱۵

سوال نمبر 2: (الف) صلبی بیٹیوں کے کل کتنے اور کون سے احوال ہیں ہر حالت کے مطابق ان کا حصہ وراثت بیان کریں؟ ۱۵

(ب) عصبہ بنفسہ اور عصبہ مع غیرہ میں سے ہر ایک کی تعریف اور افراد قلمبند کریں؟ ۸+۷=۱۵

سوال نمبر 3: (الف) الحجب علی نوعين حجب نقصان...... وحجب حرمان

حجب نقصان اور حجب حرمان میں سے ہر ایک کی تعریف کریں اور حجب نقصان کے افراد بیان کریں؟ ۱۰+۵=۱۵

(ب) اعلم ان الفروض المذكورة فی كتاب الله تعالیٰ نوعان الاول النصف والربع والثمن والثانی الثلثان والثلث والسدس علی التضعيف والتنصيف۔

عبارت کا ترجمہ کر کے بتائیں کہ مذکورہ فروض کا مخرج جدا جدا ہونے یا ایک دوسرے سے ملنے کی صورت میں کیا بنے گا؟ ۱۵

سوال نمبر 4: والثانی ان انكسر علی طائفة واحدة ولكن بين سهامهم ورؤسهم موافقة فيضرب وفق عدد رؤس من انكسرت عليهم السهام فی اصل المسئلة وعولها ان كانت عائلة كابوين وعشر بنات

(الف) تصحیح کے مذکورہ اصول کا ترجمہ وتشریح کریں اور عبارت میں مذکور مثال کو حل کریں۔

۱۰+۵=۱۵

(ب) تماثل، تداخل، توافق اور تباین میں سے ہر ایک کی تعریف کریں؟ ۱۵

سوال نمبر 5: درج ذیل میں سے کوئی پانچ مسائل حل کریں؟ ۵×۸=۴۰

(الف) میـــــــــــــــــــــــت

بنت　ابن　اخ　اخت

(ب) میـــــــــــــــــــــــت

اب　ابن

(ج) میـــــــــــــــــــــــت

بنتان　عم

(د) میـــــــــــــــــــــــت

اب　ام　عشر بنات

(ھ) میـــــــــــــــــــــــت

زوجه　اب　ام

(و) میـــــــــــــــــــــــت

ست بنات　جدة لاب　ثلاثة اعمام

درجہ عالمیہ (برائے طلباء) سال اول 2019ء

تیسرا پرچہ: المیراث

سوال نمبر 1: (الف) قال علماؤنا رحمهم الله تعالىٰ تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة

ترتیب وار ترکہ میت کے حقوق قلمبند کریں، نیز اصحاب فرائض اور عصبہ کی تعریف کریں؟

جواب: (الف) اموال متروکہ سے وابستہ حقوق:

میت کے اموال متروکہ سے بالترتیب چار حقوق وابستہ ہوتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱- تجہیز و تکفین، ۲- قضائے دین، ۳- وصیت، ۴- تقسیم وراثت

۱- تجہیز و تکفین:

ترکہ سے متعلق پہلا حق تجہیز و تکفین ہے۔ جہاز ایسے ضروری امور کو کہا جاتا ہے کہ سفر کے دوران

مسافر جن کی طرف محتاج ہو، اس طرح تجہیز کا مطلب یہ ہوا کہ میت کے سفر آخرت میں میت کے لیے ضروری اشیاء فراہم کرنا جیسے غسل، کفن وغیرہ۔

۲-قضائے دین:

ترکہ سے متعلق دوسرا حق قضائے دین ہے یعنی تجہیز و تکفین کے بعد میت کا جو مال بچ جائے اس سے میت کا قرض اتارا جائے۔

۳-وصیت:

ترکہ سے متعلق تیسرا حق وصیت ہے۔ اگر میت نے اپنی زندگی میں کوئی وصیت کی ہو کہ میرے مرنے کے بعد میرا اتنا مال فلاں جگہ صرف کر دینا وغیرہ تو تجہیز و تکفین اور ادائے قرض کے بعد میت کی جائیداد کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور اس کے تیسرے حصے سے میت کی وصیت کو پورا کیا جائے گا۔

۴-تقسیم میراث:

ترکہ سے متعلق چوتھا حق تقسیم میراث ہے۔ میت کی تجہیز و تکفین، ادائیگی قرض اور تعمیل وصیت کے بعد میت کا جو مال بچے اس مال کو ترتیب شرعی کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا۔

اصحاب فرائض کی تعریف:

اصحاب فرائض وہ افراد ہیں کہ قرآن مجید، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت میں جن افراد کا حصہ مقرر ہے۔

عصبہ کی تعریف:

عصبہ وہ شخص ہے جو ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد کل مال لینے کا حق رکھتا ہے۔

(ب) اصحاب فرائض کتنے اور کون کون سے افراد ہیں؟ نیز باپ کے احوال وراثت تحریر کریں؟

جواب: اصحاب فرائض کی تعداد:

اصحاب فرائض کل بارہ (12) افراد ہیں جن میں چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں۔

مرد حضرات:

۱-باپ، ۲-دادا، ۳-اخیافی بھائی، ۴-خاوند

عورتیں:

۱-بیوی، ۲-بیٹی، ۳-پوتی، ۴-والدہ، ۵-دادی، ۶-اخوات شقیقہ، ۷-اخوات ابویہ، ۸-اخوات ام

باپ کے احوال وراثت:

باپ کے احوال وراثت تین ہیں:

۱-پہلی حالت فرض مطلق ہے یعنی محض سدس (1/6) اور اس کی ایک شرط ہے کہ میت کا بیٹا یا پوتا موجود ہو۔

۲-دوسری حالت سدس (1/6) اور تعصیب ہے، اس کی دو شرطیں ہیں:

(الف) یہ کہ میت کی بیٹی یا پوتی موجود ہو۔

(ب) یہ کہ میت کا بیٹا یا پوتا موجود نہ ہو۔

۳-تیسری حالت صرف تعصیب ہے۔ اس کی دو شرطیں ہیں:

(الف) یہ کہ میت کی اولاد موجود نہ ہو۔

(ب) یہ کہ میت کے بیٹے کی اولاد موجود نہ ہو۔

سوال نمبر 2: (الف) صلبی بیٹیوں کے کل کتنے اور کون سے احوال ہیں، ہر حالت کے مطابق ان کا حصۂ وراثت بیان کریں؟

جواب: صلبی بیٹیوں کے احوال وراثت:

صلبی بیٹیوں کے کل تین احوال ہیں:

۱-نصف (½)، ۲-ثلثان (2/3)، ۳-عصبہ بالغیر

۱-پہلی حالت نصف (½) ہے اس کی دو شرطیں ہیں:

(الف) یہ کہ میت کا بیٹا موجود نہ ہو۔

(ب) یہ کہ میت کی صرف ایک بیٹی موجود ہو۔

۲-دوسری حالت ثلثان (2/3) ہے اس کی دو شرطیں ہیں:

(الف) یہ کہ میت کا بیٹا موجود نہ ہو۔

(ب) یہ کہ میت کی متعدد بیٹیاں ہوں۔

۳-تیسری حالت عصبہ بالغیر ہونا ہے، اس کی ایک شرط ہے جو یہ ہے:

کہ میت کا بیٹا بھی ہو۔

(ب) عصبہ بنفسہ اور عصبہ مع غیرہ میں سے ہر ایک کی تعریف اور افراد قلمبند کریں؟

جواب: عصبہ بنفسہ کی تعریف وافراد:

اس مرد کو کہتے ہیں کہ جب اسے میت کی طرف منسوب کیا جائے تو درمیان میں مؤنث کا واسطہ نہ ہو

جیسے بیٹا، باپ وغیرہ۔

عصبہ مع غیرہ کی تعریف وافراد:

اس عورت کو کہتے ہیں جو ذوی الفروض میں سے ہو اور اسے کسی عورت نے عصبہ بنادیا ہو جیسے بیٹی کی موجودگی میں سگی بہن یا علاتی بہن عصبہ بن جاتی ہیں۔

سوال نمبر 3: (الف) الحجب علی نوعین حجب نقصان...... وحجب حرمان

جحب نقصان اور حجب حرمان میں سے ہر ایک کی تعریف کریں اور حجب نقصان کے افراد بیان کریں؟

جواب: حجب حرمان کی تعریف:

حجب حرمان کا مطلب یہ ہے کہ ایک وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے اپنے مقررہ حصے سے مکمل طور پر دستبردار ہو جانا۔

حجب نقصان کی تعریف:

حجب نقصان کا یہ مطلب ہے کہ ایک وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے حصہ کم ہو جانا۔

حجب نقصان کے افراد:

حجب حرمان کے افراد چار ہیں:

۱-خاوند، ۲-بیوی، ۳-والدہ، ۴-پوتی

(ب) اعلم ان الفروض المذکورۃ فی کتاب اللہ تعالٰی نوعان الاول النصف والربع والثمن والثانی الثلثان والثلث والسدس علی التضعیف والتنصیف

عبارت کا ترجمہ کر کے بتائیں کہ مذکورہ فروض کا مخرج جدا جدا ہونے یا ایک دوسرے سے ملنے کی صورت میں کیا بنے گا؟

جواب: ترجمہ عبارت:

یہ بات جان لو کہ ''قرآن مجید میں چھ معین حصوں کا ذکر کیا گیا ہے: ۱-نصف (½)، ۲-ربع (¼)، ۳-ثمن (1/8) ان تین معین حصوں کو ''نوع اول'' کہتے ہیں۔ ۴-ثلثان (2/3)، ۵-ثلث (1/3)، ۶-سدس (1/6) ان تین معین حصوں کو ''نوع ثانی'' کہتے ہیں۔

مخارج کی وضاحت:

میت کے تمام ورثاء کے حصے اگر ''نوع اول'' ہی سے ہوں تو سب سے کم حصہ کے مخرج سے مسئلہ

بنے گا مثلاً (½) اور (¼) جمع ہو جائیں تو مسئلہ ¼ کے مخرج 4 سے بنے گا۔

اگر ¼ اور اور 1/8 جمع ہو جائیں تو مسئلہ 8 سے بنے گا۔

اس طرح میت کے تمام ورثاء کے حصے "نوع ثانی" سے ہی ہوں تو پھر بھی مسئلہ ان حصوں میں سے اقل (چھوٹے) حصے کے مخرج سے بنے گا۔ مثلاً 1/6 کے ساتھ 2/3 ہو یا 1/3 ہو تو بہر دو صورت مسئلہ 6 سے بنے گا۔

حصے داروں کے حصے اگر دونوں انواع میں سے آجائیں تو پھر مسئلہ کی تخریج اس طرح ہوگی:

۱- اگر نوع اول میں سے (½) اور نوع ثانی میں سے کوئی ایک ہو یا تمام ہی ہوں تو مسئلہ 6 سے بنے گا۔

۲- اگر نوع اول سے (¼) ہو اور نوع ثانی میں سے کوئی ایک ہو یا تمام ہی ہوں مسئلہ 12 سے بنے گا۔

۳- اگر نوع اول سے (1/8) ہو اور نوع ثانی میں سے کوئی ایک یا تمام ہی ہوں تو مسئلہ 24 سے بنے گا۔

سوال نمبر 4: والثاني ان انكسر على طائفة واحدة ولكن بين سهامهم ورؤسهم موافقة فيضرب وفق عدد رؤس من انكسرت عليهم السهام في اصل المسئلة وعولها ان كانت عائلة كابوين وعشر بنات

(الف) تصحیح کے مذکورہ اصول کا ترجمہ وتشریح کریں اور عبارت میں مذکور مثال کو حل کریں؟

جواب: ترجمہ وتشریح:

اگر کسی مسئلہ میں فقط ایک فریق پر کسر واقع ہو اور باقی دوسرے فریقوں کے حصے میں کسر واقع نہ ہو تو پھر جس فریق پر کسر واقع ہوئی ہے اس فریق کے رؤوس کو اس کے سہام کے ساتھ نسبت دے کر دیکھیں گے کہ آیا ان میں توافق وتداخل کی نسبت ہے یا تباین کی، اگر توافق وتداخل کی نسبت ہو تو پھر رؤوس کے وفق کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں یا عول میں ضرب دیں تو حاصل ضرب تصحیح مسئلہ ہوگا۔ پھر وفق رؤوس کو ہر حصہ دار کے حصے سے ضرب دیں تو ہر حصہ دار کا حصہ بھی معلوم ہو جائے گا جیسے والد، والدہ، دس بیٹیاں۔

میـــــــت مسئلہ 6 تصحیح 30

عصبہ + والد	والدہ	10 بیٹیاں
1/6	1/6	2/3
1	1	4
5	5	20

(ب) تماثل، تداخل، توافق اور تباین میں سے ہر ایک کی تعریف کریں؟

جواب: **تماثل کی تعریف:**

جو دو عدد باہم برابر ہوں ایسے دو عددوں میں تماثل کی نسبت ہوگی اور ان دو عددوں میں سے ہر ایک کو متماثل کہیں گے جیسے 5 اور 5 وغیرہ۔

تداخل کی تعریف:

جو دو عدد چھوٹے بڑے ہوں اور ان میں سے بڑا عدد چھوٹے عدد پر پورا پورا تقسیم ہو جائے تو دو عددوں کے درمیان تداخل کی نسبت ہوگی اور ان دو عددوں میں سے ہر ایک کو متداخل کہیں گے جیسے 4 اور 8 وغیرہ۔

توافق کی تعریف:

جو دو عدد چھوٹے بڑے ہوں اور ان میں سے بڑا عدد چھوٹے عدد پر پورا پورا تقسیم نہ ہو بلکہ ان دو عددوں کے علاوہ کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کردے تو ان دو عددوں میں توافق کی نسبت ہوگی اور ان دو عددوں میں سے ہر ایک کو متوافق کہیں گے جیسے 6 اور 9 وغیرہ۔

تباین کی تعریف:

جو دو عدد چھوٹے بڑے ہوں، ان میں سے بڑا عدد پورا پورا تقسیم بھی نہ ہو رہا ہو اور کوئی ایسا تیسرا عدد بھی موجود نہ ہو جو ان دو عددوں کو پورا پورا تقسیم کر سکے تو ان دو عددوں کے درمیان تباین کی نسبت ہوگی اور ان دو عددوں میں سے ہر ایک کو متباین کہیں گے جیسے 3 اور 5 وغیرہ۔

سوال نمبر 5: درج ذیل میں سے کوئی پانچ مسائل حل کریں:

(الف) میت

بنت ، ابن ، اخ ، اخت

(ب) میت

اب ، ابن

(ج) میت

بنتان ، عم

(د) میت

اب ، ام ، عشر بنات

(ہ) میت ________

زوجہ ، اب ، ام

(و) میت ________

ست بنات ، جدۃ لاب ، ثلاثۃ اعمام

جواب: (الف) میت ________ مسئلہ 6

بنت	ابن	اخ	اخت
	عصبہ		
1	4	1	-

(ب) میت ________ مسئلہ 6

ابن	اب
عصبہ	1/6
5	1

(ج) میت ________ مسئلہ 6

بنتان	عم
2/3	عصبہ
4	2

(د) میت ________ مسئلہ 6 تصحیح 30

اب	ام	5 عشر بنات
1/6+عصبہ	1/6	2/3
1	1	4
5	5	20

(ہ) میت ________ مسئلہ 4

زوجہ	اب	ام
¼	عصبہ	1/3 ما بقی
1	2	1

(و) میت ________ مسئلہ 6 تصحیح 18

ست بنات	جدۃ لاب	ثلاثۃ اعمام

2/3	1/6	عصبہ
4	1	1
12	3	3

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظيم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الأولیٰ" للطلاب الموافق سنة ۱۴۴۰ھ / 2019ء

الورقة الثالثة: الفقه وأصوله

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: دونوں قسموں سے کوئی دو، دو سوال حل کریں۔

﴿قسم اوّل......فقه﴾

سوال نمبر 1: الشفعة واجبة فی العقار وان كان مما لا يقسم، ولا شفعة فی العروض والسفن لقوله عليه الصلوٰة والسلام "لاشفعة الا فی ربع أو حائط ."

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) مذکورہ مسئلہ کو اس طرح بیان کریں کہ اس میں احناف اور شوافع کا مؤقف دلائل کے ساتھ واضح ہو جائے؟ ۱۵

سوال نمبر 2: والذبح بين الحلق واللبة وفی الجامع الصغير لابأس بالذبح فی الحلق كله وسطه واعلاه واسفله والاصل فيه قوله عليه السلام: الذكاة مابين اللبة واللحيين .

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کر کے ہدایہ کی روشنی میں ذکر کردہ مسئلہ کی عقلی دلیل بیان کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) کتنی اور کون کون سی رگیں کاٹی جائیں گی تو جانور حلال ہوگا ورنہ نہیں؟ اختلاف ائمہ مفصلاً بیان کریں۔ ۱۵

سوال نمبر 3: ويكره ان يقول الرجل فی دعائه بحق فلان او بحق انبيائك ورسلك لانه لاحق للمخلوق علی الخالق

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں اور مسئلہ کی وضاحت اس طرح کریں کہ اہل سنت کا مؤقف واضح ہو جائے؟ ۵+۵=۱۰

(ب) (ويكره اللعب بالشطرنج والنرد والاربعة عشر وكل لهو) مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کریں، نیز ہاکی و کرکٹ کا حکم لکھیں؟ ۱۵

﴿قسم ثانی......اصول فقہ﴾

سوال نمبر 4: العلم بكل الاحكام الشرعية العملية التى قد ظهر نزول الوحى بها والتى انعقد الاجماع عليها من ادلتها مع ملكة الاستنباط الصحيح منها

(الف) درج بالا عبارت کا ترجمہ وتشریح قلمبند کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) کیا فقیہ کے لیے قیاس کا جاننا ضروری ہے؟ اور کیوں؟ نیز فقہ ظنی امر ہے تو اس پر علم کا اطلاق کیسے درست ہوگا؟ ۸+۷=۱۵

سوال نمبر 5: واما المستنبط من السنة فكقياس حرمة قفيز من الجص بقفيزين على حرمة قفيز من الحنطة بقفيزين منها الثابتة بقوله عليه السلام: الحنطة بالحنطة مثلا بمثل يدا بيد والفضل ربوا

(الف) اعراب لگا کر سلیس اردو میں ترجمہ تحریر کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کریں، نیز اجماع پر قیاس کر کے استنباط کیے گئے مسئلہ کی کوئی ایک مثال دیں۔ ۷+۸=۱۵

سوال نمبر 6: ان المشهور ان الشیء الواحد لايكون موضوعا للعلمين اقول هذا غير ممتنع بل واقع فان الشیء الواحد يكون له اعراض ففى كل علم يبحث عن بعض منها

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں اور تلویح کی روشنی میں عبارت کی وضاحت کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) اصول فقہ کا موضوع سپرد قلم کریں، نیز ادلہ شرعیہ کی تعداد بیان کر کے قرآن کی تعریف کریں؟ ۵+۵+۵=۱۵

☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (برائے طلباء) سال اول 2019ء

تیسرا پرچہ: فقہ واصول فقہ

﴿قسم اوّل......فقہ﴾

سوال نمبر 1: اَلشُّفْعَةُ وَاجِبَةٌ فِي الْعِقَارِ وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُقْسَمُ، وَلَا شُفْعَةَ فِي الْعُرُوْضِ وَالسُّفُنِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ: "لَا شُفْعَةَ اِلَّا فِي رُبْعٍ أَوْ حَائِطٍ ـ"

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں؟

(ب) مذکورہ مسئلہ کو اس طرح بیان کریں کہ اس میں احناف اور شوافع کا مؤقف دلائل کے ساتھ واضح ہو جائے؟

جواب: (الف) عبارت پر اعراب اور اس کا ترجمہ:

نوٹ: اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

شفعہ غیر منقول چیز (زمین، مکان، دکان وغیرہ) میں ثابت ہے خواہ وہ تقسیم کے قابل نہ ہو۔ سامانوں اور کشتیوں میں شفعہ نہیں ہے، کیونکہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: شفعہ فقط مکان اور دیوار میں ہے۔

(ب) مسئلہ عبارت کی وضاحت:

احناف کے ہاں مقسوم و غیر مقسوم اور ہر قسم کی زمین میں شفعہ ثابت ہے، اس سلسلہ میں دلیل یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: الشفعة في كل شيء عقار او ربع یعنی ہر غیر منقولہ چیز یا مکان میں شفعہ ثابت ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جو چیز قابل تقسیم نہ ہو، اس میں شفعہ نہیں ہے۔ اس بارے میں وہ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ شفعہ بٹوارے کی مشقت دور کرنے کے لیے مشروع ہوا ہے، جو چیز بٹوارے کے قابل نہ ہو اس میں مشقت تقسیم بھی نہیں ہے اور جب یہ علت نہ پائی گئی تو اس میں شفعہ بھی ثابت نہیں ہوگا۔ احناف کی دلیل نقلی ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل عقلی ہے، نقلی دلیل کے مقابل عقلی دلیل کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

سوال نمبر 2: والذبح بين الحلق واللبة وفي الجامع الصغير لا بأس بالذبح في الحلق كله وسطه واعلاه واسفله والاصل فيه قوله عليه السلام: الذكاة ما بين اللبة واللحيين۔

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کر کے ہدایہ کی روشنی میں ذکر کردہ مسئلہ کی عقلی دلیل بیان کریں؟

(ب) کتنی اور کون کون سی رگیں کاٹی جائیں گی تو جانور حلال ہوگا ورنہ نہیں؟ اختلاف ائمہ مفصلاً بیان کریں۔

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

ذبح سینے اور حلق کے درمیان ہوتا ہے، جامع صغیر میں ہے کہ پورا حلق ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے یعنی درمیان میں، اوپر والے حصہ میں اور نیچے والے حصہ میں۔ اس بارے میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: سینہ اور دو جبڑوں کے درمیان ذبح ہے۔

مسئلہ پر ہدایہ کی روشنی میں عقلی دلیل:

حلق میں ذبح کرنے کی ایک عقلی دلیل یہ ہے کہ حلق کھانے پینے کی نالیوں اور بدن کی رگوں کا سنگم ہے اور وہاں ذبح کرنے سے کامل طور پر اسالت دم متحقق ہو جائے گا اور ذبح میں اسالت دم ہی مقصود ہوتا ہے، اس لیے حلق کے علاوہ کسی اور جگہ کا ذبح معتبر نہیں ہوگا۔ تاہم حلق کے حصے کا حکم یکساں ہے کہیں بھی ذبح کرو مقصد حاصل ہو جائے گا۔

(ب) ذبح کے حلال ہونے میں کاٹی جانے والی رگوں میں مذاہب آئمہ:

حلقوم سانس کی نالی کو کہتے ہیں، مرئی وہ نالی ہے جس میں دانہ پانی گزر کر پیٹ میں داخل ہوتا ہے جسے زخرہ بھی کہا جاتا ہے۔ ودجان یہ ودج کا تثنیہ ہے، گردن کی رگوں کو ودج کہتے ہیں۔ ذبح میں ان چار رگوں کا کاٹنا ضروری ہے، اس پر دلیل ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ آپ نے اوداج کو کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ اوداج، ودج کی جمع ہے اور جمع کی اقل مقدار تین ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ذبح میں فقط حلقوم اور مرئی رگ کاٹنے کو کافی سمجھتے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ذبح میں چاروں رگوں کا کاٹنا ضروری ہے ورنہ ذبح جائز نہیں ہوگا۔ انہوں نے بھی اس ارشاد نبوی سے استدلال کیا ہے کہ اوداج رگیں کاٹی جائیں۔

صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ حلقوم اور مرئی رگ کا کاٹنا ضروری اور ودجین میں سے کوئی ایک بھی کاٹی جا سکتی ہے۔

سوال نمبر 3: ویکرہ ان یقول الرجل فی دعائہ بحق فلان او بحق انبیائک ورسلک لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق۔

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں اور مسئلہ کی وضاحت اس طرح کریں کہ اہل سنت کا موقف واضح ہو جائے؟

(ب) (ویکرہ اللعب بالشطرنج والنرد والاربعۃ عشر وکل لھو) مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کریں، نیز ہاکی و کرکٹ کا حکم لکھیں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

اپنی دعاء میں یوں کہنا مکروہ ہے: بحق فلان یا بحق انبیائک ورسلک (اے اللہ تو میری دعاء کو فلاں کے وسیلہ سے یا اپنے نبیوں اور رسولوں کے وسیلہ سے قبول کر) اس لیے کہ خالق پر مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے؟

مسئلہ کی وضاحت:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کسی بزرگ ہستی کے حق کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ذات باری تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے، اگر وہ عنایت کر دے تو اس کا فضل ہے اور اگر گرفت کرے تو یقیناً اس کا عدل ہوگا۔ تاہم کسی نبی یا رسول یا ولی کے وسیلہ سے دعاء کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ زود قابل قبول ہوتی ہے۔

(ب) شطرنج وغیرہ کھیلنے کا شرعی حکم:

ہمارے ہاں شطرنج، نرد اور چودہ گوٹی کھیل کھیلے جاتے ہیں۔ یہ مکروہ ہیں، کیونکہ ان کی دو حیثیتیں ہو سکتی ہیں:

۱-اگر ان سے جوا کھیلا جائے، یہ نص قرآنی سے حرام ہے: انا الخمر الخ اور: یسئلونك عن الخمر والمیسر سے۔

۲-اگر جوا نہ کھیلا جائے تو اس صورت میں عبث وغیر نافع ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، کیونکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تین کے علاوہ ہر قسم کے کھیل سے منع کیا گیا ہے۔

احناف کے ہاں شطرنج وغیرہ کھیلنا بھی کراہت سے خالی نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھیل کو خنزیر کے خون میں ہاتھ رنگنے کے برابر قرار دیا ہے۔

ہاکی اور کرکٹ کھیلنے کا حکم:

وقت ایسی قیمتی دولت ہے جو ضائع ہونے کے بعد واپس نہیں آسکتی، یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں لہو ولعب سے منع کیا گیا ہے۔ جو بھی کھیل جوا لگا کر کھیلا جائے، وہ حرام ہے، کیونکہ یہ چیز نفرت اور فساد کا باعث بنتی ہے۔ ہاکی اور کرکٹ ہمارے ہاں قومی کھیل تصور کیے جاتے ہیں، اگر ان میں بھی جوا ہو تو یہ بھی حرام ہوں گے۔ تاہم ان کھیلوں میں جوا نہ ہو اور نہ نمازیں ضائع ہوں تو جائز ہیں۔ اگر ان دونوں عیوب میں سے ایک بھی پایا جائے تو جواز کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

﴿قسم ثانی ...... اصول فقہ﴾

سوال نمبر 4: العلم بكل الاحكام الشرعية العملية التی قد ظهر نزول الوحی بها والتی انعقد الاجماع عليها من ادلتها مع ملكة الاستنباط الصحيح منها

(الف) درج بالا عبارت کا ترجمہ وتشریح قلمبند کریں؟

(ب) کیا فقیہ کے لیے قیاس کا جاننا ضروری ہے؟ اور کیوں؟ نیز فقہ ظنی امر ہے تو اس پر علم کا اطلاق

کیسے درست ہوگا؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

(فقیہ کے لیے) تمام احکام شرعیہ عملیہ کا جاننا ضروری ہے جو نزول وحی کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اور ان کا جاننا بھی ضروری ہے جن پر اجماع منعقد ہو چکا ہے ایسی ادا کے ساتھ جو ملکہ ہے صحیح احکام استنباط کرنے کا۔

توضیح عبارت:

یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اس پر علم کا اطلاق کیسے درست ہوسکتا ہے جبکہ فقہ ایک ظنی چیز ہے؟ اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ فقہ ظنی نہیں بلکہ قطعی ہے جو نزول وحی کے بعد ظہور پذیر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں علم کا اطلاق جس طرح ظنیات پر ہوتا ہے، اسی طرح قطعیات پر بھی ہوتا ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

(ب) فقیہ کا قیاس کو جاننا:

فقیہ وہ ہوتا ہے جس کی ہر ہر آیت، ہر ہر حدیث پر گہری نظر ہوتی ہے اور قیاسی دلائل کا ذخیرہ بھی اس کے ذہن میں محفوظ ہوتا ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ فقہ ظنی شیء ہے تو اس پر علم کا اطلاق کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اس اہم سوال کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱- یہ ہے کہ مصنف نے جس فقہ کی بات کی ہے وہ ظنی نہیں، قطعی ہے، اس لیے کہ مصنف نے فرمایا کہ فقہ وہ ہے جس پر نزول وحی کا ظہور ہوا اور یہ تمام چیزیں قطعی ہیں۔

۲- یہ کہہ دیا کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ فقہ ظنی ہے، لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ ظنیات پر علم کا اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ ظنیات پر بھی علم کا اطلاق ہوتا ہے، جیسے علم طب۔ یہ علم طب ایک ظنی شیء ہے، اس کے باوجود اس پر ''علم'' کا اطلاق کیا گیا ہے۔

سوال نمبر 5: **واما المستنبط من السنة فكقياس حرمة قفيز من الجص بقفيزين على حرمة قفيز من الحنطة بقفيزين منها الثابتة بقوله عليه السلام الحنطة بالحنطة مثلا بمثل يدا بيد والفضل ربوا**

(الف) اعراب لگا کر سلیس اردو میں ترجمہ تحریر کریں؟

(ب) مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کریں، نیز اجماع پر قیاس کر کے استنباط کیے گئے مسئلہ کی کوئی ایک مثال دیں؟

جواب: (الف) عبارت پر اعراب اور ترجمہ:

اور سنت سے ثابت شدہ حکم مثلاً چونے کی ایک بوری کا حرام ہونا دو بوریوں پر قیاس ہے جس طرح

ایک بوری گندم کو دو بوری پر قیاس کرنا ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گندم بدلے گندم کے برابر برابر، ہاتھوں ہاتھ (نقد) اور زیادتی سود ہے۔

(ب) اجماع سے ثابت شدہ حکم پر قیاس:

اس سلسلہ میں ایک جامع مثال یہ ہے کہ مزینہ کی ماں سے نکاح کی حرمت کو قیاس کیا گیا ہے لونڈی کی ماں سے نکاح کی حرمت پر جو اجماع امت سے ثابت ہے، اس میں نص موجود نہیں ہے۔ تاہم ازواج کی امہات سے نکاح کرنے کی حرمت نص سے ثابت ہے، اور اس میں زوجہ سے وطی کرنے یا نہ کرنے کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی۔

سوال نمبر 6: ان المشهور ان الشیء الواحد لایکون موضوعا للعلمین اقول هذا غیر ممتنع بل واقع فان الشیء الواحد یکون له اعراض ففی کل علم یبحث عن بعض منها

(الف) عبارت کا ترجمہ کریں اور تلویح کی روشنی میں عبارت کی وضاحت کریں؟

(ب) اصول فقہ کا موضوع سپرد قلم کریں، نیز ادلہ شرعیہ کی تعداد بیان کر کے قرآن کی تعریف کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

بیشک یہ بات مشہور ہے کہ ایک چیز دو علموں کا موضوع نہیں بن سکتی، میں کہتا ہوں کہ یہ منع نہیں ہے بلکہ واقع کے مطابق ہے۔ ایک چیز کے مختلف اعراض ہوتے ہیں اور ہر علم میں اس کے بعض عوارض سے بحث کی جاتی ہے۔

عبارت کی وضاحت:

ماتن کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح قوم میں یہ بات مشہور ہے کہ ایک چیز دو علموں کا موضوع نہیں بن سکتی، یہ درست نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شیء واحد کا دو علموں کے لیے موضوع ہونا ممکن اور جائز ہے بلکہ اس طرح ہو چکا ہے کہ شیء واحد دو چیزوں کا موضوع بن چکی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ایک شیء کے مختلف اعراض ذاتیہ ہوں، پس علم میں ان اعراض کی ایک نوع سے بحث ہو اور دوسرے میں نوع آخر سے بحث ہو۔

(ب) اصول فقہ کا موضوع:

اصول فقہ کا موضوع ''احکام شرعیہ اور ادلہ اربعہ'' ہے۔

ادلہ شرعیہ کی تعداد اور قرآن کی تعریف:

ادلہ شرعیہ چار ہیں:

(۱) کتاب اللہ، (۲) سنت رسول اللہ، (۳) اجماع امت، (۴) قیاس

کتاب اللہ (قرآن) کی تعریف بایں الفاظ کی جاتی ہے:

القرآن هو كلام الله المنزل على محمد صلى الله عليه وسلم المتعبد بتلاوته

یعنی قرآن کلام خداوندی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا اور اس کی تلاوت عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الأولٰی" للطلاب الموافق سنة ۱۴۴۰ھ / 2019ء

الورقة الرابعة: لأصول الحديث والتحقيق

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: دونوں قسموں سے کوئی دو، دو سوال حل کریں۔

﴿قسم اوّل......اصول حدیث﴾

سوال نمبر 1: العزيز وهو ان لا يرويه اقل من اثنين عن اثنين

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر اس کا ترجمہ کریں اور عزیز کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) ''حدیث عزیز'' کی کوئی ایک مثال دیں نیز بتائیں کہ صحیح کے لیے عزیز ہونا شرط ہے یا نہیں؟ شرح نخبہ کی روشنی میں اہل فن کا اختلاف تفصیلاً لکھیں؟ ۵+۱۰=۱۵

سوال نمبر 2: الغرابة اما ان تكون فی اصل السند اولا فالاول الفرد المطلق والثانی الفرد النسبی

(الف) ترجمہ کریں اور فرد نسبی کی وجہ تسمیہ تحریر کریں؟ ۴+۶=۱۰

(ب) غریب اور فرد میں کون سی نسبت ہے؟ مفصلاً جواب دیں، نیز حدیث ''صحیح لذاتہ'' کی تعریف تحریر کریں؟ ۸+۷=۱۵

سوال نمبر 3: (الف) دو متعارض حدیثیں صحت میں برابر ہوں تو عمل کا کیا طریقہ ہوگا؟ شرح نخبہ کی روشنی میں تفصیل بیان کریں۔ ۱۰

(ب) مرسل کی تعریف کر کے اس کے قبول و عدم قبول کے بارے میں ائمہ کا مؤقف تفصیلاً قلمبند کریں؟ ۵+۱۰=۱۵

﴿قسم ثانی......اصول تحقیق﴾

سوال نمبر 4: (الف) نظریاتی تحقیق اور اطلاقی تحقیق کے مقاصد بیان کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) منہج کے اعتبار سے تحقیق کی کوئی سی تین اقسام کی وضاحت کریں؟ ۳×۵=۱۵

سوال نمبر 5: (الف) علمی تحقیق کے بنیادی عناصر میں سے جدت تحقیق اور امکانات تحقیق کی

وضاحت کریں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) ''نگرانِ تحقیق'' پر ایک مختصر مگر جامع نوٹ لکھیں؟ ۱۵

سوال نمبر 6: (الف) خاکہ تحقیق (Synopsis) کے عناصر پر قلم کریں؟ ۱۰

(ب) کسی بھی علمی تحقیق کے لیے کتنے اور کون کون سے مراحل طے کرنا پڑتے ہیں؟ کسی ایک مرحلہ کی وضاحت بھی کریں۔ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (برائے طلباء) سال اوّل 2019ء

چوتھا پرچہ: اصول حدیث و تحقیق

﴿قسم اوّل......اصول حدیث﴾

سوال نمبر 1: اَلْعَزِيْزُ وَهُوَ اَنْ لَا يَرْوِيَهُ اَقَلَّ مِنِ اثْنَيْنِ عَنِ اثْنَيْنِ

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر اسکا ترجمہ کریں اور عزیز کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟

(ب) ''حدیث عزیز'' کی کوئی ایک مثال دیں' نیز بتائیں کہ صحیح کے لیے عزیز ہونا شرط ہے یا نہیں؟ شرح نخبہ کی روشنی میں اہل فن کا اختلاف تفصیلاً لکھیں۔

جواب: (الف) عبارت پر اعراب اور اس کا ترجمہ:

نوٹ: اعراب اوپر عبارت پر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

''خبر عزیز'' وہ ہے' جسے کم از کم دو راوی دو راویوں سے روایت کریں۔

''خبر عزیز'' کی وجہ تسمیہ:

لفظ ''عزیز'' کا معنیٰ ہے: نادر، کمیاب۔ چونکہ عزیز میں دو راوی دو راویوں سے روایت بیان کرتے ہیں، اس قسم کی روایات کم پائی جاتی ہیں، اس لیے ان کو عزیز الوجود ہونے کی وجہ سے ''عزیز'' کہتے ہیں۔

صحیح تو یہ ہے کہ راوی دو ہوں خواہ وہ دو صحابہ ہوں یا ایک صحابی ہو۔ تاہم وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ نادر الوجود ہے اس لحاظ سے راوی بھی دو ہوں۔ اس کی مثال بھی ملتی ہے کہ شیخین نے اتفاقی طور پر حضرت انس سے اور بخاری نے انفرادی طور پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

''ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے دو راوی ہیں:

(۱) قتادہ بن دعامہ، (۲) عبدالعزیز بن صہیب، قتادہ سے روایت کرنے والے بھی دو راوی ہیں: شعبہ اور سعید اور عبدالعزیز سے روایت کرنے والے بھی دو راوی ہیں: اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث۔ اگر حدیث صحیح کے دو راوی ہوں تو اسے "خبر عزیز" کہتے ہیں۔

خبر عزیز کا حکم اور صحیح کے لیے عزیز ہونا شرط نہ ہونا:

خبر عزیز کا حکم یہ ہے کہ اس کی سند اور متن میں غور و فکر کیا جائے گا، اگر اس میں صحت کی تمام شرائط پائی جائیں تو وہ حدیث صحیح ہوگی اور عزیز حدیث حسن اور ضعیف بھی ہوتی ہے۔ حدیث صحیح کے لیے عزیز ہونا ہرگز شرط نہیں ہے بلکہ صحیح حدیث کبھی غریب بھی ہوتی ہے جیسا کہ روایت ہے: "انما الاعمال بالنیات" غریب ہونے کے باوجود صحیح ہے۔

سوال نمبر 2: الغرابۃ اما ان تکون فی اصل السند اولا فالاول الفرد المطلق والثانی الفرد النسبی

(الف) ترجمہ کریں اور فردِ نسبی کی وجہ تسمیہ تحریر کریں؟

(ب) غریب اور فرد میں کون سی نسبت ہے؟ مفصلاً جواب دیں، نیز حدیث "صحیح لذاتہ" کی تعریف تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

غرابت اصل سند میں ہوگی یا نہیں، تو پہلی قسم فرد مطلق اور دوسری فرد نسبی ہے۔

فرد نسبی اور اس کی وجہ تسمیہ:

جب سند کے درمیان تفرد ہو جس طرح صحابی سے راوی تو ایک سے زائد ہوں مگر بعد میں ایک راوی ہو اور اس سے روایت کرنے والا بھی ایک ہو تو وہ فرد نسبی ہے۔ اس کا نام فرد نسبی اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں تفرد ایک فرد معین کے لحاظ سے پایا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض اوقات وہ لوگوں میں مشہور ہوتی ہے لیکن راوی کے متفرد ہونے کی وجہ سے "فرد نسبی" کہلاتی ہے۔

(ب) غریب اور فرد میں نسبت:

بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ فرد اور غریب دونوں لفظ مترادف ہیں۔ اس معنیٰ کے لحاظ سے فرد مطلق کہیں یا غریب مطلق کہیں، اس طرح فرد نسبی کہیں یا غریب نسبی کہیں، ایک ہی مطلب ہے۔ اس طرح ان دونوں کے مابین تساوی کی نسبت ہے۔ بعض حضرات دونوں میں فرق بیان کرتے ہیں باعتبار کثیر الاستعمال ہونے اور قلیل الاستعمال ہونے کے، کہ فرد اکثر طور پر اطلاق فرد مطلق پر ہے اور غریب کا اکثر طور

پر استعمال فردِ نسبی پر ہے۔اس طرح دونوں کے مابین تغائر یا تباین کی نسبت ہے۔

صحیح "حدیث لذاتہ" کی تعریف:

وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی متصل، عادل، تام الضبط ہوں اور وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معلل ہو۔

سوال نمبر 3: (الف) دو متعارض حدیثیں صحت میں برابر ہوں تو عمل کا کیا طریقہ ہوگا؟ شرح نخبہ کی روشنی میں تفصیل بیان کریں۔

(ب) مرسل کی تعریف کر کے اس کے قبول وعدم قبول کے بارے میں ائمہ کا موقف تفصیلاً قلمبند کریں؟

جواب: (الف) دو متعارض حدیثوں پر عمل کی صورت:

اگر دو متعارض حدیثیں ہوں تو دیکھا جائے گا کہ ان کی تاریخ کا علم ہے یا نہیں، پہلی صورت میں متاخر ثابت ہوگی اول ثابت نہیں ہوگی۔ دونوں روایتوں میں ایک کا ناسخ ہونا اور دوسری کا منسوخ ہونا سمجھ آئے تو عمل ناسخ پر ہوگا جبکہ منسوخ روایت متروک ہوگی۔

نسخ کی پہچان کے چند مشہور طریقے حسب ذیل ہیں:

۱- جب نص میں صراحتاً الفاظ ایسے ہوں جو نسخ پر دلالت کریں مثلاً حدیث بریدہ:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تذکر الآخرۃ"

۲- جب صحابی کو جزم حاصل ہو کہ یہ قول آخری ہے جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

"اخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما مست النار"

۳- تاریخ کے اعتبار سے معلوم ہو جائے کہ فلاں روایت پہلی ہے اور فلاں روایت بعد کی ہے۔

اگر دونوں روایات میں وجہ ترجیح پائے جانے کا امکان ہو تو بہتر ہے ورنہ وہ دونوں متعارض رہیں گی، ان کے تعارض کو اٹھانے کی کوئی اور وجہ تلاش کرنی پڑے گی۔ اگر کوئی وجہ تعارض اٹھانے کی نظر نہ آئے تو دونوں روایات موقوف رہیں گی۔

(ب) حدیث مرسل کی تعریف:

مرسل: جس حدیث کی سند کے آخیر سے راوی کو ساقط کر دیا جائے مثلاً تابعی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے اور صحابی کو چھوڑ دے۔

حدیث مرسل کے حکم کے حوالے سے اقوال آئمہ:

حدیث مرسل، حدیث ضعیف کی اقسام میں شمار ہوتی ہے، اس میں حدیث مقبول کی شرط مفقود ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس پر عمل کے حوالہ سے آئمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حدیث مرسل، حدیث صحیح اور قابل استدلال ہے۔

۲- اکثر محدثین اور بعض اہل اصول کا مؤقف ہے کہ مرسل حدیث ضعیف ہے اور وہ قابل استدلال ہے۔

۳- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ مرسل حدیث کے حجت ہونے کے لیے چار شرائط کا ہونا ضروری ہے، وہ شرائط حسب ذیل ہیں:

(i) ارسال کرنے والا اکابر تابعین سے ہو۔

(ii) ارسال کرنے والا جس سے ارسال کرے وہ ثقہ ہو۔

(iii) ارسال کرنے والا حفاظ رواۃ کی مخالفت نہ کرتا ہو۔

(iv) مرسل حدیث کسی دوسری سند سے مسنداً یا مرسلاً مروی ہو۔

﴿قسم ثانی......اصول تحقیق﴾

سوال نمبر 4: (الف) نظریاتی تحقیق اور اطلاقی تحقیق کے مقاصد بیان کریں؟

(ب) منہج کے اعتبار سے تحقیق کی کوئی سی تین اقسام کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) نظریاتی تحقیق اور اطلاقی تحقیق کے مقاصد:

مقاصد کے اعتبار سے تحقیق کی دو قسمیں ہیں:

۱- نظریاتی تحقیق:

اس تحقیق کا مقصد علم برائے علم ہوتا ہے۔ اس کا کوئی اطلاقی ہدف نہیں ہوتا۔ نظریاتی تحقیق میں محقق صرف اور صرف کسی علمی حقیقت کے احاطہ اور اس تک رسائی کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے پیش نظر اس کے عملی فوائد واطلاقات نہیں ہوتے۔

نظریاتی تحقیق عام طور پر علوم انسانیہ سے تعلق رکھنے والے موضوعات وافکار جیسے: لغت، نحو، ادب، تاریخ، جغرافیہ، معاشرت، منطق، فلسفہ اور دینی علوم میں کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس تحقیق سے محض کسی نظریہ پر مشتمل فوائد حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کسی قسم کے تطبیقی وعملی فوائد اس تحقیق کا موضوع نہیں ہوتے۔ کسی

شاعر، ادیب، حکمران، قائد، مبلغ یا فلسفی کی زندگی پر اثر انداز ہونے والے عوامل کے متعلق تحقیق و مطالعہ ہمیں کوئی ادبی فائدہ یا تاریخی نظریہ عطا کرتا ہے۔ نظریاتی تحقیق کا ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس کا دائرہ عمل بہت وسیع ہوتا ہے۔ یہ تیزی سے شاخ در شاخ تقسیم ہوتی چلی جاتی ہے، کیونکہ اس میں شخصی آراء و افکار دخل انداز ہوتے ہیں جیسے اس کی واضح مثال علم نفسیات اور علم عمرانیات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۲-اطلاقی تحقیق:

اطلاقی تحقیق کا مقصد نئی چیزوں کو دریافت کرنا اور سائنسی ایجادات کو آشکار کرنا۔ اس تحقیق کا دائرہ کار مادہ اور محسوس کی جانے والی اشیاء ہوتی ہیں، جیسے طبیعیات، کیمیا اور فلکیات وغیرہ میں کی جانے والی تحقیقات۔

تحقیق کی اس قسم کا عام طور پر تجرباتی منہج پر انحصار ہوتا ہے۔ اگرچہ اس تحقیق کے لیے حسی مشاہدات اور تجربہ گاہوں کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن یہ بات فراموش نہیں کی جا سکتی کہ محض لیبارٹری کا تجربہ سائنسی علم و معرفت کی تنہا بنیاد نہیں ہوتا، بلکہ ان سائنسی علوم کی کئی شاخوں میں محقق کو عقلی و تحلیلی اور استنباتی و حسابی طریقہ کار پر بھی انحصار کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی بھی مسئلہ کے حل کے وقت محض لیبارٹری اور تجربہ گاہوں پر اکتفا نہ کرے بلکہ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ہر حقیقت کے بارے میں تحقیق کرنے کا حسب حال ایک منہج و طریقہ ہوتا ہے، اور تجرباتی منہج کا دائرہ کار بہت محدود ہوتا ہے کیونکہ اطلاقی تحقیق کے مناہج بھی دو طرح کے ہوتے ہیں:

ا-مناہج عامہ:

ایسے مناہج جو مادی اور غیر مادی دونوں طرح کے حقائق کے حصول کا ذریعہ بن سکتے ہیں، انہیں عقلی، منطقی اور استنباطی یا استقرائی، وصفی اور تحلیلی مناہج بھی کہا جاتا ہے۔

۲-مناہج خاصہ:

مناہج خاصہ کی بہت سی صورتیں اور اقسام ہیں جن میں سے ایک تجرباتی تحقیق کا منہج ہے جو صرف مادی حقائق کے مطالعہ کے لیے درست ہوتا ہے، اس خاص منہج کی دوسری اقسام پیمائشی منہج، احوال کا مطالعہ، تاریخی تحقیق کا منہج اور شماریاتی منہج وغیرہ ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تجرباتی منہج پر اکتفا کر کے نظریاتی اور استنباطی منہج سے روگردانی کرنا، کسی بھی طرح درست نہیں، کیونکہ انسان مادی ترقی میں خواہ کتنے ہی کمال کو کیوں نہ پہنچ جائے، وہ روحانیت سے روگردانی کر کے خوش نہیں رہ سکتا۔ آج اقدار کے لحاظ سے انحطاط پذیر مغربی معاشرے اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔

(ب) منہج کے اعتبار سے تحقیق کی اقسام:

منہج کے اعتبار سے تحقیق کی بہت سی اقسام ہیں جن میں سے کچھ کا تذکرہ درج ذیل ہے:

1- تقابلی تحقیق:

اس قسم کی تحقیق میں دو شخصیات یا دو ریاستوں، دو زمانوں، دو کتابوں، دو فلسفوں، دو طرح کے اسالیب یا ایک نوع کے دو امور کے درمیان موازنہ کیا جاتا ہے۔ اس موازنے کی دو جہتیں ہوتی ہیں، ایک جہت مشابہت اور دوسری جہت اختلاف۔ مگر محقق صرف مشابہت کے پہلو یا صرف اختلاف کے پہلو کو بھی موضوع تحقیق بنا سکتا ہے۔

2- وصفی یا بیانیہ تحقیق:

اس تحقیق میں کسی چیز کی حقیقت حال کو بیان کیا جاتا ہے مثلاً: کسی علاقے میں کسی سکول کی بلڈنگ کا وصف، معیشت کا معیار بیان کرنا، برآمدات اور درآمدات کی تفصیل بیان کرنا، آبادی کی تقسیم کی صورت حال، لسانی معیار کے متعلق معلومات پیش کرنا، اقتصادی صورت حال پر تبصرہ کرنا، عسکری و دفاعی حالت کا جائزہ لینا، زرعی پیداوار کا تعارف کروانا اور صنعتی پیداوار کا تجزیہ کرنا وغیرہ۔ وصفی یا بیانیہ تحقیق کو مکانی اور زمانی حدود و قیود کے ذریعے مقید کر دیا جاتا ہے۔ اسے بلا تحدید اور کھلا نہیں چھوڑا جاتا۔ مثلاً صرف ''لسانی و لغوی معیار'' کو موضوع تحقیق نہیں بنایا جاتا بلکہ کسی ملک کی تحدید کے ساتھ عنوان تحقیق بنایا جائے گا، اور یہ مکانی تحدید ہوگی۔ اور اگر کسی ملک کے کسی خاص سال یا متعین سالوں کے دوران لسانی و لغوی معیار کا جائزہ لیا جائے تو یہ زمانی تحدید ہوگی۔

3- تاریخی تحقیق:

اس تحقیق میں کسی حالت کا یا کسی متعین عرصے کا تاریخی جائزہ لیا جاتا ہے۔ یہ تحقیق تاریخی نقطۂ نظر سے کسی بھی موضوع کے بارے میں کی جا سکتی ہے مثلاً: زمانے کے ساتھ ساتھ لسانی ارتقاء، کسی ملک کی ایک خاص عرصے میں زراعت میں ترقی، تعلیم کا ارتقاء، جامعات کا ارتقاء، صنعت و حرفت کا ارتقاء وغیرہ۔

سوال نمبر 5: (الف) علمی تحقیق کے بنیادی عناصر میں سے جدت تحقیق اور امکانات تحقیق کی وضاحت کریں؟

(ب) ''نگرانِ تحقیق'' پر ایک مختصر مگر جامع نوٹ لکھیں؟

جواب: (الف) علمی تحقیق کے بنیادی عناصر اور جدت تحقیق اور امکانات تحقیق کی وضاحت:

جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2018ء میں ملاحظہ کریں۔

(ب) ''نگران تحقیق'' پر جامع نوٹ:

طالب علم اور نگران تحقیق کے درمیان ادب اور پرخلوص رہنمائی کا رشتہ ہونا چاہیے۔ محقق طالب علم اپنے نگران کا دل و جان سے احترام کرے اور نگران استاد پورے خلوص سے اسے رہنمائی عطا کرے۔
نگران استاد کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ وہ طالب علم کو اس کی تحقیق کے مصادر و مراجع کے بارے میں رہنمائی کرے۔ نیز اسے چاہیے کہ ہمیشہ محقق طالب علم کی حوصلہ افزائی کرے۔ اس کا تحقیق کام خواہ کتنا ہی ناقص کیوں نہ ہو کبھی اس کی حوصلہ شکنی نہ کرے۔ اپنی ذاتی آراء کو محقق پر مسلط کرنے سے اجتناب کرے، کیونکہ محقق طالب علم ہی اول و آخر اپنے مقالہ کے بارے میں ذمہ دار ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نگران ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد اور بری الذمہ ہے، کیونکہ جب اس نے طالب علم کی تحقیق پر نگرانی کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے تو گویا ضمنی طور پر وہ اس کی صلاحیت کا اعتراف بھی کر رہا ہے، اور جب اس نے مقالہ کے موضوع کو قبول کیا اور اس کی منظوری دی تو گویا اس نے یہ بات تسلیم کر لی کہ یہ موضوع قابل تحقیق ہے۔

جب اس نے مقالہ کو کمپوز کرنے اور جانچ پرکھ اور زبانی امتحان کے لیے پیش کرنے کی منظوری دے دی تو گویا اس نے اس تحقیق کو ایک قابل قدر کارنامے کے طور پر قبول کر لیا ہے۔ اگر ایک کامیاب تحقیق نگران کا مقام بلند کرتی ہے اور اس کے لیے اعزاز و افتخار کا باعث ہوتی ہے تو یقیناً اس کے زیر نگران ہونے والی ایک ناکام تحقیق اس کی رسوائی و بے توقیری کا باعث بن سکتی ہے۔ البتہ نگران مقالہ محقق کی ذاتی آراء، استنبطات اور نتائج تحقیق کا ذمہ دار نہیں کیونکہ ہر محقق کو اپنی رائے اور نظریے کے اظہار کا حق حاصل ہوتا ہے۔

ایسا نگران استاد جو اپنے طالب علم کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ محقق طالب علم کی طرف خصوصی توجہ رکھے، اس کے ساتھ اعتدال کا برتاؤ کرے، نہ زیادہ سختی نہ نرمی۔ اس کے ساتھ طے کیے جانے والے مقررہ اوقات کا خیال رکھے، اور مناسب رہنمائی کے لیے اسے کافی وقت دے۔ یقیناً ایسا استاد اپنے طالب علم کا اعتماد حاصل کر لیتا ہے اور طالب علم بھی اپنے نگران سے مطمئن ہوتا ہے، اور اس کی نگرانی میں بہتر سے بہتر تحقیق پیش کرتا ہے۔

محقق طالب علم کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ نگران استاد کا احترام کرے۔ اس کی نصیحتوں پر عمل کرے۔ اپنی مشکلات و مسائل سے اسے آگاہ کرتا رہے۔ اگرچہ محقق طالب علم اپنے موضوع کے بارے میں اپنے نگران استاد سے زیادہ محنت کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ نگران استاد صحیح

تحقیقی منہج، علمی اسلوب اور تحقیقی تجربے میں طالب علم سے کہیں زیادہ ہنر مند ہوتا ہے، اس کا علم انتہائی پختہ ہوتا ہے اور فنی معلومات میں اسے مہارت ہوتی ہے۔

لہٰذا محقق کو چاہیے کہ اس کی ہدایات کو غور سے سنے، اور اس کی تنقیدی آراء کو خندہ پیشانی سے قبول کرے، اگر کسی محقق کو اپنے نگران کی بعض آراء سے اختلاف ہو تو الجھنے کی بجائے اپنے نکتہ نظر کو دلائل کے ساتھ بہترین انداز میں اور پورے احترام کے ساتھ اپنے نگران کے سامنے محقق طالب علم اپنا خاکہ تحقیق اپنے نگران کو پیش کرتا ہے۔ یہ خاکہ تحقیق انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جب نگران اس خاکہ تحقیق کو منظور کر لے اور پھر شعبے کا بورڈ آف سٹڈیز اور یونیورسٹی کا ایڈوانسڈ ریسرچ بورڈ بھی اس کی منظوری دے دے تو طالب علم منظور شدہ خاکہ تحقیق کے مطابق بحث و تحقیق کا کام شروع کر دیتا ہے۔

سوال نمبر 6: (الف) خاکہ تحقیق (Synopsis) کے عناصر سپرد قلم کریں؟

(ب) کسی بھی علمی تحقیق کے لیے کتنے اور کون کون سے مراحل طے کرنا پڑتے ہیں کسی ایک مرحلہ کی وضاحت بھی کریں؟

جواب: (الف) خاکہ تحقیق کے عناصر:

جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2015ء میں ملاحظہ کریں۔

(ب) علمی تحقیق کے مراحل اور ایک مرحلہ کی وضاحت:

کسی بھی علمی تحقیق کو مکمل کرنے کے لیے درج ذیل مراحل کو طے کرنا ضروری ہے:

پہلا مرحلہ: انتخاب موضوع (Topic Selection)

دوسرا مرحلہ: خاکہ تحقیق کی تیاری (Synopsis/Research Proposol)

تیسرا مرحلہ: مصادر و مراجع کی تحدید (Specification of resources and vebrences)

چوتھا مرحلہ: علمی مواد کی جمع آوری (Data Collection)

پانچواں مرحلہ: مقالے کی تسوید و تحریر (Drafting & Writing of Thesis)

چھٹا مرحلہ: مقالے کی حوالہ بندی (حواشی، حوالہ جات اور فہرست مصادر و مراجع کی تیاری) (Documentation & Citation of Research)

مقالے کی حوالہ بندی (حاشیہ نگاری اور مراجع و مصادر کی فہرست کی تیاری): Writing of Footnotes and Endnotes

(الف) حاشیہ نگاری:

حاشیہ کی تعریف اور اہمیت:

حاشیہ سے مراد وہ ثانوی افکار ہیں جنہیں محقق اپنی کتاب یا کسی دوسرے کی کتاب میں تحریر کرتا ہے۔ اس کا مقصد پیچیدہ امور کی تشریح کرنا، کسی نظریے اور سوچ کی وضاحت کرنا، یا اس کی مزید شرح کرنا، یا کسی معلوم چیز کے مصدر کو ذکر کر کے اس کی توثیق و تائید کرنا، کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تخریج کرنا، کسی شخصیت یا کسی جگہ و مقام کا تعارف کروانا، کسی رائے کی تحقیق کرنا، یا کسی رائے پر تبصرہ کرنا ہوتا ہے۔ آج کل اس کو ہوامش (Footnote) کا نام دیا جاتا ہے، کیونکہ موجودہ دور میں اسے ہر صفحہ کے نیچے (دامن صفحہ) میں لکھا جاتا ہے، اور اس کے مقابلے میں ''متن'' (Text) کا لفظ آتا ہے، جسے محقق صفحے کے اوپر والے حصے میں تحریر کرتا ہے یہ دونوں لفظ یعنی متن اور ہامش لغوی اعتبار سے تحریر کی جانے والی اپنی جگہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر حوالہ جات کو باب یا فصل یا پورے مقالے کے آخر پر درج کیا جائے تو انہیں (Endnotes) کہا جاتا ہے۔

ہوامش جمع ہے اور اس کا واحد ''ہامش'' آتا ہے اور بعض محققین اسے ''حاشیہ'' اور ''تعلیق'' کا نام بھی دیتے ہیں، البتہ ان تینوں میں لغوی اور اصطلاحی فرق ضرور ہے۔ قدیم دور میں ''حاشیہ'' (Abridgement)، متن (Text) کے چاروں اطراف میں لکھا جاتا تھا، لیکن جب محققین نے موجودہ دور میں اسے صفحے کے نیچے (ذیل صفحہ میں) لکھنا شروع کیا تو ان کے اس طریقہ کو ہامش کا نام دیا گیا۔ البتہ تعلیق (Commentary) سے مراد متن کے بارے میں وہ تبصرہ ہے جسے محقق حاشیہ یا ہامش میں نقل کرتا ہے۔ مسلمان علماء میں آٹھویں صدی ہجری میں حواشی اور تعلیقات کا رواج پڑا، انہوں نے اہم کتابوں پر حواشی اور تعلیقات لکھنا شروع کیں، جن میں متن میں موجود تمام مشکل پیچیدہ مقامات کی تشریح و توضیح کی جاتی تھی، اور یہی چیز حاشیہ اور متن لکھنے کا سب سے بڑا اور اہم مقصد قرار پایا۔ فقہ اسلامی میں مشہور ترین حاشیہ ''حاشیہ ابن عابدین'' ہے۔

شروحات، حواشی اور ہوامش میں فرق:

مسلمان علماء نے اپنے اسلاف کی کتابوں پر شروحات لکھنا چوتھی ہجری میں شروع کیا۔ اس ضمن میں ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم خطابی (388ھ) کی صحیح بخاری کی شرح مسمی ''اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری'' مشہور و معروف ہے۔ واضح رہے شروح اور حواشی میں فرق ہے۔ شرح میں متن کے ہر ہر لفظ کی وضاحت کی جاتی ہے، اور ہر لفظ کے لغوی معنی اور اس سے مستنبط ہونے والے احکام و فوائد کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ نیز اس میں احکام و فوائد کے دلائل بھی ذکر کیے جاتے ہیں، اور ان پر تبصرہ بھی کیا جاتا ہے، جبکہ حواشی

متن کی تدوین اور اسے تصحیف وتحریف اور اضافہ ونقصان سے محفوظ رکھنے پر مرکوز رہی۔ دوسری جانب محققین کا ایک گروہ متون کو حواشی، شروح، تعلیقات اور وضاحتی فوائد کے ذریعے قاری کے لیے مفید بنانا ضروری سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض متاخرین تو اس سلسلے میں اتنا آگے بڑھے کہ انہوں نے متون (Texts) کو اپنے حواشی اور تعلیقات سے اس قدر بوجھل بنا دیا کہ وہ قارئین کو کتاب کے اصل موضوع کی طرف متوجہ کرنے کی بجائے حواشی میں درج کیے گئے فروعی موضوعات کی طرف لے گئے، جو قارئین کے لیے کسی طرح بھی اہم نہ تھے۔ مذکورہ بالا دونوں گروہوں کے محققین کے اقوال میں تطبیق کی صورت یہ کہ صرف ایسے حواشی درج کیے جائیں جو متن کی الجھنوں کو حل کریں، اور قاری کی توجہ متن کی تفہیم تک مرکوز رکھیں، اور جو تعلیقات ایسی نہ ہوں انہیں حواشی میں درج کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ اہل علم وتحقیق کا حاشیے میں درج کیے جانے والے جن امور پر اتفاق ہے، ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

1- قرآنی آیات کی تخریج اور قرآن مجید کے غریب ومشکل اور نادر الفاظ کی تفسیر۔

2- احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی تخریج اور ان میں وارد ہونے والے غریب الفاظ کی وضاحت اور صحیح وغیر صحیح کا درجہ بیان کرنا۔

3- متن میں وارد ہونے والے غریب الفاظ، نادر اصطلاحات کی لغوی واصطلاحی وضاحت اور ان کے تلفظ (Pronunciation) کو حروف کے ذریعے ضبط کرنا۔

4- غیر معروف شخصیات کا تعارف۔

5- غیر معروف مقامات، شہروں، ملکوں، حادثات وواقعات وادوار کا تعارف۔

6- ضرب الامثال اور اشعار کی تخریج، شعروں کے اوزان وبحور، شعراء کے نام اور قصائد کا پیش منظر ضبط کرنا۔

7- عبارات واقتباسات کی تحقیق کر کے اصل مصادر کا حوالہ دینا۔

8- مختلف آراء کا تجزیہ وموازنہ اور موافقت ومخالفت کی وجوہات بیان کرنا۔

9- متن میں ذکر کردہ مسائل کے دلائل اور ان کی وضاحت کے لیے مثالیں دینا۔

10- متن پر ایسا تبصرہ جو اس کے کسی مشکل مقام کی وضاحت کرے یا کسی رائے پر تنقید کرے۔

11- داخلی حوالہ جات یعنی قارئین کی ایک ہی موضوع کے بارے میں مقالے میں وارد ہونے والی مختلف معلومات کے مقامات کی طرف رہنمائی کرنا۔

حاشیہ لکھنے کی جگہ:

حاشیہ لکھنے کے لیے مندرجہ ذیل تین مقامات میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا جاسکتا ہے:

میں کتاب کی عبارت کے ہر ہر لفظ کی وضاحت نہیں کی جاتی، بلکہ ان الفاظ کو زیر غور لایا جاتا ہے جن کی شرح تعلیق کی ضرورت ہو۔ یہ الفاظ مختلف جگہوں سے منتخب کیے جاتے ہیں، کبھی ایک دوسرے کے قریب بھی ہوتے ہیں اور کبھی بہت فاصلے پر بھی ہوتے ہیں۔

مولفین حضرات کبھی تو اصل کتاب پر حاشیہ لکھتے ہیں اور کبھی اصل کتاب کی شرح پر بھی حاشیہ لکھا جاتا ہے۔ دوسری صورت میں حاشیہ کے اندر ان الفاظ کو زیر بحث لایا جاتا ہے جنہیں شارح نے نظر انداز کر دیا ہو جبکہ ان کی وضاحت ناگزیر ہو، ایسے حاشیے کو صفحے کے کناروں میں سے کسی کنارے پر یا صفحے کی نچلی جانب لکھا جاتا ہے، اور اسے ایک لکیر کھینچ کر متن سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ کبھی ایسے حواشی متن کے صفحات میں بھی لکھے جاتے ہیں، لیکن اس صورت میں متن کی عبارت کو قوسین (Brackets) کے اندر رکھ کر حاشیے سے جدا کر دیا جاتا ہے۔

جہاں تک ہوامش کا تعلق ہے تو موجودہ دور میں اس سے مراد وہ تعلیقات وشروحات ہیں جنہیں محقق صفحات کے نچلی جانب لکھا جاتا ہے، اور متن اور ان کے درمیان میں ایک لائن لگا کر فاصلہ کر دیتا ہے۔ متن میں وارد ہونے والے جس لفظ پر ہامش (Footnote) میں تبصرہ کرنا مقصود ہو اس کے اوپر متن میں ہی قوسین کے درمیان ایک نمبر دیا جاتا ہے، پھر وہی نمبر ہامش میں درج کیے جانے والے تبصرے کو دے دیا جاتا ہے۔ ایک صفحے کے اندر جن الفاظ پر تعلیقات لگانا مقصود ہو انہیں ترتیب کے لحاظ سے مسلسل نمبر دیے جاتے ہیں، اور یہی مسلسل نمبر اور ان کی ترتیب صفحے کے نیچے ہامش میں برقرار رہتی ہے۔ نیز ہر صفحے پر دوبارہ سے نئے نمبر لگائے جاتے ہیں۔ البتہ اگر ہر صفحے پر ہوامش لکھنے کا اہتمام نہ کیا جائے بلکہ حواشی وحوالہ جات کو فصل کے آخر تک یا باب کے آخر تک یا پورے مقالے کے آخر تک مؤخر کر دیا جائے، جنہیں اصطلاح میں (Endnotes) کہا جاتا ہے، تو پھر حواشی کو شروع سے آخر تک مسلسل نمبر لگانے پڑیں گے جو ہزاروں کی تعداد تک پہنچ سکتے ہیں، لیکن پہلا طریقہ یعنی ہر صفحے کے الگ الگ ہوامش لگانا زیادہ بہتر اور متداول ہے۔

حاشیے میں کن امور کا تذکرہ کرنا چاہیے؟

اس بارے میں اہل علم ودانش کا اختلاف ہے کہ حاشیے میں کن چیزوں کا تذکرہ کرنا چاہیے اور کن چیزوں کا تذکرہ غیر مفید ہے؟ اس سلسلے میں محققین کا ایک گروہ جس میں چودھویں صدی ہجری کے شیخ المحققین عبدالسلام ہارون (م 1408ھ) بھی شامل ہیں، کا کہنا ہے کہ کتابوں پر ہوامش وحواشی لکھنا درست نہیں، بلکہ صرف متن (Text) کو ضبط کیا جائے، اس کی وضاحت کی جائے اور اس کی عبارات پر تحقیق کی جائے۔ موصوف نے بہت سے مصادر عربیہ پر تخریج کا کام کیا ہے، جس میں ان کی زیادہ تر توجہ

متن کی تدوین اور اسے تصحیف وتحریف اور اضافہ ونقصان سے محفوظ رکھنے پر مرکوز رہی۔ دوسری جانب محققین کا ایک گروہ متون کو حواشی، شروح، تعلیقات اور وضاحتی فوائد کے ذریعے قاری کے لیے مفید بنانا ضروری سمجھتے ہیں۔ بلکہ بعض متاخرین تو اس سلسلے میں اتنا آگے بڑھے کہ انہوں نے متون (Texts) کو اپنے حواشی اور تعلیقات سے اس قدر بوجھل بنا دیا کہ وہ قارئین کو کتاب کے اصل موضوع کی طرف متوجہ کرنے کی بجائے حواشی میں درج کیے گئے فروعی موضوعات کی طرف لے گئے، جو قارئین کے لیے کسی طرح بھی اہم نہ تھے۔ مذکورہ بالا دونوں گروہوں کے محققین کے اقوال میں تطبیق کی صورت یہ کہ صرف ایسے حواشی درج کیے جائیں جو متن کی الجھنوں کو حل کریں، اور قاری کی توجہ متن کی تفہیم تک مرکوز رکھیں، اور جو تعلیقات ایسی نہ ہوں انہیں حواشی میں درج کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ اہل علم وتحقیق کا حاشیے میں درج کیے جانے والے جن امور پر اتفاق ہے، ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

1- قرآنی آیات کی تخریج اور قرآن مجید کے غریب ومشکل اور نادر الفاظ کی تفسیر۔

2- احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی تخریج اور ان میں وارد ہونے والے غریب الفاظ کی وضاحت اور صحیح وغیر صحیح کا درجہ بیان کرنا۔

3- متن میں وارد ہونے والے غریب الفاظ، نادر اصطلاحات کی لغوی واصطلاحی وضاحت اور ان کے تلفظ (Pronunciation) کو حروف کے ذریعے ضبط کرنا۔

4- غیر معروف شخصیات کا تعارف۔

5- غیر معروف مقامات، شہروں، ملکوں، حادثات وواقعات وادوار کا تعارف۔

6- ضرب الامثال اور اشعار کی تخریج، شعروں کے اوزان وبحور، شعراء کے نام اور قصائد کا پیش منظر ضبط کرنا۔

7- عبارات واقتباسات کی تحقیق کر کے اصل مصادر کا حوالہ دینا۔

8- مختلف آراء کا تجزیہ وموازنہ اور موافقت ومخالفت کی وجوہات بیان کرنا۔

9- متن میں ذکر کردہ مسائل کے دلائل اور ان کی وضاحت کے لیے مثالیں دینا۔

10- متن پر ایسا تبصرہ جو اس کے کسی مشکل مقام کی وضاحت کرے یا کسی رائے پر تنقید کرے۔

11- داخلی حوالہ جات یعنی قارئین کی ایک ہی موضوع کے بارے میں مقالے میں وارد ہونے والی مختلف معلومات کے مقامات کی طرف رہنمائی کرنا۔

حاشیہ لکھنے کی جگہ:

حاشیہ لکھنے کے لیے مندرجہ ذیل تین مقامات میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا جا سکتا ہے:

صفحے پر ختم ہو جاتی ہے اور نئے صفحے سے نئی ترقیم شروع ہوتی ہے۔

2۔ فصل کے حوالہ جات کی مسلسل ترقیم:

اس طریقے کے مطابق محقق ایک فصل یا باب کے تمام حوالہ جات کی ابتداء سے انتہاء تک مسلسل ترقیم (Numbering) کرتا ہے اور فصل یا باب کے اختتام پر تمام حوالہ جات درج کیے جاتے ہیں۔

3۔ مقالے کے تمام حوالہ جات کی مسلسل ترقیم:

اس طریقے کے مطابق محقق اپنے پورے مقالے (Thesis) کے حوالہ جات کی ابتداء سے انتہاء تک مسلسل ترقیم کرتا ہے، اور مقالے کے اختتام پر تمام حوالہ جات اکٹھے ذکر کر دیے جاتے ہیں۔ ترقیم (Numbering) کا پہلا طریقہ سب سے بہتر ہے، کیونکہ اس میں زیادہ آسانی اور زیادہ احتیاط ہوتی ہے، کیونکہ بعض اوقات محقق کو کسی حوالے کو حذف کرنا یا اضافہ کرنا پڑتا ہے، تو اس پہلے طریقے میں کسی قسم کی بھی تبدیلی کرنے میں زیادہ سہولت ہے۔ اگر دوسرا یا تیسرا طریقہ اختیار کیا جائے تو کسی ایک حوالہ کی تبدیلی پورے باب، فصل یا مقالے کے حوالہ جات کی تبدیلی پر منتج ہوگی۔ البتہ چھوٹے چھوٹے مقالات ومضامین میں آخری دونوں طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

1- صفحے کے دامن میں (At the bottom of each page)

2- ہر باب یا فصل کے اختتام پر (At the end of each chapter)

3- مقالے کے اختتام پر (At the end of entire thesis)

مذکورہ بالا مقامات میں سے کسی مقام کی ترجیح کے بارے میں محققین میں اتفاق نہیں ہے، البتہ تجربات کی روشنی میں اور یونیورسٹیوں میں زیادہ تر رائج طریقہ کار کے مطابق حاشیے کے لیے قابل ترجیح جگہ ہر صفحے کا دامن ہے۔ کیونکہ اس طرح متن اور حاشیہ دونوں بیک وقت نظر میں ہوتے ہیں اور ان کا مطالعہ و موازنہ آسان ہوتا ہے۔ جہاں تک دوسرے دونوں طریقوں کا تعلق ہے تو ان میں متن اور حاشیے میں دوری کی وجہ سے قارئین کو بار بار صفحات پلٹنے کی زحمت کرنا پڑتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا ذہن متن میں موجود مضامین، آراء، نظریات اور افکار کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہوسکتا۔ نیز دوسرا اور تیسرا طریقہ اگر ایک چھوٹے سے مضمون کے لیے، یا زیادہ سے زیادہ ایم اے کے مقالہ کے لیے اپنایا جائے تو حجم کم ہونے کی وجہ سے، چونکہ حواشی کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی، اس لیے کسی حرج اور غلطی کا امکان کم ہوتا ہے، لیکن چونکہ ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کے مقالات حجم میں بڑے ہوتے ہیں، اور ان کے حواشی کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے، اس صورت میں اگر پہلے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرا یا تیسرا طریقہ اختیار کیا جائے تو حواشی کی مسلسل ترقیم (Numbering) کی وجہ سے کسی ایک جگہ غلطی ہونے پر تمام حواشی متاثر ہوں گے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ہر صفحے کے حواشی اس کے دامن میں تحریر کیے جائیں۔

حوالہ دینے کا طریقہ:

قارئین کو متن (Text) سے ہوامش (Footnotes) میں حوالے کی طرف لے جانے کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے ہیں، مثلاً: نمبرز، سٹارز اور حروف ابجد۔

ان تمام طریقوں میں سب سے آسان اور زیادہ متداول طریقہ نمبروں کے استعمال کا ہے۔ اکثر محققین یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں، لیکن ریاضی (Mathematic) اور شماریات (Statistic) سے متعلق تحقیق میں حروف ابجد کا استعمال زیادہ بہتر ہے، تاکہ متن میں وارد ہونے والے اصل اعداد اور ہوامش کے نمبرز میں فرق ہو سکے۔

حوالہ جات کی ترقیم کا طریقہ:

حوالہ جات کے لیے جب ترقیم کا طریقہ استعمال کیا جائے تو اس کے لیے تین مختلف طریقے ہیں:

1- ہر صفحے کے حوالہ جات میں الگ ترقیم:

اس طریقہ کے مطابق ہر صفحے کے حوالہ جات کی الگ الگ ترقیم کی جاتی ہے۔ ہر صفحے کی ترقیم اسی

صفحے پر ختم ہو جاتی ہے اور نئے صفحے سے نئی ترقیم شروع ہوتی ہے۔

2-فصل کے حوالہ جات کی مسلسل ترقیم:

اس طریقے کے مطابق محقق ایک فصل یا باب کے تمام حوالہ جات کی ابتداء سے انتہاء تک مسلسل ترقیم (Numbering) کرتا ہے اور فصل یا باب کے اختتام پر تمام حوالہ جات درج کیے جاتے ہیں۔

3-مقالے کے تمام حوالہ جات کی مسلسل ترقیم:

اس طریقے کے مطابق محقق اپنے پورے مقالے (Thesis) کے حوالہ جات کی ابتداء سے انتہاء تک مسلسل ترقیم کرتا ہے، اور مقالے کے اختتام پر تمام حوالہ جات اکٹھے ذکر کردیے جاتے ہیں۔ ترقیم (Numbering) کا پہلا طریقہ سب سے بہتر ہے، کیونکہ اس میں زیادہ آسانی اور زیادہ احتیاط ہوتی ہے، کیونکہ بعض اوقات محقق کو کسی حوالے کو حذف کرنا یا اضافہ کرنا پڑتا ہے، تو اس پہلے طریقے میں کسی قسم کی بھی تبدیلی کرنے میں زیادہ سہولت ہے۔ اگر دوسرا یا تیسرا طریقہ اختیار کیا جائے تو کسی ایک حوالہ کی تبدیلی پورے باب، فصل یا مقالے کے حوالہ جات کی تبدیلی پر منتج ہوگی۔ البتہ چھوٹے چھوٹے مقالات ومضامین میں آخری دونوں طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظيم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الأولٰى" للطلاب الموافق سنة ۱۴۴۰ھ/ 2019ء

الورقة الخامسة: لشرح معانی الآثار

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظة: لك الخيار أن تجيب عن ثلثة-

السؤال الاول: قال ابو جعفر فذهب قوم الی ان الفجر يؤذن لها قبل دخول وقتها و احتجو بهذه الاثار فممن ذهب الی ذلك ابو يوسف وخالفهم فی ذلك اٰخرون فقالوا لا ينبغی ان يؤذن للفجر ايضا الابعد دخول وقتها

(الف) انقل العبارة المذكورة الی الأردية واذكر دليل مذهب ابی يوسف؟ ۷+۷=۱۴

(ب) اكتب مذهب الطرفين عليهما الرحمة فی هذه المسئلة مع دلائلهما من الأحاديث المباركة؟ ۲۰

السؤال الثانی: عن عبدالله بن محمد بن عبدالله بن زيد عن ابيه عن جده انه حين اری الاذان امر النبی صلی الله عليه وسلم بلالا فاذن ثم امر عبدالله فاقام

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الی اللغة الأردية؟ ۶+۷=۱۳

(ب) اكتب موقف الفقهاء فی الرجلين يؤذن احدهما ويقيم الآخر وايضا اذكر نظر الطحاوی فی هذه المسئلة؟ ۲۰

السؤال الثالث: عن عبدالله بن شفيق ان ابن عباس اخر صلوة المغرب ذات ليلة فقال رجل الصلوة الصلوة فقال لاام لك اتعلمنا بالصلوة وقد كان النبی صلی الله عليه وسلم ربما جمع بينهما بالمدينة

(الف) انقل الحديث الی الأردية، وما الجواب عند الاحناف عن الحديث المذكور؟ ۶+۷=۱۳

(ب) هل يجوز الجمع بين الصلوتين فی وقت واحد أم لا؟ أوضح مذهب الاحناف مع دلائلهم. ۲۰

السؤال الرابع: عن نعيم بن المجمر قال صليت ورآء ابى هريرة فقرء بسم الله الرحمن الرحيم فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضآلين قال آمين فقال الناس آمين يقول اذا سلم اما والذى نفسى بيده انى لاشبهكم صلوة برسول الله

(الف) كيف يقرء التسمية فى الصلوات الجهرية اهى جهرية ام سرية؟ بين موقفك مع الدلائل ۲۰

(ب) كم مذهبا فى المسئلة المذكور؟ اذكر موقف كل واحد منهم. ۱۳

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (برائے طلباء) سال اول 2019ء

پانچواں پرچہ: شرح معانی الآثار

سوال نمبر 1: قال ابو جعفر فذهب قوم الى ان الفجر يؤذن لها قبل دخول وقتها و احتجو بهذه الاثار فممن ذهب الى ذلك ابو يوسف وخالفهم فى ذلك اخرون فقالوا لا ينبغى ان يؤذن للفجر ايضا الابعد دخول وقتها

(الف) انقل العبارة المذكورة الى الأردية واذكر دليل مذهب ابى يوسف؟

(مذکورہ عبارت کا اردو میں ترجمہ کریں اور حضرت امام ابو یوسف کے مذہب پر دلیل پیش کریں؟)

(ب) اكتب مذهب الطرفين عليهما الرحمة فى هذه المسئلة مع دلائلهما من الأحاديث المباركة؟

(اس مسئلہ میں طرفین کا مذہب بیان کریں اور احادیث سے دلائل دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ عبارت:

حضرت امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگ اس طرف گئے ہیں کہ فجر کی اذان فجر کی نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھی جائے اور انہوں نے ان روایات سے استدلال کیا ہے۔ پس جو لوگ اس طرف گئے ہیں، ان میں سے ایک امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ دوسرے لوگوں نے اس بارے میں ان کی مخالفت کی اور انہوں نے کہا: فجر کی اذان بھی اس کا وقت شروع ہونے پر پڑھی جائے۔

امام ابو یوسف کی دلیل:

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کی دلیل یہ روایت ہے:

عن سمرة بن جندب رضى الله عنه قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا

يغرنكم نداء بلال ولا هذا البياض حتى يبدو الفجر ۔

(ب) مذکورہ مسئلہ میں طرفین کا مؤقف اور احادیث سے ان کے دلائل:

اس بات میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ فجر کے علاوہ تمام اذانیں نماز کا وقت شروع ہونے پر پڑھی جائیں لیکن فجر کی اذان کے بارے میں دو اقوال ہیں:

قول اول: حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز فجر کا وقت شروع ہونے سے قبل فجر کی اذان پڑھی جائے گی۔ انہوں نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان بلالا ينادي بليل، فكلوا واشربوا حتى ينادي ابن مكتوم"

اس روایت میں صراحت ہے کہ فجر کی اذان نماز فجر کا وقت شروع ہونے سے قبل پڑھی جاتی تھی۔

قول ثانی: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرات طرفین اور امام حسن بصری رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دوسری نمازوں کی طرح فجر کی اذان بھی فجر کی نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد پڑھی جائے۔ انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے:

"ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا اذن المؤذن بالفجر، قام فصلى ركعتي الفجر ثم خرج الى المسجد وحرم الطعام وكان لا يؤذن حتى يصبح"

اس روایت میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صبح صادق سے قبل فجر کی اذان نہیں پڑھی جاتی تھی۔

احناف کی طرف سے حضرت امام شافعی وغیرہ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ کبھی کبھار غلطی سے فجر کا وقت شروع ہونے سے پہلے فجر کی اذان پڑھی جاتی تھی اور یہ مؤذن کا معمول نہیں تھا۔

سوال نمبر 2: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ اَنَّهُ حِيْنَ اُرِيَ الْاَذَانُ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَاَذَّنَ ثُمَّ اَمَرَ عَبْدُ اللهِ فَاَقَامَ

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى اللغة الأردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں پھر اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اكتب موقف الفقهاء في الرجلين يؤذن احدهما ويقيم الآخر وايضا اذكر نظر الطحاوي في هذه المسئلة؟

(دو آدمیوں کے بارے میں فقہاء کا مؤقف واضح کریں کہ ایک شخص اذان پڑھے اور دوسرا اقامت پڑھے؟ اس بارے میں نظر طحاوی بھی بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا اردو میں ترجمہ:

نوٹ: حدیث پر اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہیں خواب میں اذان دکھائی گئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا تو اس نے اذان پڑھی پھر آپ نے حضرت عبداللہ بن مکتوم کو حکم دیا تو اس نے اقامت پڑھی۔

(ب) ''ایک شخص اذان پڑھے اور دوسرا اقامت'' کے مسئلہ میں فقہاء کا مؤقف اور نظر طحاوی:

جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2014ء میں ملاحظہ کریں۔

سوال نمبر3: عن عبداللہ بن شقیق ان ابن عباس اخر صلوۃ المغرب ذات لیلۃ فقال رجل الصلوۃ الصلوۃ فقال لاام لک اتعلمنا بالصلوۃ وقد کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربما جمع بینھما بالمدینۃ

(الف) انقل الحدیث الی الأردیۃ، وما الجواب عند الاحناف عن الحدیث المذکور؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، اور احناف کے ہاں مذکور حدیث کا کیا جواب ہے؟)

(ب) ھل یجوز الجمع بین الصلوتین فی وقت واحد ام لا؟ اوضح مذھب الاحناف مع دلائلھم۔

(کیا دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک رات نماز مغرب تاخیر سے ادا کی تو ایک شخص نے کہا: نماز، نماز تو آپ نے کہا: میں تجھے نماز نہیں پڑھاؤں گا کیا تو ہمیں نماز سکھاتا ہے حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار مدینہ میں دو نمازوں کو جمع کیا۔

احناف کی طرف سے حدیث کا جواب:

دو نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرنے کو ''جمع الصلوٰتین'' کہتے ہیں۔ ۹ / ذوالحجہ کو میدان عرفات میں ظہر کے وقت ظہر اور عصر دونوں جبکہ ۱۰ / ذی الحجہ کو مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھنا متفقہ طور پر جائز ہے۔ ان دو مقامات کے علاوہ سب نمازوں کو اپنے اپنے وقت میں پڑھنا

ضروری ہے۔

حدیث مذکورہ کا احناف کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ "جمع الصلوٰتین" حقیقتاً جائز نہیں ہیں، کیونکہ ہر نماز کا وقت دوسری نماز کے وقت سے الگ ہے۔ لہٰذا ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا کرنا درست نہیں ہے، البتہ جمع صوری کی شکل میں درست ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ظہر کی نماز کے آخری وقت میں پڑھ کر پھر فوراً عصر کی نماز عصر کے اول وقت میں پڑھ لی جائے، اسی طرح مغرب کی نماز غروب شفق سے کچھ دیر پہلے اور عشاء کی نماز غروب شفق کے فوراً بعد پڑھ لی جائے۔

(ب) "جمع صلوٰتین" کے بارے میں احناف کا موقف:

جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2014ء میں ملاحظہ کریں۔

سوال نمبر 4: عن نعیم بن المجمر قال صلیت ورآء ابی ھریرۃ فقرء بسم اللہ الرحمن الرحیم فلما بلغ غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین قال آمین فقال الناس آمین یقول اذا سلم أما والذی نفسی بیدہ انی لاشبھکم صلوۃ برسول اللہ

(الف) کیف یقرء التسمیۃ فی الصلوات الجھریۃ اھی جھریۃ ام سریۃ؟ بین موقفك مع الدلائل

(کیا جہری نمازوں میں بسم اللہ جہری پڑھی جائے گی یا پست آواز میں؟ اپنا موقف دلائل سے واضح کریں؟)

(ب) کم مذھبا فی المسئلۃ المذکور؟ اذکر موقف کل واحد منھم؟

(مسئلہ مذکورہ میں کتنے مذاہب ہیں؟ ہر ایک کا موقف بیان کریں؟)

جواب: (الف) جہری نمازوں میں بسم اللہ پست پڑھنا:

احناف کے ہاں بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے، قرآن کا حصہ ضرور ہے اور تمام نمازوں میں اسے پست پڑھا جائے گا۔ زیر بحث حدیث کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور اس کے مقابل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، جو قوی ہے اور اس میں بسم اللہ پست آواز سے پڑھنے کا ذکر ہے۔ لہٰذا قوی حدیث کو ترجیح حاصل ہوگی۔

(ب) مسئلہ مذکور میں مذاہب:

نماز میں بسم اللہ جہراً یا سراً پڑھنے میں تین مذاہب ہیں:

۱۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جزء ہے اور وہ تمام نمازوں میں جہراً پڑھی جائے گی۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ والی روایت سے استدلال کیا ہے۔ جس میں بسم اللہ

جہراً پڑھنے کی صراحت ہے۔

۲۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ بسم اللہ نماز میں نہ جہراً پڑھی جائے گی اور نہ سراً، کیونکہ یہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے۔ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نہض فی الثانیۃ، استفتح "الحمد للہ رب العلمین" ولم یسکت۔"

۳۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام احمد اور حضرت امام اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے بلکہ قرآن کا جز ہے، تمام نمازوں میں یہ پست پڑھی جائے گی۔ انہوں نے حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے:

"قال: کان عمر و علی لا یجہران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ وبالتامین"

اس روایت میں صراحت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ، تعوذ اور آمین جہراً نہیں پڑھتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوى النهائى تحت اشراف تنظيم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية

"السنة الأولىٰ" للطلاب الموافق سنة ۱۴۴۰ھ/ 2019ء

الورقة السادسة: للمؤطين

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظة: أجب عن اثنين، من كل قسم

القسم الاول...... مؤطا الامام مالك

السوال الاول: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال والذى نفسى بيدى لخلوف فم الصائم اطيب عند الله من ريح المسك انما يذر شهوته وطعامه وشرابه من اجلى فالصيام لى وانا اجزى به۔

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية واشرح الكلمات المخطوطة؟ ۱۵

(ب)ماحكم السواك للصائم؟ مع أنه مزيل للخلوف المذكور الممدوح فى الحديث ۔ ۱۰

السوال الثانى: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من اعتق شر كاله فى عبد فكان له مال يبلغ ثمن العبد قوم عليه قيمة العدل فاعطى شركائه حصصهم وعتق عليه العبد والافقد عتق منه ماعتق

(الف)ترجم الحديث الشريف واشرحه؟ ۱۰

(ب)اذكر اختلاف الأئمة الكرام مفصلا فى القضية المذكورة فى الحديث؟ ۱۵

السوال الثالث: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن الامة اذا زنت ولم تحصن فقال ان زنت فاجلدوها ثم ان زنت فاجلدوها ثم ان زنت فاجلدوها ثم بيعوها ولو بضفير

(الف)ترجم الحديث الى الأردية واذكر وجه قيد "ولم تحصن"؟ ۱۰

(ب)اذكر حد الزنا للأمة وما هى الحكمة فى حكم بيعها؟ ۱۰

(ج)ماهو جواب لو فى قوله عليه السلام "ولو بضفير"؟ ۵

القسم الثاني...... مؤطا الامام محمد

السوال الرابع: (الف) اذكر كنية الامام محمد وما هو وجه كنية امامنا بابى حنيفة؟ ١٠

(ب) بين الفرق بين المؤطين مع ذكر مزايا مؤطا الامام محمد؟ ١٥

السوال الخامس: ان ابن عمر كان يبعث بزكوة الفطر الى الذى تجمع عنده قبل الفطر بيوم او ثلثة

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية واشرح العبارة المخطوطة؟ ١٥

(ب) هل صدقة الفطر واجب أم مستحب؟ وهل ادائه واجب قبل صلوة العيد؟ ١٠

السوال السادس: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رخص لصاحب العرية ان يبيعها بخرصها

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟ ٥

(ب) اذكر اختلاف الأئمة فى بيع العرايا مع تزيين مذهبك بالدلائل؟ ٢٠

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (برائے طلباء) سال اول 2019ء

چھٹا پرچہ: المؤطين

﴿قسم اوّل...... مؤطا امام مالک﴾

سوال نمبر 1: اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِىْ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ اِنَّمَا يَذِرُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ مِنْ اَجْلِىْ فَالصِّيَامُ لِىْ وَاَنَا اَجْزِىْ بِهٖ .

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية واشرح الكلمات المخطوطة؟

(حدیث پر اعراب لگائیں، اس کا اردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی تشریح کریں؟)

(ب) ما حكم السواك للصائم؟ مع أنه مزيل للخلوف المذكور الممدوح فى الحديث؟

(روزہ دار کی مسواک کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اس سے وہ خوشبو زائل ہو سکتی ہے جس کی حدیث میں

تعریف کی گئی ہے؟)

جواب: (الف) اعراب، ترجمہ حدیث:

نوٹ: اعراب اوپر حدیث پر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے، کیونکہ وہ اپنی خواہشات نفسانی، کھانا اور پینا میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔ پس روزے میرے لیے ہیں اور میں اس کا اجر دوں گا۔

خط کشیدہ الفاظ کی تشریح:

خط کشیدہ الفاظ دو ہیں: لَ جو تاکید کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ خلوف: یہ منہ کی وہ خوشبو ہے جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، وضو کرنے اور مسواک کرنے سے زائل نہیں ہوتی۔ لہٰذا حالت روزہ میں مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے روزہ دار کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔

(ب) حالت روزہ میں مسواک کا حکم:

حالت روزہ میں مسواک کے جواز وعدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ روزہ کی حالت میں ہر قسم کی مسواک کی جاسکتی ہے، خواہ زوال سے قبل کرے یا زوال کے بعد کرے، تر کرے یا خشک کرے۔ یاد رہے کہ مسواک کرنے سے روزہ دار کے منہ کی خوشبو زائل نہیں ہوتی۔

۲۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ زوال سے قبل تو مسواک جائز ہے لیکن زوال کے بعد مکروہ ہے۔

۳۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دن کے پہلے حصہ میں مسواک جائز ہے مگر آخری حصہ میں مکروہ ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب نہایت قوی ہے، یہی کثیر روایات سے ثابت ہوتا ہے اور اسی پر تابعین اور تبع تابعین کا بلکہ عصر حاضر تک اکثر مسلمانوں کا عمل ہے۔

سوال نمبر2: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من اعتق شر كاله في عبد فكان له مال يبلغ ثمن العبد قوّم عليه قيمة العدل فاعطى شر كائه حصصهم وعتق عليه العبد والافقد عتق منه ما عتق

(الف) ترجم الحديث الشريف واشرحه؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اوراس کی تشریح کریں؟)

(ب)اذكر اختلاف الأئمة الكرام مفصلا فی القضية المذكورة فی الحديث؟

(حدیث میں مذکور مسئلہ میں اختلاف آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص کسی مشترک غلام سے اپنا حصہ آزاد کر دے اوراس کے پاس غلام کی قیمت کے برابر مال ہوتو انصاف سے اس کی قیمت لگائی جائے گی تو وہ ہر شریک کواس کا حصہ دے گا اور غلام اس کی جانب سے آزاد ہوگا، ورنہ اتنا ہی آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔

حدیث کی تشریح:

ایک غلام دو آدمیوں کا مشترک ہو، ایک شخص اپنے حصہ کا آزاد کر دے جبکہ اس کے پاس پورے غلام کی رقم موجود ہو۔اس صورت میں انصاف کی بنیاد پر غلام کی قیمت لگائی جائے گی اور غلام ہر حصہ دار کو اس کے حصہ کے مطابق قیمت ادا کر کے آزادی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر اس کے پاس غلام کی قیمت کے مطابق رقم نہ ہوتو اس صورت میں غلام اتنا آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا ہوگا۔

(ب) حدیث میں مذکور مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

چند شخص ایک غلام کے مالک تھے اور غلام ان سب میں مشترک تھا کہ ایک مالک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اگر اس آزاد کرنے والے کے بعد کھانے پینے اور لباس اور رہنے کے مکان وخدمت کے غلام غرض ضروریات سے بچا ہوا اتنا مال ہو جو باقی حصہ داروں کے حصوں کی قیمت کے برابر ہو۔لہٰذا اس آزاد کرنے والے کے مکان، جائیداد، کپڑے فروخت کروا کر ان شرکاء کو نہ دلوایا جائے گا، یہ قیود بہت خیال میں رہیں۔یعنی آزاد کرنے والے اگر اس قدر مال کا مالک ہے (جو مذکورہ ہوا) تو باقی مالکوں کے حصوں کی انصاف والی قیمت اس سے دلوائی جائے گی اور غلام پورا آزاد ہوگا، اور یہ اکیلا ہی آزاد کرنے والا مانا جائے گا، اس کی ولاء ساری کی ساری اسی معتق کی ہوگی۔اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں اس ایک مالک کے آزاد کرتے ہی سارا غلام آزاد ہو جائے گا، ان بقیہ مالکوں کو قیمت دینے پر آزادی موقوف نہ ہوگی۔نیز یہ حکم ہر غلام ومعتق کا ہے خواہ مومن ہوں یا کافر اور اس آزادی سے راضی ہوں یا ناراض، یہی مذہب صاحبین کا ہے اور اسی کو امام طحاوی وغیرہ نے اختیار فرمایا۔یعنی آزاد کرنے والا مالک تنگ دست ہے کہ اس کے پاس مذکورہ مال نہیں ہے تو اتنا حصہ غلام کا آزاد ہوگا، باقی حصہ غلام ہی رہے گا۔باقی مالکوں کو حق ہے کہ یا غلام سے محنت ومشقت کروا کر اس کی بقیہ قیمت وصول کر کے آزاد کر دیں یا غلام ہی رہنے دیں، وہ بھی باخوشی بغیر عوض آزاد کر دیں، یہ مذہب حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے،

غرضیکہ ان کے ہاں غلام کی آزادی کے حصے ہو سکتے ہیں کہ اس غلام کا بعض حصہ آزاد ہے۔ ہمارے امام اعظم کے ہاں اگر چہ آزادی منقسم ہو سکتی ہے مگر منقسم رہ نہیں سکتی۔ لہٰذا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اگر آزاد کرنے والا فقیر ہے تو اس وقت غلام کا یہی حصہ آزاد ہوگا مگر باقی مالکوں کو حق حاصل ہوگا کہ یا تو وہ بھی آزاد کر دیں، یا غلام سے مشقت کروا کر اپنے حصوں کی قیمت وصول کر لیں اور غلام یہ قیمت دے کر آزاد ہو جائے۔ بہر حال تمام آئمہ کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اگر آزاد کرنے والا غنی ہے تو سارا غلام آزاد ہو جائے گا، آزادی منقسم نہ ہوگی۔ اس پر بھی آئمہ متفق ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا فقیر ہے تو اتنا حصہ آزاد ہوگا جتنا آزاد کیا گیا۔ تاہم اختلاف اس میں ہے کہ باقی حصہ غلام رہے گا یا نہیں؟ امام شافعی کے ہاں رہے گا، ہمارے ہاں نہیں اور صاحبین تقسیم عتق کے قائل نہیں۔ ان کے ہاں بہر حال تمام غلام آزاد ہوگا، معتق غنی ہو یا فقیر، ہاں فقیر کی صورت میں غلام آزاد ہو جائے گا مگر محنت کر کے اپنی بقیہ قیمت باقی مالکوں کو دے۔

سوال نمبر 3: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن الامۃ اذا زنت ولم تحصن فقال ان زنت فاجلدوھا ثم ان زنت فاجلدوھا ثم ان زنت فاجلدوھا ثم بیعوھا ولو بضفیر

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیۃ واذکر وجہ قید "ولم تحصن"؟
(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، "ولم تحصن" قید کی وجہ بیان کریں؟)
(ب) اذکر حد الزنا للأمۃ وما ھی الحکمۃ فی حکم بیعھا؟
(لونڈی کی حد زنا بیان کریں اور اسے فروخت کرنے میں کیا حکمت ہے؟)
(ج) ماھو جواب لو فی قولہ علیہ السلام "ولو بضفیر"؟
(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "ولو بضفیر" میں "لو" کا جواب کیا ہوگا؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لونڈی کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جب وہ زنا کرے اور وہ محصنہ نہ ہو؟ فرمایا: اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے مارو، پھر زنا کرے تو اسے کوڑے مارو اور پھر زنا کرے تو اسے کوڑے مارو اسے فروخت کر دو خواہ ایک رسی کے عوض۔

"ولم تحصن" کی قید کا فائدہ:

اس کا مطلب ہے شادی شدہ نہ ہونا، اگر آزاد مرد یا آزاد عورت زنا کرے تو اس کی حد رجم ہے، اگر وہ غیر شادی شدہ ہوں تو ان کی حد سو کوڑے ہے۔ کنیز خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اس کی حد پچاس کوڑے ہے۔

(ب) کنیز کی حد زنا اور اسے فروخت میں حکمت:

لونڈی خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، زنا کا ارتکاب کر لینے کی صورت میں اس کی حد پچاس کوڑے ہے، کیونکہ رجم کا نصف ہونا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا پچاس کوڑے متعین ہو گئے۔
جس شخص سے کنیز بار بار زنا کراتی ہے مالک اس کے ہاتھوں اسے فروخت کر دے، کیونکہ وہ اس پر فریفتہ ہے، اسے بیع کر دینے سے اس کے لیے حلال ہو جائے گی یا کسی ایسے شخص کے ہاتھوں فروخت کر دے جو اسے زنا سے روک سکے اور اسے روکنے میں کامیاب ہو جائے۔ یہ اعتراض بھی درست نہیں ہے کہ جو چیز خود پسند نہیں کرتے تو دوسروں کے لیے کیوں پسند کرتے ہو، کیونکہ چیز کے عیب کو چھپا کر اسے فروخت کرنا منع ہے ورنہ منع ہرگز نہیں ہے۔

(ج) "ولو بضفیر" کا مفہوم:

قرآن کی فصاحت و بلاغت اس کے بے مثل ہونے اور کلام الٰہی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ احادیث کی فصاحت و بلاغت ان کے بے مثال اور کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ فقرہ نہایت مختصر ہے مگر ایک جامع مضمون کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس فقرہ سے ثابت ہوا کہ قیمتی چیز کو معمولی رقم پر فروخت کر دینا درست ہے اور یہ مال کی بربادی نہیں ہے۔ فقہاء کرام نے نہایت سستی چیز فروخت کرنے سے منع کیا ہے مگر یہ وہاں ہے جب بائع اپنی مفلسی کے باعث سستے داموں کوئی چیز فروخت کرنے پر مجبور ہو جائے۔ لہٰذا یہ حدیث اس مسئلہ کے منافی نہیں ہے۔

قسم ثانی: مؤطا امام محمد

سوال نمبر 4: (الف) اذکر کنیة الامام محمد وما هو وجه کنیة امامنا بابی جنیفة؟
(امام محمد کی کنیت بتائیں اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کنیت "ابو حنیفہ" کی وجہ بتائیں؟)

(ب) بین الفرق بین المؤطین مع ذکر مزایا مؤطا الامام محمد
(مؤطا امام محمد کے مزایا کا ذکر کرتے ہوئے مؤطین کے درمیان فرق بیان کریں؟)

جواب: (الف) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کنیت اور امام اعظم کی کنیت "ابو حنیفہ" کی وجہ:

وہ شخصیت جس نے ایک لاکھ سے زیادہ مسائل مستنبط کیے، تقریباً ایک ہزار کتب تصنیف فرمائیں اور لاتعداد تلامذہ چھوڑے ہماری مراد حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ کی کنیت "ابو عبد اللہ" ہے۔
وہ شخصیت جس نے براہ راست صحابہ کرام اور تابعین سے اکتساب علم کیا، امام مالک، امام احمد بن

حنبل اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے فقہاء پیدا کیے، قرآن وسنت کی ایسی تعبیر پیش کی جس کی مثال ناممکن ہے، ہماری مراد امام الائمہ حضرت نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ کی کنیت ''ابوحنیفہ'' ہے، حنیفہ نامی آپ کی کوئی بیٹی نہیں تھی بلکہ اس کا مطلب ہے، صاحب ملت حنفیہ اور اس کا مفہوم ہے: ''ادیان باطلہ سے اعراض کر کے دین حق کو اختیار کرنے والا'' اس معنیٰ کی غرض سے یہ کنیت اختیار کی گئی ہے۔

(ب) مزایا امام محمد اور موطئین میں فرق:

جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2014ء، 2015ء میں ملاحظہ کریں۔

سوال نمبر 5: اِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَبْعَثُ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ اِلَى الَّذِىْ تَجْمَعُ عِنْدَهٗ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ اَوْ ثَلٰثَةٍ

(الف) شکل الحدیث ثم ترجمه الى الأردية ۔ واشرح العبارة المخطوطة

(حدیث پر اعراب لگائیں، اس کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ عبارت کی وضاحت کریں؟)

(ب) هل صدقة الفطر واجب ام مستحب؟ وهل ادائه واجب قبل صلوة العيد؟

(کیا صدقہ فطر وجب ہے یا مستحب؟ کیا اس کا ادا کرنا نماز عید سے قبل ضروری ہے؟)

جواب: اعراب حدیث اور ترجمہ حدیث:

نوٹ: اعراب اوپر حدیث پر لگا دیے گئے ہیں اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

بیشک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید الفطر سے دو یا تین دن پہلے جس عامل کے پاس صدقہ فطر جمع کیا جاتا تھا، اس کے پاس صدقہ فطر روانہ کر دیتے تھے۔

خط کشیدہ عبارت کا مفہوم:

دور رسالت سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ زکوٰۃ، صدقہ فطر اور عشر وضع کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو تعینات کیا جاتا تھا، انہیں عاملین کہا جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے زکوٰۃ وغیرہ وصول کر کے مرکز میں روانہ کر دیتے تھے، اس مبارک نظام سے کوئی غریب نہیں رہتا تھا اور مرکز کے زیر اہتمام یہ دولت حقداروں میں تقسیم کی جاتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی عید الفطر سے دو یا تین ایام قبل صدقہ فطر عامل کے پاس روانہ کر دیا کرتے تھے تاکہ بروقت اس کی تقسیم عمل میں لائی جا سکے۔

(ب) صدقہ فطر کا حکم اور اس کی ادائیگی کا وقت:

اسلام نے اہل ثروت اور دولتمند لوگوں پر زکوٰۃ، عشر اور صدقہ فطر واجب قرار دیا، تاکہ اس دولت سے غرباء، مساکین، مسافرین اور دیگر لوگوں کی معاونت ہو سکے۔ یہ دولت بیت المال میں جمع کی جاتی تھی

پھر وہاں سے حسب ضرورت استعمال میں لائی جاتی تھی۔ بلاشبہ صدقہ فطر واجب ہے ہر اس شخص پر جو صاحب نصاب ہو۔

صدقہ فطر واجب ہے، اس کی تاکید کا اعلان زبان نبوت سے کیا گیا، اس کے احکام و مسائل اکثر زکوٰۃ والے ہیں اور اس کے مصارف بھی وہی لوگ ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ صدقہ فطر عید الفطر کے دن سے قبل ادا کر دیا جائے، یا نماز عید الفطر ادا کرنے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ اگر کسی نے نماز عید الفطر سے پہلے صدقہ فطر ادا نہیں کیا یا حقداروں کو نہیں پہنچایا، یہ معاف نہیں ہوگا بلکہ یہ بعد میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر 6: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رخص لصاحب العرية ان يبيعها بخرصها

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) أذكر اختلاف الأئمة في بيع العرايا مع تزيين مذهبك بالدلائل؟

(بیع عرایا کے بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں اور اپنے مذہب کو دلائل سے مزین کریں؟)

(الف) ترجمہ حدیث:

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب عریہ کو محض اندازے سے فروخت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

(ب) بیع عرایا میں مذاہب آئمہ:

بیع عرایا کی توضیح و تشریح اور تعریف میں آئمہ کا قدرے اختلاف ہے اور اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ لوگ اپنے باغ کے ایک یا دو درختوں کا پھل کسی غریب کے لیے ہبہ کر دیتے تھے، پھل پکنے کے زمانہ میں مع اہل و عیال باغ میں تفریح اور پھل کھانے کی غرض سے قیام کرتے تھے اور اس فقیر کا بار بار اس باغ میں درخت موہوبہ سے پھل توڑنے کی غرض سے آنا جانا باغ کے مالک کے بیوی و بچوں کی پریشانی کا باعث بنتا تھا، تو مالک اس فقیر سے کہتا: جو درخت پر پھل موجود ہے وہ مجھے فروخت کر دو اور اس کے عوض میں تمہیں تیار (ٹوٹی ہوئی) کھجور دے دیتا ہوں، بیع کی اس صورت کو "عرایا" کہا جاتا ہے۔ تاہم اپنے اصل کے اعتبار سے یہ بیع مزابنہ ہے جو کہ ناجائز ہے، چونکہ یہ حقیقتاً بیع نہیں ہے بلکہ ایک طرح کا ہدیہ ہے، اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً اس کی اجازت دے دی۔

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ایک باقاعدہ بیع ہے اور جائز ہے۔ اس کی اہمیت و افادیت سب پر عیاں ہے۔

۳- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ بیع عرایا درحقیقت بیع مزابنہ ہے یعنی درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کے عوض توڑی ہوئی کھجوریں فروخت کرنا، جو کہ ممنوع صورت بنتی ہے۔ تاہم پانچ وسق سے کم میں بیع مزابنہ کی جائے تو وہ بیع عرایا ہے، جو جائز ہے۔

۴- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ بیع عرایا پانچ وسق سے زیادہ میں جائز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل ہے:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن بيع الثمر بالتمر الا انه رخص في بيع العرية"

اس روایت میں بیع عریہ کے جواز کی صراحت ہے اور دوسری روایت میں پانچ وسق سے کم کی اجازت کا ذکر ہے۔

احناف کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ عرایا کی اجازت کے سلسلہ میں اکثر روایات مطلق ہیں، جو روایات خمسۃ اوسق کے ساتھ مقید ہیں۔ اس میں یہ احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پانچ وسق میں اجازت دی مگر بعد میں مطلقاً عرایا کی اجازت دے دی، کیونکہ جب عرایا قلیل میں جائز ہے تو کیا وجہ ہے کہ کثیر میں ناجائز ہو جبکہ یہ بیع بھی نہیں ہے کہ اس سے بائع کا کوئی نقصان ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆